تتلی
ایم الیاس

آخر میں دس برس کے بعد اپنے وطن لوٹ آیا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ میرا مستقبل اس قدر تابناک نہیں ہو گا جتنا امریکہ میں تھا۔ مجھے میرے وطن کی محبت اور کشش لے آئی تھی۔ ان دس برسوں میں یہ اندازہ ہوا تھا کہ دولت بہت کچھ ہوتی ہے لیکن سب کچھ نہیں۔ امریکہ کی زندگی کی چکاچوند مجھے متاثر نہ کر سکی۔ امریکہ میرے دل میں کوئی جگہ نہ بنا سکا۔ وہاں صرف ایک چیز سے محبت کرتے ہیں یعنی وقت سے۔ وقت کی قدر کرنا بہت اچھی بات ہے وقت کی قدر و قیمت نے آج اس ملک کو دنیا کا چوہدری بنا دیا ہے۔ اس نے زندگی کے ہر شعبے میں بہت ترقی کی ہے مگر اس سے بہت کچھ چھین بھی لیا۔ وقت کی ریس میں ان کے پاس روحانیت کا کوئی تصور نہیں ہر شخص اپنے لئے جیتا ہے اور اپنے لئے مرتا ہے۔

میرا وطن ان دس برسوں میں میرے تصور اور اندازے سے یکسر بدلا ہوا تھا۔ ایک طرف یہ دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی تھی کہ نہ صرف سڑکیں پکی مضبوط اور خوبصورت بلکہ کشادہ بھی بن گئی تھیں۔ اس کے علاوہ جدید طرز کی عالی شان کئی منزلہ اور پرشکوہ عمارتوں کو دیکھ کر ایسا لگا کہ میں امریکہ کے کسی بڑے شہر میں آگیا ہوں۔ پرانی اور نئی گاڑیوں کی بہتات سے یہ دھوکا ہوتا تھا کہ یہاں ہر دس میں سے سات آدمیوں کے پاس اپنی گاڑی ہے۔ نئے خوبصورت کئی منزلہ شاپنگ سینٹر بھی شہر کے مختلف حصوں میں بن گئے تھے اس طرح ہر کلاس کے ریسٹورنٹ اور ہوٹلوں میں بھی حیرت انگیز طور پر اضافہ ہوا تھا۔ ہوٹلوں اور شاپنگ سینٹروں پر خریداروں کا ہجوم دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہاں کسی کے پاس پیسے کی کوئی کمی نہیں ہے کوئی غریب نہیں ہے پیسے کی ریل پیل اور فراوانی نے مجھے ششدر کر دیا تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لئے یہ سوچا کہ کیا ہر شخص نے اپنے ہاں روپوں کے درخت لگا رکھے ہیں؟ مہنگائی اس قدر تھی کہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا میں سوچتا تھا کہ ایک عام آدمی کی گزر بسر کیسے ہوتی ہو گی؟

دوسری طرف غربت افلاس اور ملک کی زبوں حالی دل میں کسی چاقو کی طرح اترتی

محسوس ہوتی تھی غریب اور غریب' امیر اور امیر ہوتا جا رہا تھا۔ دوسری طرف ملک میں انارکی پھیلی ہوئی تھی۔ سیاسی بدنظمی اور افراتفری تھی کسی بھی سیاسی جماعت اور لیڈر کو ملک سے قوم سے محبت تو دور کی بات ہے دلچسپی تک نہ تھی۔ اوپر سے نیچے تک لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم تھا جو بھی اقتدار میں ہوتا وہ اپنے آپ کو ملک و قوم کا ہمدرد مخلص اور محب وطن کہتا باقی سب ان کی نظر میں ڈاکو چور یا لٹیرے اور غدار ہوتے۔ جو بھی اقتدار میں آیا اس نے ملک و قوم کو کچھ نہیں دیا۔ وہ جتنا جلد اور جس قدر لوٹ سکتا تھا لوٹ کر چلا جاتا تھا ہر کسی نے شرافت کے بھیس میں پناہ لے رکھی تھی۔ کون غلط اور کون صحیح ہے اس کا پتہ ہی نہیں چلتا تھا۔

مجھے یہ دیکھ کر اور جان کر بڑی حیرت اور خوشی ہوئی کہ میرے ملک میں میری بڑی شہرت ہے۔ عزت ہے لوگ مجھے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نیویارک میں ایک روزنامے میں ادارتی شعبے سے منسلک تھا۔ اس کے علاوہ وائس آف امریکہ سے بنگالی زبان میں مغربی اور مشرقی بنگال کے لئے جو سیاسی خبریں اور تبصرے نشر کئے جاتے تھے وہ میں انجام دیا کرتا تھا۔ ایک تو میری آواز میں بڑی مٹھاس اور حلاوت تھی دوسرے میرا مخصوص لب و لہجہ بھی تھا انداز بیان منفرد اور دلنشین تھا۔ نہ صرف لکھنے پڑھنے بلکہ بولنے کے فن میں بھی بڑی مہارت حاصل تھی۔ کسی وجہ سے میں دو تین دن ریڈیو پر نہیں آتا تو بنگال سے ہزاروں خط آ جاتے تھے۔ میرے اس فن نے نیویارک میں بھی میرے ملنے والوں کو بڑا متاثر کیا تھا میرے مداحوں اور پرستاروں کی تعداد بہت زیادہ تھی مجھے کسی فلمی ستارے کی سی مقبولیت حاصل ہو گئی تھی۔ عورتوں کی ایک بڑی تعداد میرے پرستاروں میں تھی۔ اس کی ایک وجہ شاید یہ تھی کہ میں ایک خوبصورت وجیہہ اور دراز قد شخصیت کا مالک تھا۔ امریکہ میں ایسے مردوں کی کوئی کمی نہیں لیکن شاید انہیں میری زیتونی رنگت نے متاثر کیا ہوا تھا۔

میں ڈھاکہ کیا آیا میرے اعزاز میں دعوتوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پہلے تو پریس کلب میں میرے اعزاز میں دعوت ہوئی۔ اس کے بعد مختلف جرائد و رسائل اور اخبارات کے مالکان اور صحافیوں نے میرے اعزاز میں دعوتیں دینا شروع کیں اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے ایڈیٹر کی ملازمت کی پیشکش بھی کی۔ میں نے کسی کی پیشکش قبول نہیں کی۔ میں فوری طور پر کسی وجہ سے کوئی پیشکش قبول کرنا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے کسی اخبار میں ملازمت کرنے کی جلدی نہیں تھی اس لئے کہ ہر اخبار کسی نہ کسی سیاسی پارٹی کا

آرگن تھا یا کسی غیر ملکی آقا کا پٹھو۔ میں اپنا ضمیر' خیالات اور نظریات ان کے ہاتھوں بیچنا نہیں چاہتا تھا۔ میں محب وطن تھا اپنے ملک و قوم سے مخلص تھا مجھے دولت کی تمنا نہیں تھی۔ میں کسی ایسے اخبار میں ملازمت کرنا چاہتا تھا جو عوام کا بے باک ترجمان ہو۔ میں ان چہروں کو بے نقاب کرنا چاہتا تھا جو گھناؤنے اور مکروہ تھے۔ اس ملک کی بدقسمتی کا آغاز اس روز ہوا تھا جب ہم نے اپنے ہاتھوں سے اپنا ایک بازو کاٹ لیا تھا اس کے بعد اقتدار میں جو لگ آئے وہ وطن فروش بے ضمیر ایمان فروش اور منشیات فروش تھے۔ ایک طرف ان کی لوٹ کھسوٹ سے ملک میں معاشی حالت ابتر ہو رہی تھی تو دوسری طرف بارشوں' سیلاب اور طوفانوں نے رہی سہی کسر پوری کر دی تھی ایسا لگتا تھا جیسے یہ قہر خداوندی ہو۔

مجھے ایک روز' روزنامہ آفاق کے مالک سعید الکبیر نے اپنے ہاں رات کے کھانے پر مدعو کیا تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ یہ بنگلہ دیش کا نہ صرف سب سے بڑا اخبار تھا بلکہ عوام کا بے باک ترجمان تھا۔ یہ کسی سیاسی پارٹی سے وابستہ نہ تھا نہ کسی سپر پاور کا آلۂ کار تھا بلکہ پورے ملک میں اس کی اپنی حیثیت ایک سپر پاور کی سی تھی۔ اس اخبار میں کسی بھی سیاسی لیڈر کے خلاف ایک چھوٹی سی خبر بھی چھپ جاتی تو اس کا مستقبل تاریک ہو جاتا تھا۔ وہ عوام کی نظروں میں گر جاتا تھا۔ یہ اخبار عوام میں زیادہ مقبول تھا کوئی اخبار اس کے مقابلے میں کثیرالاشاعت نہ تھا۔ حکومت بھی اس اخبار پر ہاتھ ڈالتے ہوئے ڈرتی تھی۔ یہ اصول فروش نہ تھا ایسی نیک نامی آج تک کسی اخبار کے نصیب میں نہیں آ سکی تھی یہ ایک بہت بڑا ادارہ تھا کوئی دس بارہ رسائل و جرائد اس ادارے کی جانب سے نکلتے تھے۔ میری دلی خواہش تھی کہ مجھے اس ادارے میں ملازمت مل جائے۔ ایڈیٹر شپ نہ سہی ایک کالم نویس کی حیثیت سے ہی سہی۔

جب میں ان کی شاندار اور پرشکوہ کوٹھی پر ٹھیک وقت پر پہنچا جو گلشن میں واقع تھی تو سعید الکبیر نے بڑی محبت اور گرم جوشی سے میرا پرتپاک استقبال کیا۔ اس موقع پر سعید الرحمان بھی موجود تھے جو اس اخبار کے ایڈیٹر تھے۔ وہ پورے ملک میں جس قدر مقبول تھے جس عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے وہ کسی لیڈر کے نصیب میں نہ آ سکی تھی نہ شیخ مجیب الرحمٰن نہ سہروردی اور نہ بھاشانی کے۔ ان کے قلم میں بڑی کاٹ تھی وہ کسی سرجن کی طرح ناسوروں' زخموں پر نشتر زنی کرتے تھے اس وقت ان کی عمر ستر برس کی ہو رہی تھی۔ انہوں نے مجھے بڑی محبت اور شفقت سے اپنے سینے سے لگایا جیسے میں ان کا بیٹا ہوں اور برسوں کے بعد مل رہا ہوں۔

وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ایک صوفے پر لے کر بیٹھ گئے۔ مجھے محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے چاہت بھرے لہجے میں بولے۔ "ارشاد میاں! تم واحد شخص ہو جس سے میں اپنی زندگی میں متاثر ہوا۔ جس کا میں ہمیشہ سے پرستار خیر خواہ اور اس کی سلامتی کے لئے دعاگو رہا ہوں۔ مجھے تمہاری تحریروں نے اور تبصروں نے کس قدر متاثر کیا اسے بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ میں نے تمہارا ریڈیو کا ایک پروگرام بھی کبھی مِس نہیں کیا۔ وہاں کے اخبار میں چھپنے والی ہر تحریر میری فائل میں ریکارڈ کے طور پر موجود ہے کسی دن میرے گھر آؤ میں تمہیں دکھاؤں۔"

مجھے اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا۔ ایسا لگا جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں اس ملک کا سب سے بڑا اور عظیم صحافی مجھ ناچیز کو اس طرح خراج تحسین پیش کرے یہ ناقابل یقین بات تھی۔ میں نے ان سے کہا۔ "سر! یہ آپ کی محبت عنایت اور وسیع القلبی ہے آپ مجھے شرمندہ نہ کریں اس عزت افزائی کا بہت بہت شکریہ مگر کہاں میں ذرہ کہاں آپ آفتاب۔ میرے لئے یہی کیا کم ہے کہ آپ مجھ سے اتنی محبت کرتے ہیں مجھے آپ سنتے اور پڑھتے بھی تھے۔"

"میں نہ تو رسمی باتیں کرتا ہوں نہ لگی لپٹی رکھتا ہوں نہ میں نے کبھی مبالغے سے کام لیا اور نہ ہی کسی کی جھوٹی تعریف کی، تم میں جو قابلیت اور صلاحیت ہے مجھے یہاں کسی صحافی اور ادیب میں دکھائی نہیں دیتی۔ اس لئے میں نے مسٹر سعید الکبیر سے کہا کہ اگر کوئی شخص میری جگہ لے سکتا ہے تو وہ ہے ارشاد چوہدری۔ ایسا ایڈیٹر تمہیں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گا۔"

"یہ آپ کی ذرہ نوازی ہے۔" میں نے ممنونیت کے لہجے میں کہا۔ "میری دلی خواہش ہے بلکہ میرے لئے بڑی عزت کی بات ہوگی کہ میں آپ کے ماتحت کام کروں۔ میں تو آپ کی جگہ لینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا ہوں۔"

"اب میں نہ صرف جسمانی طور پر بلکہ ذہنی طور پر بہت تھکن محسوس کرنے لگا ہوں۔" انہوں نے جواب دیا۔ "دل کی بیماری ہائی بلڈ پریشر اور شوگر کی بیماری نے مجھے جکڑ رکھا ہے۔ میں نے پورے چالیس برس صحافت اور ملک و قوم کی رات دن خدمت کی ہے۔ اب میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ نہ صرف میرے لئے بڑے فخر کی بلکہ بہت بڑے اعزاز کی بات ہوگی کہ آپ میرے روزنامے کی ادارت سنبھال لیں۔ جس روز سے آپ یہاں آئے ہیں، اس روز

سے میں آپ کی فکر میں تھا، مجھے آپ کی تلاش تھی مگر آپ پارٹیوں اور دوستوں سے ملاقات کرنے میں مصروف تھے میرے دل میں ایک خوف دامن گیر تھا کہ کہیں آپ سے کوئی اور اخبار معاہدہ نہ کر لے۔ میں نے یہ بھی سنا تھا کہ ہر اخبار کی جانب سے آپ کو ملازمت کی پیشکش کی جا رہی ہے۔ مسٹر سعید الرحمان نے میری ڈھارس بندھائی کہ آپ ایسی حماقت نہیں کریں گے اس لئے کہ آپ ان کالی بھیڑوں سے اچھی طرح واقف ہیں جو ملک کو اندر سے دیمک کی طرح چاٹ کر کھوکھلا کر رہے ہیں۔" سعید الکبیر نے کہا۔

"یہ آپ کی محبت اور نوازش ہے جو آپ مجھے اس قابل سمجھتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"میرے خیال میں مجھ سے اہل افراد تو ایک نہیں سینکڑوں ہوں گے آپ انہیں کیوں نہیں موقع دینا چاہتے؟"

"آخر تمہیں کس لئے اس اخبار کی ادارت سنبھالتے ہوئے تعرض ہو رہا ہے؟" سعید الرحمان نے میری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"اس لئے کہ میں پورے دس برس ملک سے باہر رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ "سات سمندر پار بیٹھ کر نمائندوں کی رپورٹوں، اخبارات کے تراشے اور خبروں سے یہاں کے لیڈروں، سیاسی اور معاشرتی حالات کا تجزیہ کرنا اور بات ہے یہاں رہ کر مشاہدہ کرنے میں بڑا فرق ہے میں صرف اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کل کہیں کوئی ایسی بات میرے قلم سے نہ نکل جائے جو اخبار کی پالیسی کے لئے نقصان دہ ہو آپ نے اس اخبار کی جو ساکھ بنائی ہے، اس میں چالیس برس کی کاوش شامل ہے۔"

"یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" سعید الرحمان مسکرا دیئے۔ "آپ یہاں گزشتہ بیس بائیس دنوں سے ہیں اس عرصے میں آپ نے ملک کے ہر قسم کے حالات کا تجزیہ کیا ہوگا کسی نتیجے پر پہنچے ہوں گے میرا خیال ہے کہ آپ ایک ہفتے کے اندر اندر تمام باتوں سے خوب واقف ہو جائیں گے اس کے علاوہ سٹاف سے بھی بڑی مدد ملے گی۔ مسٹر سعید الکبیر کی سیکرٹری مس نجم السحر جو اسسٹنٹ ایڈیٹر بھی ہے، وہ بڑی مدد اور رہنمائی کرے گی مس نجم السحر بڑی قابل، ذہین اور سلجھی ہوئی عورت ہے اس نے سیاسیات اور انگلش لٹریچر میں ایم اے کیا ہوا ہے۔ اس کے قلم میں بھی بڑی طاقت ہے وہ بہت کم لکھ پاتی ہے اس لئے کہ اس کی دوسری مصروفیات بہت زیادہ ہیں مگر جب بھی لکھتی ہے خوب لکھتی ہے۔"

"آپ کا حکم ہے تو مجھے اس کی ادارت سنبھالنے میں کوئی اعتراض نہیں۔" میں نے ممنون نظروں سے ان دونوں کی طرف باری باری دیکھا۔ "میں آپ کے اعتماد اور بھروسے

کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔"

"کھانے کی میز پر جانے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ تمام معاملات طے ہو جائیں۔" سعیدالرحمان نے سعیدالکبیر سے کہا۔ "میری خواہش ہے کہ مسٹر ارشاد چوہدری کو ان کے شایان شان تنخواہ، مراعات اور سہولتیں بھی دی جائیں۔"

"چالیس ہزار ٹاکا تنخواہ جو آپ اس وقت لے رہے ہیں وہی تنخواہ میں مسٹر ارشاد چوہدری کو دینے کو تیار ہوں۔"

"چالیس نہیں پچاس ہزار ٹاکا۔" سعیدالرحمان کہنے لگے۔ "آخر آپ کے پاس کس چیز کی کمی ہے جب اللہ آپ کو ہر طرف سے نواز رہا ہے آپ مٹی میں بھی ہاتھ ڈالتے ہیں تو وہ سونا بن جاتا ہے۔ میرے ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ تمام اخراجات نکال کر ہر ماہ ڈیڑھ کروڑ ٹاکا کماتے ہیں اتنی آمدنی تو ایک منشیات فروش کی بھی نہیں ہے آپ کو یہ ہیرا پچاس ہزار ٹاکا میں کوڑیوں کے مول مل رہا ہے۔"

"جو حکم آپ کا۔" سعیدالکبیر زیر لب مسکرا دیئے۔ "پچاس ہزار ٹاکا ماہانہ تنخواہ کے علاوہ دھان منڈی میں آپ کو چار سو گز کا ایک بنگلہ اپنی پسند کی گاڑی طبی سہولتیں مفت، ہر سال چھ بونس، ملازمت سے استعفیٰ دینے کی صورت میں چھ ماہ کی تنخواہ دی جائے گی۔ اگر ادارے نے کسی وجہ سے آپ کو استعفیٰ دینے پر مجبور کیا تو ایک سال کی تنخواہ اور دو لاکھ ٹاکا الگ سے دیئے جائیں گے۔"

"شکریہ!" میں نے تشکرانہ لہجے میں کہا میں دل میں خوشی سے پھولا نہیں سمایا اس لئے کہ اس سے اچھی ملازمت اور تنخواہ مجھے اس ملک میں ملنا ممکن نہ تھی یہ سب کچھ سعیدالرحمان کی وجہ سے ہوا تھا۔

"اس کے علاوہ آپ کو ایک سیکورٹی گارڈ بھی فراہم کیا جائے گا۔" سعیدالکبیر نے کہا۔

"وہ کس لئے؟" میں نے حیرت سے کہا اور مسکرا دیا۔ "میں ایڈیٹر کا عہدہ سنبھالوں گا نہ کہ کسی وزارت کا قلمدان.........."

"ملک کے آج وہ حالات نہیں ہیں جو دس بارہ برس قبل تھے۔" سعیدالرحمان نے کہا۔ "آج وزیروں اور سیاسی لیڈروں سے زیادہ صحافیوں کی جان و مال کو شدید خطرہ لاحق ہو چکا ہے مجھ پر اب تک دو تین مرتبہ قاتلانہ حملے ہو چکے ہیں۔"

"کس لئے.........؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا کسی سیاسی پارٹی کی جانب

سے.........؟"

"اس لئے کہ اس اخبار نے برائیوں کے خلاف گزشتہ دس برس سے ایک مشن جاری رکھا ہے۔" سعیدالرحمان نے جواب دیا۔ "کرپشن کی بھی ایک حد ہوتی ہے میرے خیال میں جتنا کرپشن اس ملک میں ہے شاید ہی کسی ملک میں ہو گا سب سے زیادہ حیرت اور دکھ کی بات یہ ہے کہ پولیس اور خون آشام درندوں میں کوئی فرق نہیں رہا ہے معاشرے میں کچھ ایسے ناسور ہیں کہ ان پر حکومت بھی قابو نہ پا سکی۔ اس کی ساری ذمے داری انتظامیہ کی غلط پالیسی یا آئے دن کی حکومت کی تبدیلی کے باعث ایسا ہو رہا ہے آپ کو سن کر تعجب ہو گا کہ پولیس کی جانب سے مجھ پر دو مرتبہ قاتلانہ حملہ ہوا تھا پورے ملک میں پولیس کا راج ہے لہٰذا ان خطرات سے نمٹنے کے لئے سیکورٹی گارڈ فراہم کیا جائے گا آپ کو خطرات کا سامنا ہو گا لہٰذا آپ کو بہت محتاط، چوکنا اور ہوشیار رہنا ہو گا۔"

"بالفرض محال کسی پولیس افسر نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا اور وہ میری گولی یا سیکورٹی گارڈ کی بندوق سے ہلاک ہو جاتا ہے تب کیا ہو گا؟"

"اس کے لئے ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔" سعیدالکبیر نے کہا۔ "یہاں کی عدلیہ آزاد ہے موجودہ حکومت سابقہ حکومتوں کے مقابلے میں قانون کا زیادہ احترام کرتی ہے اس ملک کے نامور وکلاء کی ایک ٹیم قانونی مدد کے لئے ہر وقت تیار ہو گی۔"

"ایسی صورت میں مجھے ایک ریوالور کی ضرورت ہو گی جس کا لائسنس میرے نام ہو۔" میں نے جواب دیا۔ "میرے لئے یہ خطرات نئے نہیں ہوں گے اس لئے کہ امریکہ میں ایسے خطرات سے دوچار ہوتا رہا ہوں۔ میرا ریوالور میرے لئے سیکورٹی گارڈ سے کم نہیں ہو گا۔"

"میرا مشورہ تو یہ ہے کہ سیاست کے بجائے معاشرتی برائیوں کے خلاف جہاد شروع کیا جائے۔" سعیدالرحمان بولے۔ "جب تک ہم انتظامیہ، پولیس، سرکاری محکموں میں شامل کالی بھیڑوں اور غلط کار لوگوں کو بے نقاب نہیں کریں گے، اس وقت تک ہمارا ملک بہتر نہیں ہو گا حکومت بھی ملک و عوام کی صحیح معنوں میں کوئی خدمت نہیں کر سکے گی۔"

"مگر ان کی خبریں کون لائے گا؟" میں نے کہا۔ "یہ کام سب سے زیادہ مشکل اور خطرناک ہے۔"

"کوئی ایک سال کا عرصہ ہوا میں نے چھ سات مرد اور عورتوں پر مشتمل سراغرسانی کا ایک شعبہ قائم کیا ہوا ہے۔" سعیدالکبیر کہنے لگے۔ "یہ لوگ اندر کی خبریں فراہم کرتے

ہیں جس کی بنیاد پر ان کے خلاف لکھا جاتا ہے جب سے ہم نے غلط کار لوگوں کے چہروں سے نقاب ہٹانا شروع کیا ہوا ہے تب سے ایک بھونچال سا آیا ہوا ہے۔"

"کہیں ان لوگوں کو بے نقاب کرتے ہوئے کوئی قانونی الجھن تو پیدا نہیں ہو جاتی؟" میں نے دریافت کیا۔

"نہیں۔" سعید الکبیر نے اپنا سر ہلایا۔ "کوئی اس لئے عدالت سے رجوع نہیں کرتا ہے کہ ہم جو لکھتے اور عوام کی عدالت میں پیش کرتے ہیں وہ ٹھوس ثبوت کی بنیاد پر ہوتا ہے اس لئے کسی کی مجال نہیں ہوتی ہے کہ وہ ہمارے خلاف خم ٹھونک کر میدان میں آئے۔"

"آپ کے اس مشن نے دوست کم دشمن زیادہ پیدا کر دیئے ہوں گے؟" میں ہنس پڑا۔

"اس میدانِ کارزار میں قدم رکھنے کے بعد دوست بھی دشمن ہو جاتے ہیں۔" سعید الرحمان بولے۔ "سیدھے راستے پر چلتے ہوئے ہمیں یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ یہ ہمارا دوست ہے، رشتے دار ہے جو بھی غلط راستے پر چلے اسے آئینہ دکھانا اپنا فرض ہونا چاہئے۔"

"گویا جیسے پُل صراط پر چلنا ہو گا؟"

"یہی سمجھ لو۔" سعید الرحمان کہنے لگے۔ "کچھ لوگ اپنی زندگی کو عظیم تر مقاصد کے لئے دوسروں کے پاس رہن رکھ دیتے ہیں اور انہیں عام آدمیوں کی طرح جینے مرنے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا ہے آپ بھی انہی میں سے ہیں۔ ہر نیک مشن کے لئے ملک و قوم کے لئے قربانیاں دینا پڑتی ہیں ہمارا مشن کسی کو بلیک میل کرنا نہیں ہے نہ دولت کا حصول ہونا چاہئے۔"

"میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔" میں نے انہیں پُرعزم لہجے میں یقین دلایا۔

"مجھے آج زندگی کی سب سے بڑی مسرت ملی ہے کہ ایک صحیح جانشین مل گیا۔" سعید الرحمان کے لہجے میں سرشاری ٹپک رہی تھی۔

کھانے کی میز پر سعید الکبیر کی بیگم اور ان کی جوان بیٹی بھی ہم تینوں کے علاوہ موجود تھیں۔ سعید الکبیر نے اپنی بیوی اور بیٹی کا تعارف مجھ سے کرایا ان کی بیگم شمس النساء کبیر ایک سیدھی سادی خاتون تھیں ایک کروڑ پتی کی بیوی کو اس قدر سادگی پسند دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ وہ چالیس برس سے زیادہ عمر کی ہوں گی ان کے سیاہ بالوں میں سے

چاندی کے تار جھانک رہے تھے۔ اعلیٰ گھرانوں کی عورتیں اپنے بالوں کی سفیدی اور عمر کو چھپانے کے لئے کیا کیا جتن نہیں کرتی ہیں مگر انہوں نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی تھی اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ ایک مذہبی خاتون تھیں لڑکیوں کے دینی مدرسے، یتیم خانے اور انڈسٹریل ہومز ان کی سرپرستی میں چل رہے تھے۔ ان کی جوان بیٹی مس رخسانہ کبیر بھی ماں کے رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی وہ جب تک کھانے کی میز پر رہیں، ایک مرتبہ بھی ان کے سر سے پلو نہیں ڈھلکا مجھے حیرت کے ساتھ بڑی خوشی بھی ہوئی تھی اس لئے کہ آج بنگلہ دیش کی عورت کہیں سے کہیں جا نکلی تھی، وہ سماجی اور مذہبی بندھن پوری طرح توڑنے پر تلی ہوئی تھی، اسے اب اپنے معاشرے، رسم و رواج اور چاردیواری کی کوئی فکر نہ رہی تھی اور نہ اس کے ذہن میں کوئی الجھن تھی مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ اس بے جا آزادی کی بہت بڑی قیمت ادا کر رہی تھی۔

رات گیارہ بجے میں سعید الرحمان کے ہمراہ ان کی گاڑی میں جانے کے لئے نکلا سعید الکبیر نے دوسرے دن دفتر آنے کے لئے کہا اور بڑی خوشی اور گرمجوشی سے مجھے رخصت کیا۔ سعید الرحمان اپنی گاڑی خود چلاتے تھے انہوں نے ڈرائیور نہیں رکھا تھا انہوں نے میرے انکار کرنے کے باوجود مجھے میرے گھر تک لفٹ دی وہ مجھے بتانے لگے کہ سعید الکبیر کے والد حمید الکبیر جو اس ادارے کے بانی ہیں، ایک معمولی آدمی تھے۔ وہ ریل گاڑیوں اور سٹیمروں میں ناول، رسالے اور اخبارات بیچا کرتے تھے۔ وہ بڑے ذہین اور باہمت تھے انہوں نے اپنی تعلیم جاری رکھی اور رومانی ناولوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا قسمت ان پر مہربان تھی محنت رائیگاں نہیں گئی ان کی کوشش اور جدوجہد رنگ لائی جب ملک تقسیم ہوا مشرقی بنگال، مشرقی پاکستان بنا تب انہوں نے سہروردی کے مشورے پر روزنامہ آفاق کا اجراء کیا۔ وہ عوامی لیگ کے سرگرم کارکن بھی تھے مگر دیانتدار اور اصول پسند تھے۔ انہوں نے جتنی زبردست تنقید عوامی لیگ پر کی، کسی دوسری جماعت پر نہیں کی اس وجہ سے انہیں عوامی لیگ سے نکال دیا گیا مگر انہوں نے سچائی اور دیانت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ میں نے ایک مضمون اشاعت کی غرض سے روانہ کیا وہ مضمون انہیں اس قدر پسند آیا کہ مجھے ملازمت کی پیشکش کی میں نے قبول کر لی وہ میری قابلیت، صلاحیت اور خیالات سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ایک سال کے اندر مجھے انہوں نے اخبار کا ایڈیٹر بنا دیا میں نے ان کے مشن کو جاری رکھا ان کی وفات کے بعد سعید الکبیر نے اپنے باپ کی جگہ سنبھالی وہ بھی اپنے باپ کی طرح ہم خیال تھے یہ اپنے باپ کے مقابلے میں

زیادہ باصلاحیت ثابت ہوئے۔ میری ان باتوں کا مقصد صرف یہ ہے کہ جو چراغ حمید الکبیر نے جلایا' ان کا جو مشن ہے وہ پیش نظر رہے یہ چراغ کبھی بجھنے نہ پائے' یہ مشن ادھورا نہ رہ جائے۔*

میں رات سونے کے لئے بستر پر لیٹا تو خوشی سے میری عجیب حالت ہو رہی تھی۔ قدرت نے مجھے بڑی فیاضی سے ایک سنہرا موقع فراہم کیا تھا میرا مستقبل بڑا تابناک تھا آج کی رات مجھے اس بات کا بڑی شدت سے احساس ہوا کہ اس خوشی میں شریک ہونے کے لئے اس وقت کوئی نہیں۔ میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا کہ اتنی آمدنی میرے کس کام کی پھر مجھے اپنی زندگی میں ایک خلاء کا سا احساس ہوا میں نے خلاء میں جھانک کر دیکھا مجھے ایک رفیق سفر اور تنہائی کی ساتھی کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ اب مجھے ملازمت کے ایک دو مہینے کے بعد شادی کر کے گھر بسا لینا چاہئے میری عمر بتیس برس کی ہو رہی تھی۔ مجھے سعید الکبیر کی بیٹی رخسانہ کبیر اس لحاظ سے بہت پسند آئی تھی کہ وہ ایک سیدھی سادی لڑکی تھی سعید الرحمان نے مجھے بتایا تھا کہ اس لڑکی کا نکاح ہو چکا ہے رخصتی دو ایک مہینے میں ہونے والی ہے ورنہ تم سے اچھا داماد انہیں کبھی نہیں مل سکتا تھا۔

میں دوسرے دن روزنامہ آفاق کے دفتر پہنچا سعید الکبیر کی سیکرٹری نجم السحر سے ملا اس کی توسط کے بغیر سعید الکبیر سے ملاقات نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ پچیس چھبیس برس کی عورت تھی سرو قد اور متناسب جسم اور پرکشش۔ وہ سفید ساڑھی اور بغیر بازوؤں کے بلاؤز میں تھی مجھے اپنا تعارف کرانے کی ضرورت پیش نہیں آئی وہ میری تصویر نہ صرف ملک کے مختلف اخبارات بلکہ خود اپنے روزنامے میں دیکھ چکی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی مؤدبانہ انداز سے کھڑی ہو گئی اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے اپنا خوبصورت ہاتھ مصافحے کے لئے بڑھایا میں اس پذیرائی پر بہت خوش ہوا۔

وہ بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملاتی ہوئی شگفتگی سے بولی۔ "مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہی ہوں میں نے خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا کہ جادوگر سے ملاقات ہو جائے گی۔"

"جادوگر.........؟" میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ "میں جادوگر نہیں محترمہ میں ایک صحافی ہوں۔"

"آپ جادوگر ہیں۔" وہ دلکش انداز سے مسکرائی اس کے لہجے میں شوخی عود آئی۔ "آپ کا جادو پورے بنگلہ دیش میں ہی نہیں بلکہ مغربی بنگال تک پھیلا ہوا ہے میں آپ کو

مبارکباد پیش کرتی ہوں۔"

"کس بات کی مبارکباد؟" میں نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ "کیا جادوگری سیکھنے کی؟"

"جادوگری نہیں بلکہ ہمارے اخبار کے ایڈیٹر بننے کی۔"

"اوہ!" میں مسکرایا۔ "مسٹر سعید الکبیر نے آپ کو بتا دیا کہ میں نے ان کی پیشکش قبول کر لی ہے۔"

"انہوں نے صرف مجھے ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کو بتا دیا ہے کہ آپ اب روزنامہ آفاق کی ادارت کی ذمے داریاں سنبھال رہے ہیں۔"

"کیا مطلب.........؟"

"مطلب یہ کہ اس کی خبر ہمارے اخبار کے پہلے صفحے کی زینت بنی ہوئی ہے۔" نجم السحر نے اپنی میز پر رکھا ہوا اخبار اٹھا کر میری طرف بڑھایا۔ "شاید آپ نے ہمارا آج کا اخبار نہیں پڑھا اس لئے آپ کو اس بات کا علم نہیں ہو سکا۔"

میں نے اس کے ہاتھ سے اخبار لے کر دیکھا پہلے ہی صفحے پر نمایاں طور پر وہ خبر میری تصویر کے ساتھ شائع ہوئی تھی اس میں نہ صرف میرا تعارف و تعریف اور ادارت کی ذمے داریوں کے سنبھالنے کی خبر دی گئی تھی بلکہ اس میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ اب ان تمام لوگوں کے خلاف ارشاد چوہدری زبردست مہم چلائیں گے جو ملک و قوم کو تباہی کے کنارے کی طرف لے جا رہے ہیں اور جنہوں نے قانون کو ہاتھ میں لے رکھا ہے' وہ انہیں بھی بے نقاب کریں گے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری باتیں لکھی ہوئی تھیں۔

میں نے اخبار اسے واپس کرتے ہوئے اس کے چہرے پر اپنی نگاہیں مرکوز کر دیں وہ مجھے دزدیدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مسٹر سعید الکبیر نے میری تعریف میں مبالغے سے کام نہیں لیا؟"

"نہیں۔" اس نے مسکراتی نظروں اور خوشگوار انداز سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ آپ کی شایان شان اعلان شائع نہیں کیا گیا ہے آپ صحافی ہیں' سیاسی لیڈر یا وزیر نہیں ہیں جو تعریف توصیف پسند فرمائیں اوہ! .... آئی ایم ویری سوری۔" اس کے چہرے پر خجالت سی نمودار ہوئی۔ "میں نے آپ کو بیٹھنے کے لئے بھی نہیں کہا اچھا اب تشریف لے چلیں پلیز۔" اس نے سعید الکبیر کے کمرے کے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ "باس بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں انہیں اس بات پر تاسف ہو رہا ہے کہ آپ کو

لانے کے لئے گاڑی کیوں نہیں بھیجی گئی۔"

"میں ایک صحافی ہوں اور ان تکلفات کو پسند نہیں کرتا۔"

نجم السحر دروازے کی طرف بڑھی اور اس نے اس کے ہینڈل کے لٹو کو بے آواز گھما کر دروازہ کھولا اس نے دروازہ اس قدر کھلا رکھا کہ میں آسانی سے گزر سکوں اس نے سعید الکبیر کو میری آمد کی اطلاع دی۔ میں اس کے پاس سے گزرتا ہوا اندر داخل ہوا تو سعید الکبیر کو دیکھا وہ میرے استقبال کے لئے اپنی کرسی چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے میں نے ان کی میز کے پاس جا کر ان سے بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کیا پھر ایک کرسی پر بیٹھ گیا تو انہوں نے اپنی سیکرٹری سے کافی اور سینڈوچز کے لئے کہا پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ "آپ نے اخبار میں اپنے متعلق اعلان پڑھ لیا ہوگا صبح سے اب تک کوئی سینکڑوں ٹیلیفون مبارکباد کے آ چکے ہیں نہ صرف سیاسی لیڈروں اور وزیروں نے مبارکباد دی ہے بلکہ صدر اور وزیراعظم کے ٹیلیفون بھی آ چکے ہیں۔ عوام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے کون ایسا شخص ہوگا جس نے میرے انتخاب کو نہیں سراہا ہے۔"

"یہ سب کچھ من جانب اللہ ہے۔" میں نے کہا۔ "وہی عزت دیتا ہے وہی ذلت۔"

"یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ امریکہ میں دس برس کا لمبا عرصہ گزارنے کے باوجود اللہ کی ذات پر توکل کرتے ہیں۔"

"ہر مسلمان کو اس کی ذات پر توکل ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہئے جو انسان پر بھروسہ کرتا ہے' وہ کچھ پاتا نہیں بلکہ کھوتا ہے۔ توکل کے علاوہ صبر بھی بہت بڑی چیز ہے۔"

"آپ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ عزت اور نیک نامی صرف ایک بار ملتی ہے؟" انہوں نے مجھے گہری نظروں سے دیکھا۔

"جی ہاں۔" میں نے کہا۔ "ان پر ایک بار بھی داغ لگ جائے تو وہ ساری زندگی مٹانا چاہیں تو مٹا بھی نہیں سکتے۔"

"میں بھی دراصل یہی کہنا چاہتا ہوں۔" سعید الکبیر نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔ پچاس برس سے زیادہ عمر کے تھے مگر ان کی صحت قابل رشک تھی۔

وہ جوانوں کی طرح چاق و چوبند تھے۔ وہ کہنے لگے۔ "عزت اور نیک نامی حاصل کرنے سے زیادہ مشکل اسے برقرار رکھنا ہوتا ہے۔ اب آپ نے میدانِ کارزار میں قدم رکھ دیا ہے۔ آپ کا مشن ان لوگوں کے خلاف ہے جو جرائم پیشہ اور بد دیانت ہیں۔ جنہوں نے کسی نہ کسی شخصیت میں پناہ لے رکھی ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ میرا اور

میرے ادارے کا ریکارڈ کس قدر صاف ہے۔ بالکل صاف شفاف آئینے کی طرح' کسی کی مجال نہیں کہ مجھ پر حرف گیری کر سکے۔ میرے ادارے پر کیچڑ اچھال سکے۔ حکومت نے شراب اور جوئے پر سخت پابندی عائد رکھی ہے اس کے باوجود ان برائیوں پر قابو نہیں پایا جا سکا۔ آپ کو برباد کرنے اور اس ادارے کی عزت خاک میں ملانے کے لئے بد چلن اور حسین عورتوں کے جال بچھائے جائیں گے۔ حسین عورت سے بڑا حربہ کوئی اور نہیں ہوتا ہے۔ چونکہ امریکہ کے آزاد معاشرے میں آپ نے اپنے آپ کو غلط راستے سے محفوظ کیا ہے مجھے امید ہے کہ آپ کسی تتلی کا شکار نہیں بنیں گے۔"

"میں عمر کے اس حصے میں ہوں کہ مجھے کسی عورت کا حسن و شباب اس قدر متاثر نہیں کر سکتا ہے کہ میں غلاظت کی دلدل میں گر جاؤں۔"

"یہ بات مت کہئے مسٹر ارشاد چوہدری۔" سعید الکبیر زیر لب مسکرائے۔ "یہاں عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ دنیا میں عورت سے بڑی قیامت کوئی چیز نہیں ہے اس سے مہلک ہتھیار کوئی نہیں۔ پارسا زاہد خشک اور فرشتہ صفت انسان بھی بہک جائیں' انسان بہر حال انسان ہوتا ہے انسان فرشتہ نہیں .... عورت کا جادو کسی پر چل جائے تو اس کا کوئی توڑ نہیں ہوتا ہے۔"

"میں کوشش کروں گا کہ اس جادو سے بچوں اور کسی کمزور لمحے کا کبھی شکار نہ ہوں۔"

"بنگالی عورت کے حسن و جمال کا جادو تو ساری دنیا میں مشہور ہے" .... وہ بولے۔ "آپ کیوں نہیں کسی کا جادو چلنے سے پہلے اس کا توڑ تلاش کر لیتے۔ اس طرح آپ اس جادو سے محفوظ رہیں گے۔"

"اس جادو کا کیا توڑ ہو سکتا ہے؟" میں نے ان کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"شادی۔" ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر کے گہری ہو گئی۔ انہوں نے شگفتہ لہجے میں جواب دیا۔ "آپ کی رفیق حیات ہی اس جادو کا توڑ ہو سکتی ہے ایک اچھی بیوی بھی بہت بڑا جادو ہوتا ہے۔ اس کے آگے کسی بھی ساحرہ کا جادو چل نہیں سکے گا۔"

"میں بھی شادی کے بارے میں بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ "آپ سچ فرماتے ہیں۔ مجھے جیسے ہی کوئی لڑکی پسند آئی اس سے شادی کر لوں گا۔"

"اٹھارہ بیس برس کی لڑکی سے نہیں بلکہ پچیس چھبیس برس کی عمر کی عورت سے شادی کریں۔" سعید الکبیر نے کہا۔ "آپ کی عمر کے لحاظ سے اسی عمر کی عورت زیادہ

موزوں رہے گی۔ وہ آپ کی بہترین رفیقہ ثابت ہو گی۔ اس عمر کی عورت بے حد سنجیدہ‘ سلجھی ہوئی‘ قناعت پسند اور سادگی کی فطرت کی مالک ہوتی ہے۔ بردبار عورت ہی اچھی بیوی ثابت ہوتی ہے۔ یہ میرا مخلصانہ مشورہ ہے۔ حکم نہیں ہے۔“

نجم السحر کمرے میں کافی اور سینڈ وچز لئے اندر داخل ہوئی۔ جب وہ میز کے قریب پہنچی تو سعید الکبیر نے اس سے کہا۔ ”مس نجم السحر! کیا آپ کی نظر میں مسٹر ارشاد چوہدری کے لئے کوئی موزوں لڑکی ہے؟“

نجم السحر نے میز پر ٹرے رکھتے ہوئے میری طرف دلکش مسکراہٹ سے دیکھا اور شگفتگی سے بولی .... ”ایک نہیں سینکڑوں جناب۔“

”مجھے صرف ایک لڑکی سے شادی کرنا ہے سینکڑوں سے نہیں۔“ میں نے شوخی سے کہا۔

نجم السحر جھینپ گئی۔ اس کے چہرے پر سرخی کی لہر دوڑ گئی تو اس کا حسن اور نکھر گیا۔ حیا عورت کو کس قدر حسین بنا دیتی ہے۔ میں نے اس لمحے اپنے دل میں سوچا .... وہ مسکراتی ہوئی کہنے لگی .... ”میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میری نظر میں ایک نہیں سینکڑوں لڑکیاں ہیں ان میں سے ارشاد چوہدری جسے چاہیں پسند کر لیں۔“

”اس بات کا خیال رہے کہ یہ سترہ اٹھارہ برس کی لڑکی سے نہیں بلکہ پچیس چھبیس برس کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔“

”اس عمر کی لڑکیوں کی بھی کوئی کمی نہیں ہے۔“ اس نے میری اور سعید الکبیر کی طرف خالی پلیٹیں بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”تیس سے چالیس برس کی عمر کی لڑکیاں بھی رشتوں کے انتظار میں بیٹھی ہیں۔“

سینڈ وچز اور کافی سے فراغت پانے کے بعد سعید الکبیر نے میز کی دراز سے نکال کر اپائنٹ منٹ لیٹر میری طرف بڑھایا۔ ساتھ ایک پھولا ہوا لفافہ دیتے ہوئے بولے۔ ”اس میں دو ماہ کی پیشگی تنخواہ ہے۔“ پھر انھوں نے توقف کر کے ایک چابی میری طرف بڑھائی۔ ”یہ ہنڈا اکارڈ کی چابی ہے۔ اسی سال کا ماڈل ہے۔ ابھی آپ مس نجم السحر کے ساتھ دھان منڈی چلے جائیں تاکہ وہ مکان اور اس کی چابی آپ کے حوالے کر دے۔ اگر آپ کو یہ مکان پسند نہ آئے تو میں دوسرے مکان کا بندوبست کر دوں گا۔“

میں نجم السحر کے ہمراہ جانے سے پہلے سعید الرحمان کے کمرے میں ان سے ملنے اور ان کا شکریہ ادا کرنے گیا۔ تین دن کے بعد وہ اپنا چارج مجھے دینے والے تھے۔ پھر میں

ان سے ملاقات کر کے نجم السحر کے ہمراہ دھان منڈی روانہ ہو گیا۔ نجم السحر کی گاڑی ٹویوٹا کرولا تھی۔ یہ گزشتہ سال کا ماڈل تھا۔ اس نے گاڑی چلانے میں بڑی تیز رفتاری کا مظاہرہ کیا۔ اسے بڑی مہارت حاصل تھی گاڑی چلانے میں‘ ہمارے ہاں کی عورتیں عموماً اس حد تک تیز رفتاری سے گاڑی نہیں چلاتی ہیں۔ میں نے کبھی کسی عورت کو اتنی خطرناک ڈرائیونگ کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

دھان منڈی کے بنگلے پر وہ مجھے لے کر پہنچی ایک بوڑھے مگر صحت مند ملازم عبدل نے میرا والہانہ انداز سے استقبال کیا۔ وہ میرا پروگرام برسوں سے ریڈیو پر سنتا چلا آرہا تھا۔ اسے مجھ سے غائبانہ والہانہ عقیدت تھی۔ یہ شخص خانساماں‘ چوکیدار اور گھریلو ملازم تھا۔ اس کی بیوی چندا گاؤں میں رہتی تھی۔ اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ مجھے بنگلے کے اندر لے گیا۔ میں بنگلہ دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ ششدر بھی رہ گیا مجھے اندازہ نہ تھا کہ مجھے جدید سہولتوں سے آراستہ اتنا خوبصورت مکان رہائش کے لئے دیا جائے گا۔ یہاں کسی چیز کی کمی نہ تھی۔

نجم السحر نے مجھ سے پوچھا .... ”آپ اچھی طرح بنگلے کا جائزہ لے لیں۔ کسی چیز کی کمی محسوس ہو تو بتا دیں۔ کیا کوئی کمی محسوس ہو رہی ہے؟“

”ہاں ایک چیز کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی ہے جس کی کمی دور کرنے کا آپ نے وعدہ کیا ہے؟“ میں نے جواب دیا۔

”میں نے آپ سے کس چیز کی کمی کا وعدہ کیا ہے؟“ اس نے حیرت سے اپنی لانبی پلکیں جھپکائیں۔

”ایک عدد بیوی کے بندوبست کا۔“ میں ہنس پڑا۔

جوابی طور پر وہ بھی کھلکھلا کر ہنس پڑی .... ”یہ وعدہ کئے تو مجھے ابھی ایک گھنٹہ بھی پورا نہیں ہوا اس کے لئے آپ کو ایک دو مہینے صبر کرنا ہو گا اور پھر میں آپ کی سیکرٹری بھی مقرر کی جانے والی ہوں۔ آپ کے ساتھ رہوں گی جیسے ہی کوئی مناسب لڑکی ملے گی آپ کو دکھا دوں گی۔“

”مسٹر سعید الکبیر مجھے اپنی سیکرٹری دے رہے ہیں۔“ میرے لئے یہ خبر حیرت اور خوشی کی بات تھی۔ میں نے سرشاری سے کہا۔ ”کیا وہ بغیر سیکرٹری کے اپنے فرائض انجام دیں گے؟ کیا کسی نئی سیکرٹری کا تقرر کیا جا رہا ہے؟“

”جی ہاں!“ اس نے اپنا سر ہلایا .... ”مس رشیدہ جہاں کا تقرر ہو چکا ہے۔ یہ چار

سال قبل مسٹر سعید الرحمان کی سیکرٹری تھی۔ ملازمت کے سلسلے میں کویت چلی گئی تھی۔ عراق اور کویت کی جنگ سے دو دن قبل وہ اپنے والد کی عیادت کے لئے آئی تو بچ گئی۔ وہ وہاں ہوتی تو نہ جانے اس کا کیا حشر ہوتا۔ اس کے والد کی بیماری حیلہ بہانہ بن گئی۔"

عبدل نے چائے کے لئے اس قدر اصرار کیا کہ میں انکار نہ کر سکا۔ وہ چائے بنانے گیا تو نجم السحر نے مجھے بتایا کہ عبدل نہ صرف بہت اچھا ملازم ہے بلکہ بہت اچھا باورچی بھی ہے۔ وہ دنیا کے تمام کھانے پکانے میں بہت مہارت رکھتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں بڑا ذائقہ ہے۔

وہ چائے اور رس گلے لے آیا۔ رس گلے واقعی بہت شاندار تھے۔ اس نے مٹھاس بہت کم رکھی تھی۔ چائے بھی بہت اچھی بنی تھی۔ وہ گیٹ تک رخصت کرنے آیا۔ اس نے پوچھا۔ "آپ رات کھانے میں کیا کھائیں گے؟ کون سی ڈش پکواؤں؟ یہاں کی یا مغربی ڈش۔"

"میں اپنا سامان آج نہیں کل دوپہر کے وقت لے کر آؤں گا۔" میں نے جیب سے پچاس ٹاکا کا نوٹ نکال کر اسے دیا۔ "یہ کل تم اسلام پور روڈ سے مرغ پلاؤ لیتے آنا۔"

نجم السحر ہنس پڑی۔ "یہ اسلام پور روڈ کا مرغ پلاؤ ابھی تک نہیں بھولے۔ ویسے اس کا آج بھی وہی ذائقہ ہے جو دس برس پہلے تھا۔"

میں نے گاڑی میں بیٹھنے کے بعد اس سے کہا کہ مجھے شانتی نگر ڈراپ کر دے۔ میں دفتر کی گاڑی چارج لینے کے بعد استعمال میں رکھوں گا۔ وہ گاڑی چلانے لگی تو میں نے اسے ناقدانہ نظروں سے دیکھا۔ یہ بات میری سمجھ سے بالاتر تھی کہ ایک حسین' باوقار اور پُرکشش عورت نے شادی کیوں نہیں کی۔ یہ کوئی نئی یا تعجب خیز بات نہ تھی۔ اکثر لڑکیاں صحافت میں آنے کے بعد شادی نہیں کرتی تھیں۔ اس کا پس منظر کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا تھا۔

گاڑی نے بمشکل ایک کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا ہوگا کہ ایک سرخ رنگ کی ٹویاٹا کرولا نے ہماری گاڑی کو اوور ٹیک کرنے کی کوشش کی۔ یہ سڑک سنسان اور ویران پڑی تھی شاید اس لئے اس نے یہ حرکت کی تھی۔ مگر دوسرے لمحے ہی یہ غلط فہمی دور ہو گئی۔ جو گاڑی چلا رہا تھا اس نے کالا چشمہ پہن رکھا تھا اور اس کی داڑھی بھی کالی تھی۔ دوسرا جو اس کے برابر بیٹھا تھا۔ اس نے بھی ویسا ہی چشمہ پہن رکھا تھا مگر اس کا چہرہ نقاب میں تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک خوفناک قسم کا ریوالور جھانک رہا تھا۔ اس نے نجم السحر کو گاڑی

روکنے کا اشارہ کیا تو نجم السحر کے چہرے کا رنگ ایک لمحے کے لئے اُڑ گیا۔ مگر اس نے جلدی ہی خود پر قابو پا لیا۔ وہ ایک مضبوط اعصاب کی عورت تھی۔ اس نے مجھ سے مرتعش لہجے میں کہا۔ "مسٹر ارشاد چوہدری .... فرسٹ سرپرائز آپ کے لئے ...."

"شاید اس کو کہتے ہیں سر منڈاتے ہی اولے پڑے۔" میں نے اس کے چہرے پر اپنی نگاہیں مرکوز کر دیں۔ اس کے چہرے پر سفاکی ابھر آئی تھی۔ میں نے اس کا حوصلہ مزید بڑھایا۔ "گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے میں امریکہ میں اس قسم کے حالات سے کئی مرتبہ دوچار ہو چکا ہوں۔ ان کے ارادے زیادہ برے نہیں ہیں اگر مجھے ختم کرنا مقصود ہوتا تو وہ رسمی انداز سے حکم صادر نہیں فرماتے۔ میرے خیال میں ان کا حکم مان لینا ہی دانش مندی ہے۔ گاڑی روک لو۔"

میں نے اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر ہی غنڈوں کی گاڑی کی طرف دیکھا اور ریوالور والے غنڈے سے کہا کہ ذرا ایک منٹ صبر کریں ہم گاڑی روک رہے ہیں۔ میں نے اپنی گاڑی کی رفتار میں کمی نہیں دیکھی تو میں نے نجم السحر کی طرف دیکھا۔ اس نے میری بات جیسے ان سنی کر دی۔ اس نے جب مجھے اپنی طرف متوجہ پایا تو وہ بے خوفی سے کہنے لگی۔ "سر! بس آپ ذرا سنبھل کر بیٹھ جائیں۔ کلمہ پڑھنا چاہیں تو وہ بھی پڑھ لیں۔ میں ان کے ہاتھ لگنے والی نہیں ہوں۔ ذرا میں انہیں یہ بتاؤں کہ ڈرائیونگ بھی ایک فن ہے۔ بچوں کا کھیل نہیں ہے۔"

وہ گاڑی کی رفتار اچانک دھیمی کرنے لگی تو غنڈے یہ سمجھے کہ نجم السحر گاڑی روک رہی ہے۔ ہم دونوں خوفناک قسم کا ریوالور دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے ہیں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ نجم السحر کسی قسم کا خطرہ مول لے مگر اس نے ان بدمعاشوں کو چکمہ دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ انہوں نے ہماری گاڑی کی رفتار کم ہوتے ہوئے دیکھی تو اپنی گاڑی کو آگے لا کر ہماری گاڑی کچے میں اتارنے کے لئے نرغے میں لینے لگے۔ نجم السحر نے یکدم سے بریک لگائے تو گاڑی ایک جھٹکے سے رک گئی۔ غنڈوں کی گاڑی آگے بڑھ گئی۔ اس نے فوراً اپنی گاڑی آگے بڑھائی اور ان کی گاڑی کے پچھلے حصے پر اتنے زور سے ٹکر ماری کہ وہ سڑک پر لٹو کی طرح گھوم گئی۔ دوسرے ہی لمحے نجم السحر نے اپنی گاڑی تیزی سے بچاتے ہوئے نکال لی۔ پھر وہ برق رفتاری سے دوڑنے لگی۔ جتنی دیر میں وہ گاڑی ہمارے تعاقب میں آتی اتنی دیر میں ہماری گاڑی نے ایک کلومیٹر کا فاصلہ طے کر لیا تھا۔ پھر وہ گاڑی ہمارے

تعاقب میں نہ آسکی۔ اس لئے کہ ہم جس سڑک پر آئے تھے وہاں ٹریفک سیلاب کی طرح بہہ رہا تھا۔ پولیس کی گشتی گاڑی بھی چوراہے پر کھڑی تھی۔

اس نے چوراہے سے آگے جا کر اپنی گاڑی سڑک کے کنارے روک دی ہم دونوں گاڑی سے باہر نکل آئے گاڑی کا اگلا حصہ دیکھا وہ بری طرح پچک گیا تھا ایک ہی ٹکر نے گاڑی کا جغرافیہ بگاڑ دیا تھا۔ میں نے تاسف بھرے لہجے میں کہا۔ "یہ جاپانی گاڑیاں خوبصورت تو ہوتی ہیں مگر پائیدار نہیں ان میں مضبوطی تو ہوتی ہی نہیں۔"

"جاپانی گاڑیاں' وہاں کی لڑکیوں کی طرح نازک ہوتی ہیں۔" وہ میری طرف دیکھ کر مسکرائی۔

"آپ کو افسوس نہیں ہو رہا ہے اس غریب کا حلیہ بگڑ گیا ہے؟"

"مجھے اس کے حلئے سے زیادہ آپ کے حلئے کی فکر تھی۔" اس نے برجستگی سے کہا۔ "وہ غنڈے آپ کو اغوا کر کے لے جاتے اور آپ کی خوب خاطر تواضع کرتے۔ شاید مجھے بھی لے جاتے۔ یہ لفافہ بھی ان کے ہاتھ لگ جاتا۔ گاڑی کے حلئے کا کیا ہے انشورنس والوں سے اس کی مرمت کا بل وصول کرلوں گی یا پھر مسٹر سعید الکبیر سے کہہ کر دوسری گاڑی لے لوں گی۔"

"آپ نے مجھ پر جو احسان کیا ہے اسے کبھی بھلا نہ سکوں گا۔" میں نے ممنونیت سے کہا۔

"اس میں احسان کی کوئی بات نہیں۔" وہ اپنے شانے بے پروائی سے جھٹک کر بولی۔ "ایک طرح سے میں نے اپنی عزت بچانے کے لئے اتنا بڑا خطرہ مول لیا تھا۔ ان غنڈوں نے مجھے مالِ غنیمت سمجھ لیا تھا۔"

☆======☆======☆

تیسرے دن میں نے سعید الرحمان کی جگہ سنبھال لی۔ ان سے ادارت کا چارج لیا۔ اس موقع پر دفتر میں ایک الوادعی تقریب بھی منعقد ہوئی تھی جو سعید الرحمان کے اعزاز میں تھی۔ انہیں ان کے شایانِ شان خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ سعید الکبیر نے انہیں ان کی خدمات کے صلے میں دس لاکھ ٹاکا کی رقم پیش کی۔ انہیں بڑی عزت اور بہ صد احترام رخصت کیا گیا۔

مجھے چارج سنبھالنے کے تھوڑی دیر بعد ایک ریوالور اور اس کا لائسنس پیش کیا گیا۔ میں نے گاڑی کی چابیاں بھی وصول کر لیں۔ میں نے سب سے پہلا اداریہ پولیس کمشنر کی

ناقص کارگردگی یا مجرمانہ غفلت اور بے پروائی کے بارے میں لکھا۔ میں نے اعلیٰ حکام پر زور دیا کہ اس شخص کو فوری طور پر بر طرف کیا جائے جو قانون شکنی کا مرتکب ہو رہا ہے۔

سعید الرحمان نے بھی کبھی اس قدر سخت اداریہ پولیس کے خلاف نہیں لکھا تھا۔ میں نے صرف پولیس کمشنر کی ہی نہیں بلکہ پولیس کے محکمے کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی تھیں۔ میرے اس اداریے نے نہ صرف اس محکمے کو ہلا کر رکھ دیا تھا بلکہ وہ عوام کے دکھی دل کی آواز تھی۔ لوگ نہ صرف پولیس سے نالاں تھے بلکہ عاجز آچکے تھے۔ کیونکہ پولیس اور خون آشام درندوں میں کوئی فرق نہیں رہا تھا۔ میرے اس اداریے کو پڑھ کر ہوم سیکرٹری نے فوری قدم اٹھایا۔ اس نے پولیس کمشنر کو اس کی ملازمت سے بر طرف کر دیا۔

یہ ایک تلخ حقیقت تھی کہ میرے ملک میں پولیس کا محکمہ سب سے زیادہ بدنام تھا۔ ان کے ہاتھوں کسی شہری کی عزت' زندگی اور آبرو سلامت نہیں تھی۔ عوام کا مطالبہ یہ تھا کہ ہماری حکومت لیبیا کی طرح پولیس کے محکمے کو ختم کر دے۔

میں ایک ہفتے تک اس قدر مصروف رہا کہ مجھے سر کھجانے کی فرصت تک نہیں رہی تھی۔ میرے ہر اداریے نے ایک تہلکہ مچا دیا تھا۔ اس ایک ہفتے کے اندر اخبار کی اشاعت میں تین ہزار کا اضافہ ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ بزنس یعنی اشتہارات کی آمدنی میں دو لاکھ ٹاکا کا اضافہ ہوا تھا۔ یہ دونوں باتیں سعید الکبیر کے لئے موجب مسرت تھیں۔ وہ مجھ سے بہت خوش اور مطمئن تھے۔

بلبل اکیڈمی کی افروزہ چوہدری' جو میری کزن تھی اس نے اپنی اکیڈمی کی سالانہ تقریب میں مجھے بھی مدعو کیا تھا۔ رقص و موسیقی کا بھی پروگرام تھا۔ میں نے یہاں آنے کے بعد ایک بھی ایسی تقریب میں شرکت نہیں کی تھی۔ گذشتہ پندرہ بیس دن ایسی مصروفیت رہی تھی کہ سراٹھانے کی فرصت تک نہیں تھی۔ اب میں نے اس تقریب میں ہر قیمت پر شرکت کا فیصلہ کر لیا تھا۔ دعوت نامہ نجم السحر کے نام بھی تھا۔ میں نے اسے اپنے ہمراہ لے لیا۔

جس وقت ہم دونوں بلبل اکیڈمی پہنچے سہ پہر ڈھل رہی تھی۔ اس عمارت کے وسیع و عریض احاطے میں جو سبزہ زار تھا اس میں تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔ فضا بہت حسین تھی۔ درختوں کے نرم اور کومل پتوں پر سہ پہر کی دھوپ چمک رہی تھی اور چڑیوں کی چہکار بہت بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ وہ بھی جیسے کوئی راگ الاپ رہی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی رنگین سپنا پوری دھرتی پر پھیلا ہوا ہو۔

اس تقریب میں پہنچ کر میں نے اپنے اندر ایک عجیب سی سنسنی محسوس کی اور تقریب کا اثر آہستہ آہستہ بڑھتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس محفل میں خواتین کی خاصی بڑی تعداد موجود تھی۔ مرد تو آٹے میں نمک کے برابر تھے۔ اس محفل کی ساری رنگینی اور حسن' رونق اور شباب ان کے دم سے تھا۔ فضا پر خمار بھی ان کی وجہ سے چھا رہا تھا۔ ان کی نقرئی ہنسی' آواز کا ترنم ہر سو پھیلا ہوا تھا۔

کسی محفل میں اگر عورت نہ ہو تو وہاں حسن اور کشش نام کو بھی نہیں ہوتی۔

ابھی تقریب کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ البتہ روی شنکر کی ٹھمری کا ریکارڈ لگا ہوا تھا۔ اسپیکرز جو وسیع و عریض سبزہ زار کے کناروں کے درختوں اور پودوں میں چھپے ہوئے تھے ان میں سے نکلتی موسیقی کی آواز پہاڑی جھرنوں کی طرح محسوس ہو رہی تھی۔ افروزہ بلبل مہمانوں کے استقبال کے لئے حسین و نازک اندام مہ پاروں کے جھرمٹ میں کھڑی تھی۔ ان سے میرا تعارف کرایا گیا ان میں ایک کویتا تھی۔ اس کے ہاتھ میں کیمرہ تھا جو مہمانوں کی تصویریں اتارنے کا فرض انجام دے رہی تھی۔ وہ حشر سامانیوں کے ساتھ کھڑی کسی خوبصورت ناگن کی طرح لگ رہی تھی۔ گو اس کے لباس سے بے حجابی نمایاں تھی مگر آج کے دور میں کوئی نئی بات نہ تھی۔ وہ کشش کے خزانے سے بھرپور تھی۔ اس کا حسن بے مثل کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ بڑی بڑی آنکھیں' زلفِ بنگال تو ساری دنیا میں مشہور ہے۔ چہرے کے نقش و نگار بھی سبک اور سجل تھے۔ تیز ذہین اور طرح دار تھی۔ اس کا نام بھی اس کی طرح خوبصورت تھا۔ وہ میری آنکھوں کے راستے سیدھی دل میں اتر گئی۔ یہ پہلی صورت تھی جو مجھے پسند آئی تھی۔ اس کی عمر بائیس تیئس برس کی لگ رہی تھی۔

کویتا نے میری دو تین تصویریں اتاریں وہ نجم السحر سے بڑی گرمجوشی سے ملی تھی جیسے وہ اس کی دیرینہ دوست ہو۔ میں نے افروزہ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں ایک عام مہمان کی طرح آ کر کسی کونے کھدرے میں بیٹھ جاؤں گا۔ وہاں میری پبلسٹی کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ایک دو گھنٹے سے زیادہ وقت دے نہیں سکوں گا۔

میں اور نجم السحر سب سے پچھلی نشست پر جا بیٹھے۔ میں نے نجم السحر سے پوچھا۔

"یہ مس کویتا کون ہے؟"

"کیا آپ کو کویتا پسند آ گئی ہے؟" اس نے زیر لب تبسم سے میری طرف دیکھا۔

"اگر میں یہ کہوں کہ وہ مجھے پسند نہیں آئی ہے تو یہ غلط بات ہو گی۔" میں نے کہا۔

"وہ نہ صرف بہت حسین ہے بلکہ پُرکشش بھی ہے۔ اس نے مجھے پہلی ملاقات اور پہلی

نظر میں متاثر کیا ہے۔"

"ویری گڈ!" نجم السحر بے اختیار مسکرا دی۔ پھر وہ سنجیدہ سی ہو گئی۔ "بلاشبہ کویتا ایک ایسی حسین عورت ہے جو مرد کو پہلی نظر میں متاثر کرتی ہے۔ ایک عورت ہونے کے ناتے میری رائے یہ ہے کہ وہ اچھی بیوی ثابت نہیں ہو سکتی۔ کویتا جتنی حسین ہے اتنی ہی اس کی زندگی پُراسرار بھی ہے۔ اس کے والدین حیات نہیں ہیں۔ اس کی بڑی بہن انیتا چار پانچ سال پہلے ٹیلی وژن کی مشہور و مقبول اداکارہ تھی۔ اس نے ایک اعلیٰ فوجی افسر پر ڈورے ڈالے۔ اس فوجی افسر نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور بچوں کو بھی چھوڑ دیا۔ پھر انیتا سے شادی کر لی۔ تین برس پہلے جب حکومت کا شیرازہ بکھرا تو انیتا اور اس کا شوہر ملک سے باہر چلا گئے۔ وہ کہاں ہیں۔ کچھ پتا نہیں۔ حکومت کو آج بھی اس کی تلاش ہے اور اس کی گرفتاری پر پانچ لاکھ ٹاکا کا انعام بھی مقرر کیا جا چکا ہے۔ کویتا مگ بازار میں ایک فلیٹ میں تنہا رہتی ہے۔ شاید ایک بوڑھی ملازمہ بھی ساتھ ہے۔ دو سال پہلے وہ ٹیلیوژن کے ڈراموں میں آتی رہی۔ اسے ایک فلم میں چانس ملا تھا۔ اس کی پہلی فلم نے بڑی کامیابی حاصل کی۔ اسے دوسری فلمیں اس لئے نہ مل سکیں کہ اس کے نخرے اتنے زیادہ اور اس کی شرائط اتنی کڑی تھیں کہ فلم سازوں نے کانوں کو ہاتھ لگا لیا۔ پہلی فلم کے فلم ساز اور ہدایت کار کو اس نے اس قدر تنگ اور عاجز کیا کہ وہ دونوں رو دیئے تھے۔"

"اسے فلم سے نکال باہر کیوں نہیں کیا؟" میں نے درمیان میں پوچھا۔

"اس لئے کہ وہ فلم میں کام کرنے کا پورا معاوضہ لے چکی تھی۔" نجم السحر نے جواب دیا۔ "اس نے نصف سے زیادہ فلم بننے کے بعد پریشان کرنا شروع کیا تھا۔ ہدایتکار چونکہ بہت ہوشیار تھا اس نے کسی نہ کسی طرح فلم وقت سے پہلے مکمل کر کے اس سے نجات حاصل کر لی۔"

"اب محترمہ کیا کرتی ہیں؟"

"وہ ماڈلنگ کر رہی ہے۔" وہ بتانے لگی۔ "اس کے علاوہ اسے فوٹو گرافی کا بہت شوق ہے۔ شوقیہ بھی کرتی ہے اور کمرشل بھی۔ شادی بیاہ اور خاص تقریبات کی ویڈیو بھی بناتی ہے۔ اس کے پاس ہر قسم کے جدید ترین کیمرے بھی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بہترین فوٹو گرافر ہے۔ پورے ملک میں اس پائے کے فوٹو گرافر دو چار ہی ہوں گے۔"

"اس نے شادی کیوں نہیں کی؟" میں نے دریافت کیا۔ "اس کے لئے رشتوں کی

کوئی کمی نہیں رہی ہو گی؟"

"وہ شاید ابھی کسی بندھن میں بندھ جانا نہیں چاہتی۔" نجم السحر نے کہا۔ "اس کے لئے رشتوں کی کبھی کوئی کمی نہیں رہی۔ اس کی ایک بہت بڑی صنعت کار سے شادی ہوتے ہوتے رہ گئی۔ اس لئے کہ اس صنعت کار کی دو بیویاں پہلے سے موجود تھیں۔ پہلی بیوی ایک سابقہ اداکارہ ہے۔ دوسری بیوی ایک صحافی تھی۔ ان دونوں نے مل کر وہ ہنگامہ کھڑا کیا کہ یہ شادی آخر ہو نہ سکی۔"

"اس کی زندگی تو بڑی پُرتعیش معلوم ہوتی ہے؟"

"ظاہر ہے وہ ایک حسین و جمیل اور الٹرا ماڈرن لڑکی ہے۔" نجم السحر کہنے لگی۔ "اس میں پندارِ حسن بھی ہے۔ وہ مس ڈھاکہ منتخب ہو جاتی اگر علماء دین کی طرف سے مقابلہ حسن کے انعقاد کی پُرزور مخالفت نہیں کی جاتی۔ وہ فائنل میں پہنچ بھی گئی تھی۔ وہ اپنی آمدنی سے زیادہ اپنی ذات پر خرچ کرتی ہے۔ میں نے سنا ہے کہ اس کی شاہ خرچیوں نے اسے کئی لوگوں کا مقروض بنا دیا ہے یا پھر کوئی اور اسرار ہے۔"

ہم دونوں باتوں کرنے میں مصروف تھے اس وجہ سے سٹیج کی طرف توجہ نہ دے سکے تھے ادھر کارروائی کا آغاز ہو گیا تھا۔ اس تقریب کے صدر ملک کے سابق صدر خوندکر مشتاق احمد تھے جبکہ مہمان خصوصی ابن میزان خان تھے جن کا تعلق فلم انڈسٹری سے تھا۔ وہ فلم ساز' ہدایت کار' کہانی نویس اور ڈسٹی بیوٹر بھی تھے۔ انہوں نے بڑی اچھی فلمیں بنائی تھیں۔ بلبل اکیڈمی کے فنکاروں کو اپنی فلموں میں چانس دیتے رہتے تھے۔ افروزہ بلبل اپنی شیریں آواز میں سالانہ رپورٹ پیش کر رہی تھی۔ سامعین پر سناٹا چھا گیا تھا۔ اس لئے کہ سب ہمہ تن گوش تھے۔

اس رپورٹ کے بعد تقریروں کا سلسلہ چل نکلا۔ صاحب صدر' جنرل سیکرٹری بلبل اکیڈمی نجمہ ناہید اور ابن میزان خان نے بڑی مختصر تقریریں کر کے سامعین کو بہت بڑی بوریت سے بچا لیا۔ میری نگاہوں کی گرفت میں کویتا بھی تھی جو کسی رنگین تتلی کی طرح کبھی سٹیج پر تو کبھی سٹیج کے نیچے تصویریں اتارتی پھر رہی تھی۔ میری سمجھ سے بالاتر تھا کہ اسے فوٹوگرافی کا شوق کس لئے ہے۔ یہ شوق اسے زیب نہیں دیتا۔ تصویر کھینچنے کے بجائے اسے اپنی تصویریں اترواتے رہنا چاہئے۔ وہ تھی بھی اس قابل کہ اس کی ہر زاویے سے تصویر اتاری جائے۔ اس کا سراپا دیکھنے والوں کے دلوں پر بجلی بن کر گر رہا تھا۔ پریس اور کمرشل فوٹوگرافر اس کی تصویریں بھی لے رہے تھے۔ اس کی بھی ویڈیو فلم بنائی جا رہی

تھی۔

کمپیئرنگ جو کر رہی تھی وہ سترہ اٹھارہ برس کی ایک شوخ لڑکی ستارہ نثار تھی۔ یہ عمر ہی ایسی ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو ہر طرح سے نمایاں کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ وہ قیامتِ عالم بنی ہوئی تھی۔ کمپیئرنگ سے زیادہ دلکشی اس کے حسن میں تھی۔ اس نے مائیک پر آ کر بڑے ناز و ادا سے کہا۔ "خواتین و حضرات! ہم آپ کو آج ایک ایسی مدھر آواز سے متعارف کرا رہے ہیں جو آپ کے دل کی گہرائیوں میں اتر جائے گی۔ مس نیلما جلیل نے اپنی آواز میں خان عطا الرحمان کی نئی فلم کے لئے ایک گانا ریکارڈ کرایا ہے۔ ہماری درخواست پر بھی صرف ایک گیت سنانے کی شرط پر سٹیج پر آئی ہیں۔ آپ اس بات کو ان کے غرور پر محمول نہ کریں۔ دراصل وہ ایک گھریلو مزاج کی ہیں۔ اس کے علاوہ تدریسی پیشے سے وابستہ ہیں۔ اس لئے وہ اپنے آپ کو محدود رکھنا چاہتی ہیں۔ تشریف لاتی ہیں مس نیلما جلیل..........."

سامعین نے پُرزور تالیوں سے اس کا خیرمقدم کیا۔ وہ سٹیج کے ایک کونے سے نمودار ہوئی تو اس لمحے مجھے ایسا لگا جیسے چودھویں کا چاند نمودار ہوا ہو۔ اس وقت شام کی سیاہی رات کی تاریکی کی آغوش میں پوری طرح سمٹی ہوئی تھی۔ روشنیوں کے سحر نے ماحول کو اور رنگین بنا دیا تھا۔ میں نے نیلما جلیل کو دیکھا تو دیکھتا رہ گیا۔ اس کا حسن اور سراپا میرے دل پر بجلی بن کر نہیں گرا تھا۔ نہ وہ ایسے ہیجان خیز لباس میں تھی کہ مجھ پر قیامت گزر جاتی۔ اس کا حسن میرے دل پر قیامت ڈھا گیا تھا۔ وہ سفید لباس میں تھی۔ سفید لباس ہمیشہ سے میری کمزوری رہا ہے۔ مجھے سفید لباس میں ہر عمر اور ہر شکل و صورت کی عورت بہت اچھی لگتی ہے۔ وہ سفید سوتی ساڑھی اور سفید بلاؤز میں ملبوس تھی۔ اس نے بالوں کا جوڑا کس کر باندھا ہوا تھا۔ رجنی گندھا کا پھول اس کے جوڑے میں لگا ہوا تھا۔ اس کی سانولی رنگت تھی مگر صورت بڑی موہنی تھی۔ میرے ذہن میں گلاب کھلتے گئے۔ اس کے گلے میں سفید موتیوں کا ہار اس کے چہرے کی طرح دمک رہا تھا۔ ساری دنیا کی طرح وسیع ساحر آنکھیں اتنی خوبصورت تھیں کہ جی ان میں ڈوبنے کے لئے مچل اٹھا تھا۔ اس کا سراپا عجیب بہار دے رہا تھا۔ وہ صرف میرا تصور اور آئیڈیل ہی نہیں تھی کسی دور دیس کی شہزادی تھی۔

خوابوں کی شہزادی' قصے کہانیوں کی شہزادی' ایک ایسی شہزادی جسے پانے کی ہر شہزادہ آرزو کرتا ہے۔

وہ مائیک کے سامنے آ کر کھڑی ہوئی تو ایسا لگا جیسے کوئی حسین مجسمہ نصب کر دیا گیا ہو پھر وہ سازندوں سے بات کرنے لگی۔ انہیں شاید گیت کے بول بتا رہی تھی۔ نجم السحر نے مجھ سے سرگوشی کی "سر! اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ نیلما میری سہیلی اور ریما کی چھوٹی بہن ہے۔"

"خیال نیک ہے۔" میں نے سرگوشی میں جواب دیا۔

"مگر یہ سکول ماسٹر کی بیٹی ہے اور استانی ہے۔" وہ بولی۔ "غریب لوگ ہیں اس وجہ سے اس کی اب تک شادی نہ ہو سکی۔"

"تو کیا ہوا؟" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"وہ آپ کی حیثیت کے مقابلے کی نہیں ہے۔ کیا آپ ایک معمولی گھرانے کی لڑکی کو اپنا جیون ساتھی بنانا پسند کریں گے؟"

"مجھے شادی لڑکی سے کرنا ہے اس کی حیثیت اور دولت سے نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ میری جیون ساتھی سگھڑ سلیقہ شعار اور اہلِ خانہ ہو۔ شوہر پرست ہو۔ دولت پرست نہ ہو۔"

"محبت اور شادی میں حیثیت کا بڑا دخل ہوتا ہے۔" اس نے تکرار کی۔ "آپ کو ایک اعلیٰ سوسائٹی میں اٹھنا بیٹھنا ہے۔"

"اس موضوع پر پھر بات ہوگی۔" میں نے سٹیج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "وہ گیت سنانے کے لئے دھن گنگنا رہی ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ اس کی آواز کیسی ہے؟ کیا واقعی مدھر آواز ہے؟"

دوسرے لمحے اس کی آواز فضا میں لہرائی۔ "پدما کی موجو.......... میرے محبوب کا رستہ نہ روکو۔ میں اس کا صدیوں سے رستہ دیکھ رہی ہوں۔"

اس کی آواز میں بڑا جادو تھا۔ وہ روح کی گہرائیوں میں اترنے لگی۔ دل کو چھونے لگی۔ سامعین پر ایک گہرا سکوت چھا گیا۔ اس کی آواز اپنا جادو جگا رہی تھی۔ وقت کی ہی نہیں بلکہ میری نبض بھی جیسے رک گئی تھی۔ واقعی وہ ایک عظیم فنکارہ تھی۔ اسے اپنی آواز اور اتار چڑھاؤ پر بڑی دسترس حاصل تھی۔ اس نے سننے والوں کو بے خود کر کے رکھ دیا تھا۔ میں گھائل ہو گیا تھا۔ جب نیلما جلیل نے اپنا گیت ختم کیا تو ساری فضا تالیوں کے شور سے گونج اٹھی۔ میں نے بھی بڑے زور سے تالیاں بجا کر داد دی۔ سبھی اسے پُرستائش نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ اس سے دوسرے گیت کی فرمائش

کی جاتی وہ سٹیج سے تیزی سے اتر کے نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔ مگر میرے دل سے اوجھل نہ ہو سکی۔ میری نظروں میں اس کا چہرہ اور سراپا لہراتا رہا۔

اس کے بعد دو تین فنکار اور آئے۔ وہ نغمہ سرا ہوئے۔ مگر محفل جم نہ سکی۔ نیلما جلیل سبقت لے گئی۔ اس کے بعد دو تین کلاسیکل رقص پیش گئے۔ ایک دو رقص افروزہ بلبل نے بھی پیش کئے۔ یہ تقریب اپنے وقت پر اختتام کو پہنچی۔ میں باوجود کوشش کے اس تقریب کے اختتام سے قبل اٹھ نہ سکا۔ ایک تو اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ دفتر میں ایسا کوئی کام نہ تھا۔ تقریباً تمام کام نمٹا کر آ چکا تھا۔ صرف ایک اداریہ لکھنا باقی تھا۔ وہ رات گیارہ بارہ بجے بھی دفتر جا کر لکھ سکتا تھا۔ آخری کاپی رات دو بجے پریس جاتی تھی۔ اس کے علاوہ ایک دو اداریے پیشگی طور پر لکھ کر رکھ دیتا تھا تاکہ بوقتِ ضرورت کام آ سکیں۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ نیلما جلیل سے میں ملنا چاہتا تھا۔ اس کی مقناطیسی کشش نے مجھے روکے رکھا تھا۔ نجم السحر نے کھانے کے موقع پر ملانے کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ میں چونکہ فوری طور پر گھر بسانے کے موڈ میں تھا اس لئے نیلما جلیل سے آج ابھی اور اسی وقت ملنا چاہتا تھا۔

کھانا شروع ہونے میں تھوڑی دیر باقی تھی۔ میں تقریب کے اختتام سے قبل دفتر کی عمارت کے ایک کمرے میں آ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس لئے کہ تقریب میں موجود مہمانوں میں سے کچھ نے مجھے پہچان لیا تھا۔ نجم السحر تھوڑی دیر بعد نہ صرف اسے اپنے ساتھ لے آئی تھی بلکہ ایک بیرا ہم تینوں کے لئے کھانا لے آیا تھا۔ نجم السحر نے نیلما جلیل کو ایک طرح سے سرپرائز دیا تھا میرا تعارف کرا کے۔ وہ مجھے دیکھ کر مجھ سے مل کر بہت خوش ہوئی۔ وہ بھی میری زبردست پرستار تھی۔ اس نے یہ کہہ کر میری حیرت دوچند کر دی کہ اس کے پاس کوئی سو کے قریب ایسے آڈیو کیسٹ ہیں جس میں میرے تبصرے محفوظ ہیں۔ اسے میری آواز' تبصرے اور تبصرے کرنے کا انداز بہت زیادہ پسند تھا۔ وہ مجھ سے ملاقات کرنے کے خواب دیکھتی تھی۔ اس نے کبھی بھولے سے بھی نہیں سوچا تھا کہ کوئی لمحہ اسے ملا بھی سکتا ہے۔ اس کے خواب کی تعبیر بھی پوری ہو سکتی ہے۔

میں اسے کیسے بتاتا کہ تم نے مجھے کس قدر متاثر کیا ہے۔ تمہیں سٹیج پر کچھ دیر پہلے دیکھا تو میرے دل کی کیا حالت تھی۔ ایک لمحے کے لئے مجھے اپنے دل کی دھڑکنیں رکتی ہوئی بھی محسوس ہوئی تھیں۔ میرے دل نے پوری قوت سے مجھے پکار کے کہا تھا کہ تمہیں اسی کی تلاش تھی نا؟.......... مجھے آج تک کسی عورت نے اپنا اسیر نہیں بنایا تھا۔ مگر تم میں نہ جانے کیا بات تھی کہ ہونے والی ہو چکی ہے جبکہ ہم پہلی بار ایک دوسرے سے مل

رہے ہیں۔ لوگ سچ کہتے ہیں کہ زلفِ بنگال سب سے بڑا جادو ہے۔

اس میں شہزادیوں جیسا وقار اور تمکنت تھی۔ لب و لہجے میں شیرینی تھی۔ کھانے کی میز پر وہ مجھ سے تبادلۂ خیال کر رہی تھی۔ اس نے میرے اداریوں کی بڑی تعریف کی بے حد سراہا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اسے نظروں کے سامنے پا کر میری کیا حالت ہو رہی ہے؟ مجھے خود پر بڑی حیرت ہو رہی تھی کہ میری ایک عام نوجوان اور سر پھرے عاشق جیسی کیفیت کس لئے ہو رہی ہے۔ میرے دل کی دھڑکن تیز اور بلند ہوئی جا رہی تھی۔ کتنی ہی مرتبہ ہماری نگاہیں ملیں اور جھکیں۔ اس کی باتوں سے میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ نمودار ہوتی رہی تھی۔ اس غریب کو ذرا بھی شک اور احساس نہیں ہو پایا تھا کہ میرے دل میں اس کی محبت کا چراغ جل اٹھا ہے۔

جس وقت ہم تینوں کھانے سے فراغت پا چکے اس وقت افروزہ بلبل کسی کام سے آئی تو اس کے ہمراہ کویتا بھی تھی۔ کویتا کے پاس ویڈیو کیمرہ تھا۔ اسٹل کیمرہ اس کی گردن میں جھول رہا تھا۔ اس نے مجھے اور نیلما کو محوِ گفتگو دیکھا تو اس کا چہرہ بجھ سا گیا۔ اسے شاید ناگوار گزرا تھا۔ اس نے جلد ہی اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے نجم السحر سے پوچھا۔ "تم گاڑی لائی ہو؟"

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔ "میں مسٹر ارشاد چوہدری کی گاڑی میں آئی ہوں۔ خیریت تو ہے؟"

"آج میری گاڑی خراب تھی اس لئے مجھے ٹیکسی میں آنا پڑا تھا۔" وہ بولی۔ "مجھے گھر تک لفٹ چاہئے میں اکیلی ہوں۔ میرے پاس دو بے حد قیمتی کیمرے ہیں۔ تم جانتی ہو آج کل حالات کس قدر خراب ہیں۔"

میں اس کی بات کی تہہ میں پہنچ گیا۔ میں نے رسمی طور پر کہا۔ "میں آپ کو ڈراپ کر دوں گا۔"

"تھینکس!" اس کا حسین چہرہ دمک اٹھا۔ رخساروں پر سرخی دوڑ گئی۔ "ہم تھوڑی دیر بعد چلتے ہیں۔ میں اس زحمت کے لئے معذرت خواہ ہوں۔"

"میں افروزہ کی دوست کی خاطر بڑی سے بڑی زحمت اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔" میں نے کہا۔

"اگر ایسی بات ہے تو میں کسی دن آپ کو بہت بڑی زحمت دوں گی۔" وہ چہکی۔ "اپنی بات پر قائم رہئے گا۔"

میری گاڑی میں صرف کویتا ہی نہیں تھی بلکہ نیلما جلیل بھی تھی۔ کویتا پچھلی نشست پر اپنے کیمروں سمیت نجم السحر کے ساتھ بیٹھ گئی۔ سب سے پہلے میں نے نجم السحر کو اس کے گھر ڈراپ کیا۔ اگلی نشست پر میرے ساتھ نیلما جلیل بیٹھی رات کی رانی کی طرح مہک رہی تھی۔ اس نے کوئی خوشبو نہیں لگا رکھی تھی۔ جبکہ کویتا خوشبو سے مہک رہی تھی۔ وہ دونوں عورتیں تھیں مگر ان میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ کویتا نے مجھ سے جس قسم کے سوالات کئے ایسا ایک سوال بھی نیلما جلیل نے نہیں کیا تھا۔ کویتا نے اشاروں میں یہ کریدنے کی کوشش کی کہ میں امریکہ سے کتنے ڈالر کما کر لایا ہوں۔ میں اس عظیم ملک کو چھوڑ کر اس ملک میں کیوں آ گیا ہوں جہاں کوئی مستقبل نہیں ہے۔ یہاں کی زندگی میں کوئی حسن اور کشش نہیں ہے۔ یہ کوئی ملک ہے۔ رہنے کی جگہ ہے۔ آدمی یہاں جانوروں کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ جب امریکہ سے لاکھوں ڈالر لائے ہو تو ملازمت کی کیا ضرورت ہے۔ کوئی رسالہ نکال لیتے یا فلم بنا لیتے۔ شو بزنس کے موضوع پر کوئی رسالہ نکالنا ہو تو میری خدمات حاضر ہیں۔ میں ہر ممکن تعاون کروں گی۔ لاکھوں روپے کے اشتہارات دلواؤں گی۔ اس کا خیال تھا کہ میں امریکہ سے لاکھوں ڈالر کما کر لایا ہوں۔ میں نے اس کی باتوں سے محسوس کیا کہ وہ مجھ پر نہیں بلکہ میری دولت پر ریجھ گئی ہے۔

میں نے کویتا کو ڈراپ کرنے سے پہلے نیلما جلیل کو اس کے گھر پر ڈراپ کیا جو گنڈیریا میں تھا۔ یہ علاقہ پسماندہ تھا۔ یوں بھی نیلما جلیل کی موجودگی اسے زہر لگ رہی تھی۔ یہ علاقہ تو اسے بالکل پسند نہیں آیا تھا۔ اس نے نیلما جلیل سے حقارت آمیز لہجے میں پوچھا۔ "آپ اس گندے اور چھوٹے علاقے میں کب سے رہ رہی ہیں؟"

"بائیس برس سے۔" نیلما جلیل نے اس کی بات کا برا مانے بغیر جواب دیا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ بولی۔ "میں پیدا بھی اسی علاقے میں ہوئی۔"

"میں زندگی میں پہلی مرتبہ یہاں آئی ہوں۔" اس نے کڑوا سا منہ بنایا۔ "اب آئندہ میں کبھی بھولے سے بھی نہیں آؤں گی۔"

"کیا کسی نے آپ سے یہاں آنے کے لئے کہا ہے؟" میں نے عقبی آئینے میں اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کہا تو نہیں۔" وہ جزبز ہو کر بولی۔ "کسی نے کہا تو میں صاف انکار کر دوں گی .... پلیز! آپ انہیں جلدی سے ڈراپ کر دیں نا۔"

چند لمحوں کے بعد نیلما جلیل کے مکان کے سامنے میں نے گاڑی روکی۔ اس کی بڑی

خواہش تھی کہ میں اس کے ہاں ایک کپ چائے پیوں۔ اس کے گھر والوں سے ملوں۔ اس کے گھر والے مجھ سے ملنا اپنے لئے ایک اعزاز اور خوش قسمتی سمجھیں گے۔ میری خود بھی خواہش تھی کہ نیلما کے ساتھ اس بہانے کچھ اور وقت گزاروں۔ کویتا کے چہرے پر تیزی و تندی' ناگواری کے تاثرات اور آنکھوں میں حقارت دیکھ کر میں نے معذرت کرلی۔ کسی اور دن آنے کا وعدہ کرلیا۔ یہ میں نے رسمی طور پر نہیں کیا تھا۔ میں نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ ایک مہینے کے اندر اندر کسی دن نجم السحر کے ہاتھ نیلما کے لئے اپنا رشتہ بھیجوں گا۔

مگ بازار میں کویتا کا فلیٹ تھا۔ میں نے اسے ڈراپ کیا تو اس نے ایک کپ چائے پینے کے لئے اتنا شدید اصرار کیا کہ مجھے اس کی بات ماننا پڑی۔ وہ یہاں پہنچنے تک بہت بے تکلف ہو گئی تھی اور سارا راستہ چہکتی رہی تھی۔ اس کا یہ فلیٹ خوبصورت اور آراستہ و پیراستہ تھا۔ وہ ایک شاہانہ زندگی گزار رہی تھی۔ ایک کمرے کو اس نے ڈارک روم دوسرے کو سٹوڈیو بنا رکھا تھا۔ نشست گاہ میں دیواروں پر اس کی کھینچی تصویریں آویزاں تھیں۔ یہ تصویریں فلمی ستاروں کی تھیں۔ اس نے بہت اچھی تصویریں کھینچی تھیں۔ واقعی وہ ایک بہترین فوٹوگرافر تھی۔

ایک بوڑھی مگر صحت مند اور چاق و چوبند ملازمہ تھی جو سرونٹ روم میں رہتی تھی۔ اس نے جتنی دیر میں چائے بنائی کویتا نے اتنی دیر میں اپنا ڈارک روم اور سٹوڈیو دکھایا۔ تصویروں کی البم دکھائی۔ چائے پیتے ہوئے وہ مجھ سے میری نجی زندگی' ملازمت' تنخواہ اور امریکہ کی زندگی کے بارے میں باتیں کرتی رہی۔ اس نے مجھے یہ بھی بتایا کہ وہ اتنی حسین زندگی گزارنا چاہتی ہے کہ اس ملک میں کوئی عورت گزارتی نہیں ہو گی۔ میں اس کی باتیں سنتا اور اپنا سر ہلاتا رہا۔ میں نے سوچا کہ اسے مشورہ دوں کہ وہ کسی سمگلر سے شادی کرلے۔ اس کے سارے خواب پورے ہو جائیں گے۔

میں اس کے ہاں سے اٹھا تو رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ میں سیدھا دفتر پہنچا۔ میں نے وزیر خارجہ کے ایک بیان پر اداریہ لکھا۔ دھان منڈی پہنچا۔ عبدل نے مجھے چائے بنا کر دی۔ میں نے چائے پی کر کپڑے تبدیل کئے۔ سونے کے لئے بستر پر لیٹا تو نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ نیلما یاد آ رہی تھی۔

میرے ملک کی سیاست محبوب کے مزاج کی مانند تھی۔ پل پل میں بڑی سنسنی خیز' چونکا دینے والی اور افسوسناک خبریں آتی تھیں۔ سیاست کے بازی گروں کے کھیل تماشے

بڑے زور و شور سے جاری تھے۔ اس مرتبہ بھی ایسا لگ رہا تھا کہ اسمبلی ٹوٹ جائے گی۔ فوج حکومت کی باگ ڈور سنبھال لے گی۔

سیاست دان زیادہ سے زیادہ خلفشار پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس وجہ سے میں دو دن تک بے حد مصروف رہا۔ مگر نیلما کی یاد دل سے ایک لمحے کے لئے محو نہ ہو سکی۔

تیسرے دن میں شام کے وقت دفتر سے نکل کر سعید الرحمان کے ہاں جا رہا تھا۔ مجھے بس سٹاپ پر نیلما جلیل کھڑی دکھائی دی۔ وہ آج بھی سفید ساڑھی میں تھی۔ اسے دیکھ کر میرا دل خوشی سے اچھل پڑا۔ میں نے اپنی گاڑی اس کے پاس جا کر روک لی۔ دوسرے لمحے وہ میری گاڑی میں بیٹھی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا۔ "آپ یہاں کیسے؟"

"میں اپنی ایک بیمار دوست کی عیادت کے لئے ہسپتال آئی تھی۔" اس نے جواب دیا۔ اس کا چہرہ بجھ سا گیا۔ "غریب دس دنوں سے ہسپتال میں زیر علاج ہے۔ کچھ افاقہ نہیں ہو رہا ہے۔"

"اللہ نے چاہا تو وہ جلد ہی صحت مند ہو جائے گی۔" میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "لگتا ہے آپ کو اپنی دوست سے بڑی محبت ہے۔"

"جی ہاں!" اس نے اپنا سر ہلایا۔ "وہ میری بچپن کی دوست ہے۔ وہ اس لئے ٹھیک نہیں ہو رہی ہے کہ ڈاکٹر اس کا توجہ سے علاج نہیں کر رہے۔ آپ ان ڈاکٹروں اور ہسپتالوں کے خلاف لکھتے کیوں نہیں ہیں۔ یہ بھی ہمارے معاشرے کا ناسور ہیں۔ انہیں محض بل بنانے سے دلچسپی ہوتی ہے۔ ایکسرے' یہ ٹیسٹ' وہ ٹیسٹ' اس بہانے وہ مریض کی جیبوں پر ڈاکہ مارتے رہتے ہیں۔"

"فکر نہ کیجئے' کسی دن ان کی طبیعت ایسی صاف کروں گا کہ وہ اپنا سر اوپر اٹھا نہیں سکیں گے۔" میں نے کہا۔ "آپ یہ بتائیں کہ آپ کیا پینا پسند فرمائیں گی؟ چائے یا کافی .... یا پھر آئس کریم؟"

"چائے۔" اس نے جواب دیا۔ "کونپل ریسٹورنٹ قریب ہے۔ وہاں کی چائے بہت اچھی ہوتی ہے۔"

کونپل ریسٹورنٹ میں ایک کیبن میں بیٹھ کر میں نے چائے کا آرڈر دیا۔ پھر میں نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"کیا کوئی ایسی صورت نہیں ہو سکتی ہے کہ میں آپ کی مدھر آواز پھر سے سن

سکوں؟"

"میری آواز؟" اس کے چہرے پر گہرا استعجاب چھا گیا۔ "آپ کو میری آواز بہت اچھی لگی؟"

"جی ہاں۔" میں نے اس کی وسیع آنکھوں میں جھانکتے ہوئے چاہت کے لہجے میں کہا۔ "اتنی اچھی کہ اس رات سے میں ٹھیک سے سو نہیں سکا ہوں۔ ہر وقت آپ کی آواز اور آپ کا چہرہ نظروں میں گھومتا رہتا ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میں کسی دن اپنے ہاں ایک چھوٹی سی تقریب کا اہتمام کروں۔ جس میں صرف اور صرف آپ کو سنا جائے۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ آپ میرے ہاں ایک بار قدم رنجہ فرمائیں؟"

"یہ تو میرے لئے بڑی عزت اور اعزاز کی بات ہو گی کہ آپ مجھے اپنے ہاں مدعو کریں۔" وہ حیرت اور خوشی کے لہجے میں بولی۔ "آپ ایک بار نہیں دس بار کہیں' میں حاضر ہو جاؤں گی۔ میرے لئے بڑی خوش نصیبی کی بات ہے کہ آپ مجھے اتنی اہمیت دے رہے ہیں۔"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ ایک مرتبہ میرے ہاں روایتی انداز سے آئیں تو پھر جا نہ سکیں؟" میں نے حوصلہ کر کے کہہ ہی دیا۔ "اس طرح آپ بار بار میرے یہاں آنے کی زحمت سے بچ جائیں گی۔"

"جی.........؟" اس نے حیرت سے اپنی پلکیں جھپکائیں۔ وہ پہلے میری بات سمجھی نہیں پھر جب وہ میری بات کی تہہ میں پہنچی تو اس کا چہرہ حیا آلود ہو کر تمتما اٹھا۔ اس کا حسن اور نکھر گیا۔ اس نے اپنی گردن اور نگاہیں نیچی کر لیں۔

اس تیز رفتار ترین دور میں ہر بات تیزی سے اپنے مراحل طے کر لیتی ہے۔ مجھے اندازہ نہ تھا کہ میں اتنی تیز رفتاری سے اپنی محبت پا لوں گا۔ تمام فاصلے طے کر لوں گا۔ یہ جو کچھ ہوا تھا اچانک اور غیر متوقع تھا۔ ایک گھنٹے کے بعد ہم کونپل ریسٹورنٹ کے خواب ناک ماحول سے نکلے تو ہمارے دلوں میں محبت کی کونپل نکل آئی تھی۔

نیلما اور ہم دونوں ہر شام ایک دو گھنٹے کے لئے ملتے تھے۔ ہماری شامیں کسی ریسٹورنٹ کسی پارک یا پھر میرے گھر پر گزرتی تھیں۔ میرے گھر سے اچھی جگہ کوئی نہیں تھی۔ ہم دونوں کی محبت تیزی سے پروان چڑھنے لگی تھی۔ ادھر کویتا دو تین مرتبہ دفتر میں مجھ سے ملنے آئی تھی۔ بڑی دیر تک بیٹھی بھی رہی تھی۔ اس نے مجھے سیر و تفریح اور کسی ہوٹل میں کھانے کی دعوت بھی دی تھی مگر میں نے مصروفیت کے بہانے اس سے معذرت

کر لی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں اس کا حسن و شباب بڑا خطرناک تھا اور وہ غیر معمولی پرکشش تھی مگر مجھ پر تو نیلما کا جادو چل چکا تھا۔ کسی دوسری عورت کی طرف دیکھنا میرے لئے بڑی معیوب بات تھی۔

میں نے اپنے اخبار میں ایک نیا سلسلہ شروع کیا ہوا تھا۔ "عوام کی عدالت میں" جس کی وجہ سے اوپر سے نیچے تک غلط کار لوگوں کا ناک میں دم آ گیا تھا۔ میں نے لوگوں کو دعوت دی تھی کہ وہ بلاخوف و خطر پولیس' انتظامیہ' سرکاری محکموں اور ہر اس فرد کے خلاف کھل کر لکھیں جو کسی بھی قانونی یا معاشرتی برائیوں میں ملوث ہے۔ یوں تو ہر اخبار میں مراسلاتی کالم چھاپا جاتا تھا لیکن اس سے بات بنتی نہیں تھی۔ ایک پورا صفحہ عوام کے لئے وقف کرنے سے جیسے ایک طوفان آ گیا۔ روزانہ ہزاروں کی تعداد میں ملک کے ہر گوشے سے خط آنے لگے۔ ان خطوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ لوگ کتنے دکھی' پریشان حال' مصیبت زدہ ہیں۔ انہیں کالی بھیڑیں کس قدر تنگ اور پریشان کرتی ہیں اور حکام کو ان کے مسائل سے ذرہ بھر بھی دلچسپی نہیں ہے۔ اس سلسلے نے میرے دشمنوں میں اور اضافہ کر دیا تھا۔ مجھے ان کی فکر اس لئے نہیں تھی کہ عوام میرے ساتھ تھے۔

ایک اخبار نے جو اغوا' آبرو ریزی' جرائم اور اسکینڈل کی سنسنی خیز خبریں نمایاں طور پر چھاپتا تھا اور ہر شریف آدمی کی ذات پر کیچڑ اچھالتا تھا اس نے مجھے بھی نہیں بخشا۔ اس میں میرے خلاف ایک مضمون چھپا تھا جو کسی نے اس اخبار کو پیسے دے کر چھپوایا تھا تاکہ اس سے میری عزت و شہرت اور اخبار کی اشاعت پر برا اثر پڑے۔

اس مضمون میں میرے خلاف یہ لکھا گیا تھا کہ میں ایک سپر پاور کا ایجنٹ ہوں۔ اس ملک کی ایک خفیہ تنظیم نے مجھے اسرائیل کے ایجنٹ کے طور پر مامور کیا ہے۔ میں ایڈیٹر کے بھیس میں جاسوس ہوں اور سیاسی لیڈروں کا ضمیر اور ایمان خرید رہا ہوں۔ انہیں بلیک میل کرتا ہوں۔ میرا چالیس لاکھ ٹاکا کا بینک بیلنس ہے۔ میں شرابی' کبابی اور عیاش قسم کا شخص ہوں۔

میں نے ان بے سروپا باتوں پر کوئی توجہ نہیں دی مجھے نجم السحر نے مشورہ دیا تھا کہ میں اس اخبار کے خلاف قانونی چارہ جوئی کروں۔ مگر میں نے انکار کر دیا۔ جس روز میرے خلاف اس اخبار میں مضمون چھپا تھا اس کے دوسرے دن صبح نو بجے کویتا میرے گھر پر آ گئی۔ بہت دیر تک بیٹھی مجھ سے باتیں کرتی رہی۔ اس کا موضوع گفتگو چالیس لاکھ ٹاکا کا بینک بیلنس تھا۔ میں نے اس بات کی تردید کی نہ تصدیق۔ میں بس اس کی باتیں سنتا رہا

تھا۔ پھر اس نے مجھ سے روز کہیں نہ کہیں ملنا شروع کر دیا۔ شاید اس کی وجہ یہ بینک بیلنس تھا۔ ایک شام وہ میرے گھر پر آئی تو اس وقت اتفاق سے نیلما بھی تھی۔ وہ نیلما کو دیکھ کر جل گئی۔ میں خود بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ خود اپنی آنکھوں سے ہم دونوں کو یکجا دیکھ لے۔ اس لئے کہ میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ دولت کی خاطر مجھ میں دلچسپی لینے اور ڈورے ڈالنے لگی ہے۔ نجم السحر نے مجھے ایک روز یہ اشارہ بھی دیا تھا کہ کویتا مجھ سے شادی کی خواہش مند ہے۔ مگر میں نے نجم السحر پر اس روز یہ بات واضح کر دی تھی کہ میں کویتا جیسی عورت سے شادی کرنا حماقت تصور کرتا ہوں۔ میرے لئے ہر لحاظ سے نیلما ہی موزوں ہے۔ اس لئے بھی کہ وہ ہر لحاظ سے سادگی پسند ہے۔ اس روز میں نے اسے نیلما کے رخصت ہونے کے بعد بتایا کہ ہم دونوں جلد ہی منگنی اور شادی کرنے والے ہیں۔ اس اطلاع نے جیسے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اس کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ تاہم وہ یہ بات کہے بغیر نہ رہ سکی کہ نیلما مجھ سے نہیں بلکہ میرے چالیس لاکھ ٹاکا کے بینک بیلنس کی وجہ سے شادی کرنا چاہتی ہے۔

☆======☆======☆

پیر کے روز سہ پہر کے وقت سعید الرحمان نے مجھے دفتر ٹیلی فون کیا کہ میں آدھے گھنٹے کے اندر اندر ان کے گھر پر پہنچوں۔ اس لئے کہ وہ مجھے ایک بہت اہم خبر سنانا چاہتے ہیں۔ میں نے جلدی جلدی اپنا اداریہ لکھ کر نجم السحر کے حوالے کیا کہ وہ اسے ٹائپ کر کے اشاعت کے لئے دے دے۔ میں ایک دوست سے ملنے جا رہا ہوں۔ سعید الرحمان نے مجھے بڑی سختی سے تاکید کی تھی کہ میں اس ملاقات کے بارے میں کسی کو نہ بتاؤں۔ حتیٰ کہ سعید الکبیر اور نجم السحر کو بھی نہیں۔ یہ ملاقات اور خبر کا ذریعہ راز ہی میں رہنا چاہئے۔

میں نے اپنی گاڑی اوور ہالنگ کے لئے دی ہوئی تھی۔ آٹو گیراج والوں نے رات آٹھ بجے گاڑی دینے کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ میرے لئے گاڑیوں کی کوئی کمی نہ تھی۔ دفتر میں تین گاڑیاں ہر وقت موجود رہتی تھیں۔ ڈرائیور بھی موجود ہوتے تھے۔ میں نے ٹیکسی کی۔ ٹیکسی بھی کوئی ایک فرلانگ پہلے کسی خرابی کی بنا پر رک گئی۔ میں کرایہ ادا کر کے پیدل چل پڑا۔ مجھے پہلے ہی دیر ہو چکی تھی۔ میں ان کے گھر کی گلی میں داخل ہوا تو شام کے دھندلکے پھیل رہے تھے۔ گلی سناٹے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ویرانی برس رہی تھی۔ جب ان کے بنگلے کے گیٹ پر پہنچا تو وہ کھلا ہوا تھا۔ وہاں چوکیدار نہیں تھا۔ میں سمجھا کہ وہ اندر ہو گا۔ دراصل چوکیدار ہی خانساماں اور ملازم بھی تھا۔ میں اندر داخل ہوا تو ایک ویرانی سی

برس رہی تھی۔ ایک ہولناک سکوت طاری تھا۔ البتہ برآمدے اور اندر کے ایک کمرے کی بتی جل رہی تھی۔ جس کمرے میں روشنی ہو رہی تھی وہ ان کا بیڈ روم تھا۔ میں برآمدہ طے کر کے ان کے بیڈ روم کی طرف بڑھا۔ بیڈ روم کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے کمرے کے باہر سے انہیں پکارا۔ "سر! کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟"

مجھے میری پکار کا جواب نہیں ملا تو میں نے ایک قدم آگے بڑھایا۔ دہلیز پر ٹھٹک کے رک گیا۔ میری سانس نیچے کی نیچے' اوپر کی اوپر رہ گئی۔ بتیاں جل رہی تھیں' کمرہ تیز روشنیوں میں نہا رہا تھا۔ پلنگ کے بستر پر سعید الرحمان کراہ رہے اور تڑپ رہے تھے۔ ان کے سینے میں ایک خوفناک قسم کا چاقو پیوست تھا جسے وہ اپنے کمزور ہاتھوں سے نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ زخم سے خون نکل کر بہہ رہا تھا۔ بستر اور ان کا لباس سرخ ہو رہا تھا۔

دوسرے لمحے میں چونکا اور تیزی سے ان کے پلنگ کی طرف لپکا۔ ان کے پاس پہنچ کر میں ان پر جھکا۔ چاقو کا دستہ پکڑ کر اسے ایک جھٹکے سے نکال لیا۔ چاقو کے باہر نکلتے ہی زخم سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ میں نے ایک لمحے کے لئے اس خون آلود چاقو کی طرف دیکھا جس کی دھار بہت خوفناک تھی اور وہ خون میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں نے دوسرے لمحے گھبرا کے چاقو فرش پر پھینک دیا۔ سعید الرحمان کی طرف دیکھا تو اسی لمحے ان کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ میں اس لمحے سکتے کی سی حالت میں کھڑا رہا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ میں کیا کروں۔ میں ٹیلیفون کی طرف بڑھا اور رک گیا۔ اس لئے کہ پولیس کو قتل کی اطلاع دینے کی صورت میں الٹا میرے ہی پھنس جانے کا خدشہ تھا۔ پولیس میری بدترین دشمن تھی۔ کیونکہ میں نے اس کے خلاف زبردست مہم چلا رکھی تھی۔ سارے شواہد میرے خلاف تھے۔ ایک تو میں اپنی گاڑی میں نہیں آیا تھا۔ دوسرا دفتر میں کسی کو بتایا نہیں تھا کہ میں مقتول کے ہاں جا رہا ہوں۔ میں نے پلٹ کر ان کی لاش کی طرف دیکھا۔ بوڑھے جسم کے زخم سے رسنے والا لہو پُرتشدد اور اذیت ناک موت کی تحریر بن کے بستر اور زرد قالین پر پھیل رہا تھا۔

میری بہتری اس میں تھی کہ میں یہاں سے جتنا جلد ہو سکے نکل جاؤں اور کسی جگہ سے پولیس کو گمنام شخص بن کر اس قتل کی واردات کی اطلاع دے دوں یہ سوچ کر میں واپس جانے کے لئے مڑا تو مجھے چاقو کا خیال آیا جس پر میری انگلیوں کے نشان آ چکے تھے۔ میں نے فوراً ہی جیب سے رومال نکال کر چاقو اٹھایا اور اس کے دستے پر سے اپنی انگلیوں

کے نشان اچھی طرح سے صاف کئے پھر چاقو کو فرش پر پھینک دیا۔ دوسرے لمحے سراسیمگی کے عالم میں کمرے سے نکلا۔ برآمدے سے گیٹ تک پہنچنا میرے لئے جیسے صدی کی مسافت بن گیا تھا میں اس عالم میں بنگلے سے باہر آیا تو میری پیشانی عرق آلود ہو رہی تھی مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ میں قاتل ہوں۔ قتل کر کے باہر آیا ہوں۔

گلی میں اندھیرا تھا۔ سنسان پڑی تھی۔ اسٹریٹ لائٹ لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے بند تھی۔ یہ اندھیرا میرے لئے بڑا مفید ثابت ہوا تھا۔ میں تیزی سے مین روڈ کی طرف لپکا۔ اس وقت میرا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ کسی طرح قابو میں نہیں آرہا تھا۔ میں صرف اس بات سے خائف تھا کہ کسی شناسا سے میری مڈبھیڑ نہ ہو جائے۔ کوئی مجھے دیکھ کر پہچان نہ لے۔

مجھے مین روڈ سے پہلے ہی ایک خالی سائیکل رکشا مل گیا۔ میں اس میں سوار ہو گیا۔ رکشا والا نہ صرف بہت بوڑھا تھا بلکہ اس کی بینائی بھی کچھ کمزور لگ رہی تھی۔ اس لئے وہ بڑی احتیاط سے اور آنکھیں پھاڑ کر دیکھتا ہوا آہستہ آہستہ رکشا چلا رہا تھا جب میں کافی دور نکل آیا تو میں نے رکشا رکوایا میں نے بیس ٹاکا دیئے تو وہ بہت خوش ہو گیا۔ اس نے مجھے ڈھیر ساری دعائیں دی پھر میں ایک آٹو رکشا سے اپنے گھر پہنچا۔

عبدل میرا چہرہ دیکھ کر چونک پڑا۔ اس نے گھبرا کر کے پوچھا۔ "سر! خیریت ہے نا؟ کیا آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟"

"ہاں! میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" میں نے پیٹ کے درد کا بہانہ کرتے ہوئے اسے دوائی کا نام بتایا۔ "میرے پیٹ میں مروڑ اٹھ رہا ہے۔ تم جلدی سے جا کر یہ دوائی لے آؤ۔"

میں نے اسے دس ٹاکا کا نوٹ دیا وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔ میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ ٹیلیفون کے پاس پہنچ کر ریسیور اٹھایا۔ مگ بازار پولیس اسٹیشن کا نمبر ملایا۔ پھر آواز بدل کر کہا۔ "میں سابق ایڈیٹر سعید الرحمان روزنامہ آفاق کے محلے سے بول رہا ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے انہیں نامعلوم بدمعاش قتل کر کے فرار ہو گئے ہیں۔ آپ فوراً پہنچیں۔"

سعید الرحمان کے لرزہ خیز قتل کی خبر سے پورے ملک میں نفرت، غم وغصے کی شدید لہر دوڑ گئی۔ انؒ کی نماز جنازہ میں چھ سات لاکھ لوگوں نے شرکت کی تھی جو اس بات کا ثبوت تھا کہ لوگ ان سے کس قدر عقیدت رکھتے تھے۔ ایسی عزت اور اعزاز کسی لیڈر کو

بھی نصیب نہیں ہوا تھا۔ ان کی جدائی کے صدمے سے میں بھی نڈھال ہو گیا تھا۔ میں چار پانچ دن تک کربناک اذیت سے تڑپ رہا تھا۔ معلوم نہیں وہ اہم بات کیا تھی جو وہ مجھے بتانا چاہتے تھے۔ قاتلوں کو شاید علم ہو گیا تھا۔ انہوں نے اس راز کے بتانے کی انہیں مہلت بھی نہیں دی تھی۔

اس واقعے کے ساتویں دن صبح آٹھ بجے عبدل سودا سلف لانے بازار گیا ہوا تھا۔ میں نشست گاہ میں بیٹھا وائس آف امریکہ کی نشریات سن رہا تھا کہ اطلاعی گھنٹی بجی مجھے گیٹ تک جانا پڑا۔ میں نے بغلی گیٹ کھولا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ کویتا اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ دروازے پر کھڑی مہک رہی تھی۔ چہرے پر دمک تھی اور اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔ میں حیران تھا کہ وہ اتنی سویرے کس لئے آئی ہے۔

میں نے اسے نشست گاہ میں لا کر بٹھایا۔ میں نے اس سے رسمی انداز سے پوچھا۔ "اتنی سویرے کیسے زحمت کی آپ نے؟"

"میں یہ معلوم کرنے آئی ہوں کہ سعید الرحمان کے قاتلوں کا کچھ پتا چلا؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "پولیس بڑی سرگرمی سے تفتیش کر رہی ہے۔ شاید کچھ دنوں میں کوئی نتیجہ برآمد ہو جائے۔"

"میں نے پتا چلا لیا ہے کہ ان کا قاتل کون ہے؟" وہ بڑے سکون اور اطمینان سے بولی۔

"سچ!" میں حیرت اور خوشی سے اچھل پڑا۔

"سچ!" اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ "میرے پاس ایسا ٹھوس ثبوت ہے جو قاتل کو پھانسی کے پھندے کے تک پہنچا سکتا ہے۔"

"مجھے بڑی خوشی ہو گی کہ قاتل کو تختۂ دار پر لٹکا دیا جائے گا۔" میں سرشاری سے بولا۔ "آپ کے پاس کیا ثبوت ہے؟"

اس نے مسکراتے ہوئے اپنا پرس گود میں رکھا۔ اس میں سے ایک لفافہ نکالا۔ اس لفافے میں کچھ تصویریں تھیں اس میں سے دو تصویریں نکال کر میری طرف بڑھائیں۔ "یہ رہا ثبوت۔"

میں نے اس سے دونوں تصویریں کو لے کر دیکھا۔ پہلی تصویر میری تھی اور اس وقت کی تھی جب میں سعید الرحمان کے سینے سے چاقو نکال رہا تھا۔ اس تصویر سے، یہ

تاثر مل رہا تھا کہ چاقو میں ان کے سینے میں اتار رہا ہوں۔ دوسری تصویر میں رومال سے چاقو کے دستے پر سے نشان صاف کر رہا تھا۔ میرے ہاتھ سے دونوں تصویریں چھوٹ کر فرش پر گر پڑیں۔

مجھ پر کوئی بجلی سی گری تھی۔ مجھے سکتہ ہو گیا تھا۔ میں دم بخود بیٹھا رہا۔ میرا سارا جسم سن ہو گیا تھا۔ مجھ میں اتنی سکت بھی نہیں رہی تھی کہ میں جھک کر ان تصویروں کو اٹھاؤں۔ دونوں تصویریں فرش پر میرے پیروں کے پاس پڑی تھیں۔ یہ تصویریں نہ تھیں بلکہ زہر میں بجھے ہوئے تیز دھار والے خنجر تھے جو ایک ایک کر کے بڑی بے رحمی سے میرے سینے میں اتار دیئے گئے تھے۔ میں تو سانس لینا بھی بھول گیا تھا۔ اس لمحے میری حالت ایک مردے کی سی تھی۔

میں خوفزدہ ہو کر پھٹی پھٹی آنکھوں سے کویتا کو دیکھ رہا تھا جو کسی زہریلی ناگن کی طرح اپنا پھن اٹھائے مجھے گھور رہی تھی۔ اس کے سرخ وگداز ہونٹوں پر وہ مغرور مسکراہٹ ناچ رہی تھی جو شکاری کے چہرے پر اپنے شکار کو پھنستا دیکھ کر آ جاتی ہے۔ یہ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر ہی نہیں کھیل رہی تھی بلکہ اس کے حسین چہرے پر بھی ناچ رہی تھی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں سے وحشیانہ چمک جھانک رہی تھی۔

کویتا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس آ کر جھک کر فرش سے ان دونوں تصویروں کو اٹھایا۔ پھر وہ اپنی جگہ جا بیٹھی۔ اس نے تصویروں کو تپائی پر رکھتے ہوئے استہزائی انداز میں پوچھا۔ "یہ ہے ناٹھوس ثبوت؟ ان تصویروں کی مدد سے قاتل کو کیفر کردار تک پہنچایا جا سکتا ہے نا؟"

میں نے اس کی بات کا فوری جواب نہیں دیا۔ اس لئے کہ مجھ میں بولنے کی سکت ہی نہیں رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے میری زبان پر فالج گر گیا ہو دشمن نے مجھ پر اچانک اور ایسا غیر متوقع طور پر وار کیا تھا کہ میں بدحواس ہو گیا تھا۔ مجھے خود پر قابو پانے کے لئے تھوڑی سی مہلت درکار تھی وہ غالباً مجھے یہ مہلت دینا چاہتی تھی۔ اس لئے بڑے پُرسکون انداز سے بیٹھی تھی اور اسے ایسی جلدی بھی نہیں تھی۔

میں نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر اس میں سے ایک سگریٹ نکالا۔ اسے ہونٹوں میں دبا کر جب دیا سلائی دکھا رہا تھا تو میرے ہاتھ مرتعش ہو رہے تھے۔ میں بہت کم سگریٹ پیتا تھا۔ ایسے وقت جب میں کسی ذہنی دباؤ کا شکار ہوتا تھا یا کسی بڑے اور نازک مسئلے پر سوچ بچار کرنا ہوتا تھا میں نے سگریٹ کا کش لیتے ہوئے اپنی ہمت کو مجتمع کیا۔ میں

نے دو تین کش لئے تو میرا اعتماد تیزی سے بحال ہونے لگا۔

"کیا آپ یہ سمجھتی ہیں کہ میں سعید الرحمان کا قاتل ہوں؟" میں نے آواز کی لرزش پر قابو پا کر مضبوط لہجے میں کہا۔ "میں ایسے شخص کو قتل کر سکتا ہوں جو ایک عظیم شخص اور میرا محسن تھا جس سے میری کوئی دشمنی نہیں تھی۔"

میری بات سن کر وہ بڑے زور سے ہنسی۔ اس کی زہریلی ہنسی میرے دل پر کسی تیر کی طرح لگی۔ پھر وہ زیر لب مسکرائی۔ "میں نے آپ سے یہ تو نہیں کہا کہ آپ قاتل ہیں البتہ یہ دونوں تصویریں ضرور کچھ کہہ رہی ہیں۔" اس نے تصویروں کی طرف اشارہ کیا۔

"میں جب ان کے کمرے میں داخل ہوا تو ان کے سینے میں خنجر پیوست تھا۔" میں اپنی صفائی پیش کرنے لگا۔ "وہ درد اور اذیت سے تڑپ رہے تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر ان کے سینے سے خنجر نکال لیا اس لئے کہ وہ اس وقت زندہ تھے۔ مجھ سے ان کی حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی۔"

"آپ میرے سامنے اس طرح سے صفائی پیش کر رہے ہیں جیسے میں کوئی جج ہوں۔" اس کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔

"میں آپ کو یہ بتانا چاہ رہا ہوں وہ عاقبت نااندیش لوگ تھے جنہوں نے مرحوم سے پرانا حساب چکتا کیا انہیں کسی کرائے کے قاتل سے قتل کروا دیا۔ انہوں نے مجھے ٹیلیفون کر کے فوراً بلایا تھا مجھے پہنچنے میں ذرا سی دیر ہو گئی اس ذرا سی دیر میں قاتل اپنا کام کر گیا۔"

"بالفرض محال پہلی تصویر کے بارے میں آپ کی بات سچ مان لی جائے تو دوسری تصویر کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ اس تصویر کے بارے میں آپ اپنی کیا صفائی پیش کریں گے؟" وہ استہزائی انداز سے میری آنکھوں میں جھانکنے لگی۔

"دراصل مجھے فوراً ہی اس بات کا احساس ہوا تھا کہ اس چاقو پر میری انگلیوں کے نشان آ گئے ہیں اس لئے میں نے جیب سے رومال نکال کر اس کے دستے پر سے انگلیوں کے نشان صاف کئے۔"

"میں تھوڑی دیر کے لئے آپ کی بات سچ مان لیتی ہوں۔ مگر قانون نہیں مانے گا۔ ان تصویروں کو دیکھ کر ایک بچہ بھی آپ کی صفائی کو تسلیم نہیں کرے گا۔ یہ تصویریں پولیس کے ہاتھ لگ گئیں تو پھر آپ کو کوئی بھی پھانسی کے پھندے سے بچا نہیں سکتا۔"

اس کا لہجہ بڑا سفاک تھا۔ "یہ ایک ایسا ٹھوس ثبوت ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا ہے اور پھر یہ دونوں تصویریں کس قدر صاف اور واضح ہیں۔"

"یہ تصویریں کس نے کھینچی ہیں؟" میں نے بے روح لہجے میں پوچھا۔ "آپ کے پاس کیسے آئیں؟"

"یہ تصویریں میں نے کھینچی ہیں۔" اس نے نخوت کے انداز میں جواب دیا۔ "یہ میرا کارنامہ ہے۔"

"تو کیا آپ وہاں موجود تھیں۔" میں نے حیرت اور خوشی کے لہجے میں پوچھا۔ "آپ وہاں موجود تھیں تو پھر آپ نے قاتل کو دیکھا ہو گا؟ شاید اس کی تصویر بھی اتاری ہو گی؟"

"جس وقت میں وہاں پہنچی تو صرف آپ کو دیکھا تھا۔" اس نے جواب دیا۔ "اس پورے گھر میں مجھے آپ کے سوا کوئی اور نظر نہیں آیا۔"

"کیا آپ وہاں میری تصویریں کھینچنے کے لئے پہنچی تھیں؟"

"سعیدالرحمان نے مجھے ٹیلیفون کیا تھا کہ میں جتنا جلد ہو سکے ان کے ہاں پہنچوں۔" کویتا کہنے لگی۔ "انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ ان کی جان سخت خطرے میں ہے۔ تم جلدی سے آکر مجھے یہاں سے نکال کر لے جاؤ۔ میں نے ان سے پوچھا تھا کہ آپ پولیس کی مدد کیوں نہیں طلب کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ شخصیت اتنی بڑی اور اتنی با اثر ہے کہ کوئی بھی میری بات کا یقین نہیں کرے گا۔ وہ مجھے پاگل سمجھے گا۔ میں اس وقت اپنی ایک دوست کی بہن کی شادی کی تقریب میں ویڈیو فلم اور تصویریں کھینچنے کے لئے جا رہی تھی۔ میں کیمروں کے ساتھ اس خیال سے ان کے گھر کی طرف نکل پڑی کہ انہیں وہاں سے لے کر اپنی دوست کے ہاں چلی جاؤں گی۔ انہیں وہاں پناہ مل جائے گی۔ راستے میں ایک چوراہے پر ٹریفک جام ہونے کی وجہ سے دیر ہو گئی۔ جب میں ان کے ہاں پہنچی تو میں نے آپ کو مقتول پر جھکے ہوئے پایا۔ آپ کا ہاتھ چاقو کے دستے پر تھا۔ اس لمحے میں سمجھی کہ آپ نے ان کے سینے میں چاقو اتارا ہے اور اسے دوبارہ گھونپنے کے لئے نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پھر میرا کیمرا بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آگیا۔ میں نے جلدی سے نہ صرف چھ سات تصویریں اتار لیں بلکہ ویڈیو فلم بھی بنا لی جو دو تین منٹ کی ہے۔"

"مگر میں نے آپ کی گاڑی گلی میں نہیں دیکھی؟ جبکہ آپ کے کہنے کے مطابق

آپ اپنی گاڑی میں آئی تھیں؟"

"میں عقبی گلی میں آئی تھی۔ اس لئے کہ انہوں نے مجھے تاکید کی تھی کہ میں اس راستے سے آؤں۔ وہ مجھے عقبی دروازے پر ملیں گے۔"

کویتا نے جو کہانی مجھ سے بیان کی وہ مجھے جھوٹ کا پلندہ لگی۔ وہ اصل بات اور اصل کہانی مجھ سے چھپا رہی تھی۔ سعیدالرحمان نے مجھے ٹیلیفون کیا تھا لیکن انہوں نے مجھ سے یہ نہیں کہا تھا کہ ان کی جان خطرے میں ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی وہ ٹیلیفون پر مجھ سے یہ بات ضرور کہتے اور پھر وہ پولیس کو ٹیلیفون کرتے تو پولیس انہیں تحفظ فراہم کرنے یقیناً پہنچ جاتی۔ چاہے وہ شخصیت ملک کا وزیراعظم یا صدر کیوں نہ ہوتا۔ اس لئے کہ اس ملک میں ان سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں تھا۔ وہ ریٹائر ہو گئے تھے تو کیا ہوا؟ انہوں نے مجھے ایک بے حد ضروری بات بتانے یا کسی خطرے سے آگاہ کرنے کے لئے بلایا تھا۔ دشمن کو نہ جانے کیسے خبر ہو گئی تھی وہ مشتعل ہو کر انہیں قتل کر بیٹھا تھا۔ افشائے راز کے خوف سے مجھ سے جو کچھ کہا وہ اس کے ذہن کی اختراع تھی اس نے یہ من گھڑت کہانی سنا کر قاتل کی پردہ داری کی تھی مجھے تو ایسا لگ رہا تھا کہ سعیدالرحمان کے لرزہ خیز قتل میں وہ خود بھی شریک ہے۔ اس شک کے اظہار کا یہ موقع نہ تھا۔ میرے پاس اس سوچے سمجھے منصوبے کا کوئی ثبوت نہیں تھا اور نہ میں اسے موردِ الزام ٹھہرا سکتا تھا۔

"آپ کیا سوچنے لگے مسٹر ارشا احمد!" مجھے اس کا لہجہ بے حد پُراسرار سا لگا۔ میں نے چونک کر اس طرف دیکھا۔ وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے منجمد آنکھوں سے دیکھتی رہی۔ اس دشمن کی طرح جو کوئی داؤ آزمانے سے پہلے حریف کی قوت کا اندازہ لگانے اور اسے نفسیاتی طور پر خوفزدہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے چہرے پر سفاکی تھی اور آنکھوں میں ایک وحشیانہ چمک تھی۔

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ آپ نے مجھے قاتل ثابت کرنے کے لئے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔"

"کیا یہ حقیقت نہیں ہے مسٹر ارشاد؟ آپ اس سے انکار نہیں کر سکتے ہیں کہ آپ سے ایک وحشیانہ فعل سرزد ہوا ہے۔"

"میں نے ابھی ابھی جو صفائی پیش کی کیا آپ اسے سچ تسلیم نہیں کر رہی ہیں۔" میں نے تیکھے لہجے میں کہا۔

"آپ کی صفائی کو میں سچ تسلیم کئے لیتی ہوں۔" اس کا لہجہ پُراسرار سا ہو گیا۔ "مگر

عدالت کو آپ اپنی بے گناہی کا یقین کیسے دلائیں گے؟"

"عدالت کو یہ تصویریں دکھانے کی کیا ضرورت ہے؟" میں نے اپنا حلق تر کرتے ہوئے کہا۔

"جرم کی پردہ داری بھی تو ایک سنگین جرم ہے۔" اس کا لہجہ یکایک سفاک ہو گیا۔ "اس جرم کو راز رکھنا اس جرم میں شریک ہونے کے مترادف ہے۔ آپ کیا مجھ سے اس بات کی توقع کرتے ہیں کہ میں خاموشی بیٹھی رہوں گی؟"

میں ایک لمحے کے لئے سناٹے میں آگیا۔ دوسرے لمحے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ مجھے یہ بتانے کے لئے آئی ہیں؟"

"میں آپ سے ایک سودا کرنے آئی ہوں۔" وہ پُرسکون لہجے میں بولی۔ "سودا طے نہ ہونے کی صورت میں پھر میں مجبوراً قانون کا سہارا لوں گی۔"

"کیسا سودا؟" میں نے ششدر ہو کر اس کی صورت دیکھی۔ ذرا سی دیر کے لئے مجھے اس کی آنکھوں میں ایک پیشہ ور قاتل کی سی درندگی دکھائی دی۔ میں فوراً ہی اس کی بات کی تہہ میں پہنچ گیا۔ "آپ ان تصویروں کو بیچنے کے لئے آئی ہیں؟"

"آپ تو میری توقع سے کہیں ذہین اور دور اندیش ہیں۔" وہ معنی خیز انداز سے زیر لب مسکرائی۔ "آپ کا اندازہ درست ہے۔"

آپ کو ویڈیو فلم تصویروں اور نیگیٹوز کی کیا قیمت چاہئے؟" میری آواز ڈولنے لگی۔

"قیمت کا تعین میں نہیں بلکہ آپ خود ہی کریں گے۔" اس کا سراپا کسمایا۔ وہ کاروباری لہجے میں بولی۔ "اس لئے یہ آپ ہی بہت بہتر سمجھتے ہیں کہ ان کی مناسب قیمت کیا ہو سکتی ہے؟ آپ کسی جوہری سے کم نہیں ہیں۔"

"مگر دکاندار تو آپ ہیں۔" میرا لہجہ نہ چاہتے ہوئے بھی تلخ ہو گیا۔ "مال بھی آپ کا ہے اور اسے آپ بیچنا چاہتی ہیں میں اس کی قیمت کا تعین کیسے کر سکتا ہوں۔"

"میں آپ کو بتاتی ہوں کہ کس طرح سے کسی چیز کی قیمت کا تعین کیا جاتا ہے۔" وہ میری کمزوری کا پورا پورا فائدہ اٹھا رہی تھی۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ مچھلی پوری طرح کانٹے میں پھنس چکی ہے۔ "سب سے پہلے چیز کی قدر و قیمت کا ایک اندازہ کیا جاتا ہے پھر اس کی قیمت کا تعین۔"

"میرے نزدیک ان چیزوں کی اتنی اہمیت نہیں ہے جتنی آپ دے رہی ہیں۔" میں نے بظاہر بے پروائی سے کہا۔ میں اس پر اپنا خوف، اور کمزوری ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا۔

"میں عدالت کو بتاؤں گا کہ اصل بات کیا ہے۔ عدالت میری بات کا یقین کر لے گی۔"

"یہ محض آپ کی بھول ہے۔ شاید آپ کو اندازہ نہیں کہ اس ملک کے ایک عظیم صحافی، اور ایک قابل احترام ہستی کا قتل ہوا۔ پولیس بڑی سرگرمی سے تفتیش کر رہی ہے وہ ابھی تک قاتل کا سراغ لگا نہیں سکی۔ اس کی بڑی بدنامی بھی ہو رہی ہے۔ جب یہ تصویریں پولیس کے ہاتھ لگیں گی تو آپ کا کیا بنے گا یہ بھی سوچا ہے آپ نے؟ ایک طوفان کھڑا ہو جائے گا نہ صرف آپ کی شہرت بلکہ عزت بھی خاک میں مل جائے گی۔ آپ نے ملک کے بڑے بڑے لوگوں کے خلاف اپنے اخبار میں زہر اگل کر انہیں دشمن بنا لیا ہے۔ آپ نے پولیس کو بھی نہیں بخشا ہے۔ وہ سب مل کر آپ کو پھانسی کے پھندے تک پہنچانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیں گے۔ ایسے موقع پر آپ نے عوام سے ہمدردی حاصل کرنے کی کوشش کی تو وہ لاحاصل ہو گی۔ لوگ بھی آپ کو پھانسی پر لٹکانے کا مطالبہ کریں گے آپ تو جانتے ہیں ہمارے ہاں قتل کی سزا پھانسی ہے۔"

"آپ ان تصویروں کا سودا طے کر رہی ہیں یا مجھے بلیک میل؟" میں نے ترشی سے کہا۔

"نہیں، میں آپ کو قطعاً بلیک میل نہیں کر رہی۔" وہ ریاکاری سے بولی۔ "بلیک میل کرنے اور مال بیچنے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مجھے بلیک میل کرنا ہوتا تو میں آپ سے صاف صاف کہہ دیتی کہ مجھے آپ ہر مہینے دس پندرہ ہزار ٹاکا باقاعدگی سے ادا کر دیا کریں۔"

"میں ان کے پچیس ہزار ٹاکا دے سکتا ہوں۔" میں نے اسے پیشکش کی۔

"پچیس ہزار ٹاکا؟" وہ یکدم ہنس پڑی۔ اس کی ہنسی بڑی زہریلی تھی اور وہ پورے کمرے میں پھیل گئی۔ "یہ رقم تو میرے ماہانہ پاکٹ خرچ سے بھی بہت کم ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں میں انہیں کوڑیوں کے مول بیچ دوں گی؟ ہرگز نہیں مسٹر ارشاد؟ یہ تو آپ کے لئے جان سے زیادہ عزیز ہیں۔ یہ تو وہ نایاب چیزیں ہیں جن کی قدر و قیمت کا اندازہ صرف آپ ہی کر سکتے ہیں۔"

میں نے چند لمحوں کی سوچ بچار کے بعد کہا۔ "میں دو لاکھ ٹاکا سے زیادہ نہیں دے سکتا۔"

"نہیں۔ مجھے دو لاکھ کا ٹاکا نہیں چاہئے، نہ دس لاکھ ٹاکا چاہئے۔ مجھے رقم نہیں کچھ اور چاہئے۔" اس کی آنکھوں میں ایک پُراسرار چمک کوند گئی۔

"وہ کیا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔ اس لئے میری کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ رقم کے علاوہ اس کا کیا مطالبہ ہو سکتا ہے میرے پاس رقم کے سوا کچھ اور نہ تھا۔

"مجھے آپ چاہئیں۔" اس نے بڑے پُرسکون لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا اور مجھے دزدیدہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"کیا مطلب؟" میں اس کی بات کچھ سمجھا' کچھ نہیں سمجھا۔

"مطلب یہ ہے کہ میں آپ سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔" اس کے لہجے میں شگفتگی تھی۔ اس کے رخسار دمک اٹھے۔

"شادی؟" میں اچھل پڑا۔ مجھے اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا۔ مجھ پر سکتہ سا چھا گیا۔

"ہاں شادی ...." اس نے اپنا خوشنما' سر ہلایا۔ "اس میں حیرت کی کیا بات ہے' کیا میں کوئی بدصورت عورت ہوں؟"

"نہیں' یہ بات نہیں ہے۔ آپ بہت حسین ہیں۔ آپ کے حسن و جمال کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ مگر شادی ...."

"یہ آپ اگر مگر کیوں کر رہے ہیں؟" اس نے سنجیدہ ہو کر مجھے گہری نظروں سے دیکھا۔ "کیا آپ کے لئے یہ مسرت کی بات نہیں کہ ایک حسین عورت آپ سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ ایک ایسے شخص سے جو قاتل ہے جس کے ہاتھ ایک بے گناہ شخص کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔"

"یہ بات میرے لئے ناقابل یقین ہے کہ کوئی سمجھ دار عورت ایک قاتل سے بھی شادی کر سکتی ہے میں نے آج تک ایسی کوئی مثال نہیں سنی۔"

"میں یہ مثال قائم کرنا چاہتی ہوں۔"

"وہ کس لئے؟"

"اس لئے کہ مجھے آپ سے محبت ہے۔" اس نے کسی شرمیلی لڑکی کی طرح اپنی لمبی پلکیں جھپکائیں۔ "میں آپ کی شروع ہی سے بہت بڑی پرستار رہی ہوں۔ میرا جذبہ پرستش محبت میں ڈھل گیا اس لئے کہ ہر خوبصورت چیز میری بہت بڑی کمزوری ہے میں نے آپ کو جس روز پہلی مرتبہ دیکھا بس اس روز سے میں آپ کی چاہت میں پاگل ہو گئی اس لئے بھی کہ آپ ملک کے اتنے نامور صحافی ہونے کے باوجود اپنے علم رتبے کی شہرت اور اہمیت کے باوجود سادگی اور انکسار کے پیکر تھے۔ اس کے علاوہ بحیثیت مرد وجیہہ اور پُرکشش شخصیت کے مالک تھے سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ آپ میرے معیار پر

پورے اترتے ہیں میں نے ہمیشہ آپ جیسے مرد کا خواب دیکھا آج مجھے اپنے خواب کی تعبیر چاہئے۔"

"آپ میری کمزوری سے فائدہ اٹھا کر مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہیں۔ آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ میں سعیدالرحمان کا قاتل نہیں ہوں میرا دامن بے داغ ہے مجھے ان تصویروں سے بلیک میل کر رہی ہیں۔ میری بیوی اس لئے بننا چاہتی ہیں کہ میں ایک نامور اور مقبول صحافی ہوں لیکن میں آپ سے شادی نہیں کر سکتا اس لئے کہ مجھے کسی اور سے محبت ہے کوئی اور میرے دل میں بسی ہوئی ہے۔"

"جب مجھے کوئی چیز پسند آ جاتی ہے تو پھر میں اسے ہر قیمت پر حاصل کر لیتی ہوں۔" وہ تنک کر بولی۔ "آپ مجھے پسند آ گئے ہیں میں اب آپ کے بغیر زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی آپ کا انکار میرے لئے سوہان روح ہو گا۔"

"آپ میری بات سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کر رہی ہیں۔" میں نے اپنی نفرت اور غصے کو دباتے ہوئے متوازن لہجے میں کہا۔ "یہ کیسے ممکن ہے کہ میں محبت کسی اور لڑکی سے کروں شادی کسی اور عورت سے' نہیں مجھ سے یہ ہرگز نہیں ہو گا میں جس سے محبت کرتا ہوں اس سے میں شادی کا وعدہ کر چکا ہوں۔"

"دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔" اس نے تکرار کی۔ "کیا ہمارے معاشرے میں ایسا نہیں ہوتا ہے کہ محبت کسی اور سے کی جاتی ہے شادی کسی اور سے۔ یہ میرا نہیں آپ کا مسئلہ ہے آپ اس سے شادی سے انکار کر دیں آپ مجھ سے شادی کرنے سے نہ صرف پھانسی کے پھندے سے بچ جائیں گے بلکہ پُرسکون زندگی گزاریں گے۔ میں آپ کو تصویروں کے نیگیٹو اور ویڈیو فلم بھی دے دوں گی آپ پر آنچ بھی نہیں آئے گی۔ اگر آپ نے ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لیا تو پریشانیوں کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا میں آپ کی زندگی اجیرن کر کے رکھ دوں گی پھر تصویریں اور نیگیٹو پولیس کے حوالے کر دوں گی آپ نے نیلما سے شادی کا وعدہ کیا ہے اس سے شادی تو نہیں کی ہے لوگ تو شادی کر کے اپنی بیوی کو طلاق دے دیتے ہیں آپ شادی سے صاف انکار کر دیں۔"

"آپ کو کس نے بتایا کہ میں نیلما سے محبت کرتا ہوں؟" مجھے اس انکشاف پر بہت تعجب ہوا۔

"میں نے آپ دونوں کو اکٹھے کئی مقامات پر دیکھا ہے میرے پاس آپ دونوں کی کچھ ایسی تصویریں بھی ہیں جہاں بیٹھے آپ دونوں محبت بھری باتیں کر رہے ہیں۔ سچ

پوچھئے تو اس معمولی قسم کی استانی نے میری محبت پر ڈاکہ مارا ہے؟" وہ حقارت سے بولی۔

"مس کویتا!" میں نے اسے سمجھانے کے انداز میں کہا۔ "میرے نزدیک کسی معصوم کا دل توڑنا بہت بڑا گناہ ہے آپ نہ صرف بہت حسین ہیں بلکہ حسن و جمال کے علاوہ آپ کی شخصیت کے بہت سے پہلو قابل تعریف ہیں۔ جسے آپ کی رفاقت میسر آئے گی وہ اپنے مقدر پر نازاں ہو گا آپ چاہیں تو مستقبل کی تمام مسرتوں کو سمیٹ سکتی ہیں مجھ سے دو لاکھ کے بجائے تین لاکھ کی رقم لو اور میرے راستے سے ہٹ جاؤ آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ آپ نیلما اور میرے درمیان دیوار بن کر کھڑی ہو جائیں۔ نیلما غریب یا میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے جو مجھ سے شادی کرنے کے جنون میں مبتلا ہو گئی ہو۔"

"میں یہاں آپ کی تقریر سننے نہیں آئی ہوں۔" وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی پھر وہ فیصلہ کن لہجے میں کہنے لگی۔ "آپ میری باتیں ذرا غور سے سنیں' آپ کا کیا خیال ہے کہ آپ مجھ شادی نہیں کریں گے بلکہ نیلما سے کریں گے۔" وہ استہزائی انداز سے ہنسی۔ "اس وقت آپ کی حیثیت ہی کیا ہے اگر میں اس وقت یہاں سے پولیس کو ایک ٹیلیفون کر دوں تو آپ کے ہوش ٹھکانے آجائیں گے رومان پرور خیالات کی جگہ اپنی زندگی کی بھیک مانگنے کی دل آرزو میں سما جائے گی۔ اب آپ مجھے بتائیں کہ آپ کو مجھ سے شادی کرنا منظور ہے یا پھانسی کا پھندا۔"

"میرے لئے آپ سے شادی بھی کسی پھندے سے کم نہیں ہو گی۔" میں نے زہر خند لہجے میں کہا۔ "میرے خیال میں پھانسی کا پھندا زیادہ بہتر ہو گا اس لئے کہ صرف ایک لمحے کی اذیت ہو گی آپ سے شادی کر کے جو پھندا میرے گلے میں پڑ جائے گا اس کی اذیت سے میں ساری زندگی تڑپتا رہوں گا۔"

"یہ آپ جذبات کی رو میں بہہ کر باتیں کر رہے ہیں۔" وہ بھنا کے بولی۔ "میری توہین کر رہے ہیں میں ویسی نہیں ہوں جیسی دکھائی دیتی ہوں میں ایک محبت کرنے والی بیوی اور ایک اچھی عورت ثابت ہو سکتی ہوں۔"

"معلوم نہیں آپ مجھ سے شادی کرنے کے لئے اس قدر جذباتی کیوں ہو رہی ہیں؟ میرا خیال ہے کہ مجھے نیلما سے اچھی رفیق سفر کوئی اور نہیں مل سکتی وہ پہلی عورت ہے جو مجھے پسند آئی ہے۔"

"میرے بجائے دنیا کی کوئی اور عورت آپ کی زندگی میں آسکتی ہے اور نہ آئے گی۔" نیلما کی تعریف سن کر وہ جل گئی تھی اس نے بھڑک کر سخت لہجے میں کہا۔ "میں

آپ کو صرف دو دن کی مہلت دے رہی ہوں سوچنے کے لئے آپ اچھی طرح سوچ لیں کہ عورت اور صحافت میں زمین آسمان کا فرق ہے چونکہ آپ کو عورت کے بارے میں کوئی تجربہ نہیں ہے لہٰذا اس پر اظہار خیال مت کریں۔ میں یہ دونوں تصویریں یہیں چھوڑ کر جا رہی ہوں تاکہ آپ کی عقل ٹھکانے آجائے۔" کویتا کا چہرہ ذرا سی دیر کے لئے خفت اور اشتعال سے متغیر ہوا پھر اس نے جھنجلاتے ہوئے تپائی پر سے اپنا پرس اٹھایا اور وہ سنسناتے ہوئے تیر کی مانند نکل گئی۔

میں اپنی جگہ بے حس و حرکت بیٹھا رہا مجھ پر سکتے کی سی کیفیت تھوڑی دیر تک طاری رہی گھر میں کوئی نہ تھا ملازم ابھی تک سودا سلف لے کر نہیں لوٹا تھا سارے گھر پر ہی نہیں میرے اندر بھی ایک سناٹا سا طاری تھا سینہ کٹ رہا تھا آنکھوں کے سامنے ایک اندھیرا سا چھا گیا تھا کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی کمرے میں گونجی تو سکوت کا طلسم بکھر گیا میں اس وقت کسی سے بات کرنا نہیں چاہتا تھا چاہے کوئی بھی ہو مجھے اور میرے ذہن کو سکون کی ضرورت تھی اس لئے میں نے ریسیور نہیں اٹھایا تھوڑی دیر ٹیلیفون کی گھنٹی مسلسل بجتی رہی پھر وہ بند ہو گئی۔

کویتا دانستہ تصویریں چھوڑ گئی تھی تاکہ میں انہیں اطمینان سے دیکھوں اور میں اس کی خواہش کے آگے سر تسلیم خم کر دوں۔ یہ تصویریں نہیں تھیں آئینہ تھیں جس میں وہ میرا اصل چہرہ دکھانا چاہتی تھی میں نے تپائی پر سے لفافہ اٹھایا اس میں سے دونوں تصویروں نکالیں تو ایسا لگا جیسے میرے وجود پر دہکتا ہوا انگارہ رکھ دیا گیا ہو۔ میں نے باری باری بڑے غور سے اور تنقیدی نظروں سے دیکھا شاید اس میں ایسا کوئی سقم رہ گیا ہو جس سے میری گلو خلاصی ہو جائے اور میں قانون کی نظروں اور گرفت میں آنے سے بچ جاؤں دونوں تصویروں کو ایک بچہ بھی دیکھ کر کہہ سکتا تھا کہ میں سعید الرحمان کے سینے میں چاقو گھونپ رہا ہوں اور چاقو کے دستے پر سے نشان رومال سے مٹا رہا ہوں۔ یہ تصویریں نہ تھیں بلکہ پھانسی کا پھندا تھا جو میں ابھی سے اپنی گردن پر محسوس کر رہا تھا کویتا نے مجھے بڑی مہارت' چالاکی اور ذہانت سے اپنے جال میں پھانس لیا تھا اس میں نکلنا مجھے ناممکن سا دکھائی دے رہا تھا۔

☆======☆======☆

گو کویتا چلی گئی تھی لیکن مجھے کرب ناک اذیت کے ایسے جہنم میں دھکیل گئی تھی کہ اس کا درد ناک عذاب سہنا میرے بس کی بات نہ تھی میں کبھی بھی ایسی اذیت سے

دوچار نہیں ہوا تھا مجھے تنہائی کی اشد ضرورت تھی میں یکسوئی سے کچھ سوچنا چاہتا تھا۔
تھوڑی دیر بعد عبدل بازار سے لوٹا تو میں نے اس سے کہا کہ ٹیلیفون کسی کا بھی ہو کہیں سے بھی آیا ہو اور کتنا ہی ضروری کیوں نہ ہو کہہ دینا کہ میں گھر پر نہیں ہوں کوئی ملاقاتی آئے تو کہہ دینا کہ طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں سو رہا ہوں اور کسی سے ملنا نہیں چاہتا ہوں۔

میں نے اپنی خواب گاہ میں جا کر دروازہ بند کر لیا میں تنہائی میں کویتا کی بلیک میلنگ کے بارے میں سوچنے لگا یہ عورت مجھ سے شادی کرنا چاہتی تھی جس کا کوئی کردار نہ تھا اس سے شادی کرنے سے انکار کرنے پر اس نے مجھے قانون کے حوالے کرنے کی دھمکی دی ہوئی تھی۔ اگر میں نے نیلما سے محبت نہیں کی ہوتی تو شاید اس کی پیش کش قبول کر لیتا میں نے بہت سوچ بچار کیا تو ایک بات میری سمجھ میں آئی کہ اس سے شادی کرنے کے سوا چارہ نہیں ہے۔ میں ابھی زندہ رہنا چاہتا تھا پھر میرے ذہن میں ایک تدبیر آئی کہ شادی کے بعد میں اس سے یہ چیزیں حاصل کر کے طلاق دے دوں گا پھر وہ میرا کچھ بگاڑ نہ سکے گی۔

پھر مجھے نیلما کا خیال آیا کہ جب وہ یہ سنے گی کہ میں کویتا سے شادی کر رہا ہوں تو اس معصوم کے دل پر کیا گزرے گی۔ کیا مجھے اسے اعتماد میں لے کر سب کچھ بتا دینا چاہئے؟ کیا وہ میری بات کی سچائی پر یقین کر لے گی؟ کیا وہ میری مجبوری کو سمجھ سکے گی؟ میری جدائی کا صدمہ برداشت کر سکے گی؟ میرا انتظار کر سکے گی؟ وقت سے بڑا مرہم کوئی نہیں ہے وہ اس کے تمام زخم مندمل کر دے گا۔

میں نے کوئی ایک گھنٹے کے بعد نیلما کو اس کے اسکول ٹیلیفون کیا میں نے اس سے کہا کہ وہ شام کے وقت میرے گھر آ جائے میں اس سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں اس نے میرے گھر آنے کا وعدہ کیا میں نے اسے اپنے گھر پر اس لئے بلایا تھا کہ یہاں بڑے سکون اور اطمینان سے گفتگو ہو سکتی تھی۔

میں نے دفتر جا کر جلدی جلدی اپنا کام نمٹایا سہ پہر تک گھر لوٹ آیا میرے چہرے سے ذہنی انتشار اور کرب ظاہر ہو رہا تھا۔ میری سیکرٹری نجم السحر نے کئی بار میری طبیعت کے بارے میں پوچھا تھا اس کا کہنا تھا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی ہے میں گھر جا کر آرام کروں اس لئے بھی میں جلد گھر آ گیا تھا۔

نیلما شام پانچ بجے مجھ سے ملنے آئی تو اسے دیکھتا رہ گیا آہ میں نے اس کا حسن نئے

زاویے سے دیکھا تھا وہ مجھے ایک قطعی مختلف عورت نظر آئی۔ سرخ کناروں کی سفید ساڑھی سفید بلاؤز اور لمبے لمبے سیاہ ریشمی بال گھٹا کی طرح پشت پر بکھرے ہوئے تھے اس کے ہونٹوں پر ایک دلآویز تبسم رقصاں تھا اس کی موہنی صورت پر ایک عجیب سی دمک اور اس کی بڑی سیاہ آنکھوں کی گہرائیوں میں محبت کے چراغ جلتے دیکھ کر میرے دل پر ایک چوٹ سی لگی میں نے اپنے دل میں بڑے کرب اور دکھ سے سوچا کہ تھوڑی دیر بعد یہ چراغ بجھ جائیں گے ان آنکھوں میں اندھیرا پھیل جائے گا پھر کبھی یہ چراغ جل نہ سکیں گے اس لئے کہ نیلما جیسی عورتیں اپنی زندگی میں صرف ایک بار کسی سے محبت کرتی ہیں صرف ایک مرتبہ محبت کے چراغ جلتے ہیں۔ میں نے اس سے محبت کس لئے کی؟ کیا اسے دکھ دینے کے لئے؟

کاش! نیلما نے مجھ سے محبت نہ کی ہوتی میں اسے اپنے دل میں نہ بساتا۔

ہم دونوں سبزہ زار پر بیٹھ گئے میں نے عبدل سے کہہ دیا تھا کہ مجھے نیلما سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں لہٰذا میں کسی قسم کی مداخلت پسند نہیں کروں گا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے تھے۔ وہ کویتا کی طرح شوخ وشنگ اور تیز و طرار نہ تھی وہ جب بھی میرے سامنے بیٹھتی تھی۔ اس پر کسی مجسمے کا دھوکا ہوتا تھا اس کی نگاہیں جھکی ہوتی تھیں اس وقت بھی اس کی یہی کیفیت تھی اس کے پھول سے رخساروں پر سرخی پھیلی ہوئی تھی صاف وشفاف زیتونی رنگت دہک رہی تھی وہ میرے سامنے بیٹھی رہی نگاہیں نیچے کئے اس نے مجھ سے نہیں پوچھا کہ میں نے اسے یہاں کس لئے بلایا؟ وہ کون سی ضروری بات ہے اس نے یہ بھی جاننے کی کوشش نہیں کی۔ اب مجھے پچھتاوا سا ہو رہا تھا کہ میں نے اسے ٹیلیفون کر کے کیوں بلایا کتنا اچھا ہوتا اسے ایک خط لکھ دیتا کہ اب تم مجھے بھول جاؤ میری محبت کو فریب سمجھو میں کسی وجہ سے تم سے شادی کرنے سے قاصر ہوں میں اپنی مجبوری تم سے بتا نہیں سکتا وقت نے میرے ساتھ بہت بڑا مذاق کیا ہے ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔ اسے ایک خواب سمجھ کر بھلا دینے کی کوشش کرو اس طرح میرے سر سے ایک بوجھ اتر جاتا۔

عبدل جو چائے دے گیا تھا وہ رکھے رکھے ٹھنڈی ہو گئی تھی لمحے بیت گئے میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کہاں سے شروع کروں؟ کیا تمہید باندھ دوں کیا کہوں؟ کس طرح کہوں؟ مجھے اپنا سینہ خالی لگ رہا تھا میں اس کا چہرہ تک رہا تھا اس کی نگاہیں میری طرف نہیں تھیں وہ گھاس پر جمی تھیں اس نے دل میں چبھتے ہوئے سکوت کو توڑا۔ "کیا بات

ہے؟ آج آپ بہت پریشان دکھائی دے رہے ہیں۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی اس اثنا میں نیلما نے میری جانب کئی بار دیکھا دل کی بات زبان پر لاتے ہوئے میرا سینہ کٹ رہا تھا آخر میں نے جی کڑا کر کے کہہ ہی دیا۔ "ہاں میں بہت پریشان ہوں اس لئے کہ ہماری محبت کی آزمائش کا وقت آ گیا ہے۔"

"میں ہر آزمائش کے لئے تیار ہوں۔" نیلما نے بڑے پرسکون لہجے میں کہا۔

"کیا؟" میں چونک پڑا مجھے اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا۔

"محبت میں تو آزمائشیں آتی رہتی ہیں۔" وہ مدھم لہجے میں بولی۔ "یہ کوئی نئی بات تو نہیں۔"

"مگر میرے لئے نئی اور بڑے دکھ کی بات ہے کہ میں نے تمہاری محبت کی قدر نہیں کی تمہارے دل کو ٹھیس پہنچا رہا ہوں میرے ساتھ کچھ ایسی مجبوری آن پڑی ہے کہ میں کویتا سے شادی کرنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔" میں نے ڈوبتے لہجے میں ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ دیا۔

"اس بات کے لئے آپ اتنے پریشان کیوں ہو رہے ہیں۔" وہ مسکرائی مگر اس کی مسکراہٹ کی پشت پر درد کی جھلک تھی۔ "آپ کویتا سے شادی کریں یا کسی اور سے میں آپ سے کوئی شکایت نہیں کروں گی مجھے کوئی دکھ نہ ہو گا۔"

"نیلما!" مجھے اپنے دل میں کوئی برچھی سی اترتی ہوئی محسوس ہوئی میں نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔ "مجھے اندازہ نہ تھا کہ تم اتنی بلند اور عظیم عورت ہو میں کتنا بدنصیب ہوں کہ تمہیں اپنا نہیں سکتا کاش! میں اتنا مجبور نہ ہوا ہوتا۔"

"میں نے ایک عورت ہونے کے ناتے اپنا فرض ادا کیا ہے۔" نیلما کا لہجہ مرتعش سا تھا۔ "یہ عورت ہی ہوتی ہے جو محبت کرنا اور قربانی دینا جانتی ہے وہ جدائی کی آگ میں بڑی خاموشی سے جل جاتی ہے درد بھی سہہ لیتی ہے اس لئے کہ درد بھی عجیب مزہ دیتا ہے۔"

"بس کرو نیلما!" میری آواز ڈوبنے لگی۔ "میں نے اپنی زندگی میں پہلی بار کسی سے ہار مانی ہے مگر میں تمہیں کبھی بھلا نہ سکوں گا تم میری نہ ہو سکی تو کیا ہوا میرے دل کے فریم میں تمہاری تصویر آویزاں ہے اسے میں کبھی نکال نہ سکوں گا۔"

"کیا کویتا آپ کو بلیک میل کر کے آپ سے شادی کر رہی ہے؟"

"یہ بات تمہیں کس نے بتائی؟" میں اچھل پڑا۔

"یہ بات بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ کویتا ایک بلیک میلر عورت ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "اس نے میری ایک سہیلی کو بلیک میل کیا تھا جو آج امریکہ میں ہے اس نے بلیک میلنگ کے لئے فوٹو گرافی کے پیشے کو اپنایا ہوا ہے یہ شوق اور پیشہ ایک آڑ ہے وہ لوگوں کو بلیک میل کر کے شاہانہ زندگی گزار رہی ہے مگر اس نے آپ کو کیسے بلیک میل کیا؟ آخر ایسی کیا چیز آپ کے خلاف اس کے ہاتھ لگ گئی؟"

"میں تمہیں اس کے بارے میں ابھی کسی وجہ سے بتانا نہیں چاہتا مگر یقین کرو نیلما میرا دامن بالکل صاف اور بے داغ ہے مگر میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ وہ مجھ سے شادی کس لئے کرنا چاہتی ہے؟"

"وہ بڑی گہری، تیز اور کسی زہریلی ناگن کی طرح خطرناک عورت ہے۔" نیلما نے کہنے لگی۔ "وہ آپ کے پس پشت اس گھناؤنے کاروبار کو جاری رکھنا چاہتی ہے تاکہ کبھی کسی مشکل وقت پر اس پر کوئی آنچ نہ آ سکے۔"

"میں اس سے شادی اس شرط پر کر رہا ہوں کہ وہ مجھے وہ تصویریں اور اس کے نیگیٹو دے دے گی جس سے وہ مجھے بلیک میل کر رہی ہے میں اس کے حصول کے بعد اسے طلاق دے دوں گا پھر تم سے شادی کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ رہے گی۔"

"مجھے امید تو نہیں کہ وہ اتنی آسانی سے وہ چیزیں آپ کو دے دے۔" نیلما نے اپنی پلکیں جھپکائیں۔ "میں دعا کروں گی کہ آپ اس کے چنگل سے نکل جائیں۔ میں اب آپ سے کچھ نہیں مانگوں گی نہ وہ عشق جو آغاز شباب کا ایک بادل تھا جو برستا تھا تو ہر طرف قوس وقزح کے سات رنگ نظر آتے تھے نہ وہ وقت جو کل تک صرف میرا تھا۔ وقت بھلا کس کا ہوتا ہے میرے لئے اس سے بڑی مسرت کی بات کیا ہو سکتی ہے میں آپ کی نہ ہوتے ہوئے بھی آپ کے دل میں رہوں گی۔ مجھے امید ہے کہ یہ وقت پھر ہماری زندگی میں آئے گا جسے حالات نے چھین لیا ہے میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں اس وقت کا انتظار کروں گی.........."

میرے اعصاب پھولوں کی طرح ہلکے ہو گئے۔ نیلما ایک حقیقت پسند لڑکی تھی مجھے اندازہ نہ تھا کہ وہ حالات سے سمجھوتا کر لے گی اس کی محبت اور عزت پہلے سے کئی گنا میرے دل میں اور بڑھ گئی تھی اب میں ڈٹ کر حالات سے مقابلہ کر سکتا تھا۔

میں نے دوسرے دن سہ پہر کے وقت کویتا کو اس کے گھر ٹیلیفون کیا وہ میری آواز سن کر چہکی۔ "کیا فیصلہ کیا حضور نے؟"

"میں نے تم سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" میں نے دل پر جبر کر کے بڑی سرد مہری سے کہا۔ "لیکن ایک شرط پر؟"

"جب تم مجھ سے شادی کر رہے ہو تو میں تمہاری ایک نہیں دس شرائط پوری کرنے کے لئے تیار ہوں۔" وہ بڑی بے تکلفی سے بولی اس کے لہجے سے سرشاری ٹپکنے لگی۔ "تمہاری کیا شرط ہے؟"

"پہلی شرط تو یہ ہے کہ تم مجھے وہ ساری چیزیں دے دوگی جس کی وجہ سے میں تم سے شادی کرنے پر مجبور ہوں۔"

"یہ تو میں نے پہلے ہی تم سے کہہ دیا تھا کہ تمہیں یہ چیزیں دے دوں گی پھر بھی تمہیں میری بات کا یقین نہیں ہے؟"

"جس شادی کی بنیاد بلیک میل پر ہو سودے بازی پر ہو' اس کے لئے ضروری ہے کہ آدمی محتاط ہو۔"

"کہیں تمہاری نیت میں فتور تو نہیں آرہا ہے؟" کویتا نے اپنے شک کا اظہار کیا۔

"میری نیت میں فتور کس لئے پیدا ہو گا؟" میں اس کے شک پر گڑ بڑا گیا اس نے مجھے صحیح پکڑا تھا۔

"اس لئے کہ شادی کے بعد جب تم یہ چیزیں حاصل کر لو گے میرے زیر اثر اور محتاج نہیں رہو گے مجھے طلاق دے دو گے۔"

"میں ایسا اس لئے نہیں کر سکوں گا اس سے میری بڑی بدنامی ہو گی اور میرے دشمنوں کو مجھ پر انگلی اٹھانے کا موقع ملے گا۔" میں نے ریا کاری سے کہا۔ "شادی کوئی کھیل نہیں ہے میری خواہش ہے کہ تم میرے ساتھ ایک اچھی بیوی کی طرح رہو میری عزت' شہرت اور مقبولیت سے نہ کھیلو میری طرح حالات سے سمجھوتا کر لو۔"

"تمہاری لو استوری کا کیا بنے گا؟ کیا نیلما تمہاری جدائی برداشت کر لے گی؟" اس کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔

"کل سہ پہر اس کا اختتام ہو گیا ہے میں نے اسے بتایا ہے کہ میں تم سے شادی کر رہا ہوں۔"

"اس کا کیا رد عمل تھا؟" اس نے استہزائی انداز سے پوچھا۔

"وہ ایک حقیقت پسند لڑکی ہے اس نے مجھ سے کہا کہ یہ مقدر کی بات ہے آپ میرے مقدر میں نہیں ہیں تو میں کیا کر سکتی ہوں۔"

"ویری گڈ۔" وہ پھر چہکنے لگی۔ "آج کی ہر لڑکی کو اتنا ہی حقیقت پسند ہونا چاہئے مجھے اندازہ نہ تھا کہ نیلما اس قدر سمجھدار ہے۔ ویسے یقین نہیں آرہا ہے کہ اس نے اتنی آسانی سے اتنا بڑا صدمہ سہہ لیا۔"

"اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟" میں نے بیزاری سے پوچھا۔

"میں کل صبح تمہارے دولت کدے پر آرہی ہوں تاکہ مہر کی رقم اور شادی کی تاریخ طے کی جا سکے۔" وہ شوخی سے بولی۔ "تم ذرا یہ سوچ کر رکھنا کہ ہم ہنی مون کہاں منائیں گے؟ سنگاپور' بنکاک یا جاپان.........؟"

"صبح جب آنے لگو تو ویڈیو فلم' تصویریں اور نیگیٹوز بھی ساتھ لیتی آنا۔" میری زبان سے غیر اختیاری طور پر نکل گیا۔

"کیا تم مجھے بے وقوف عورت سمجھتے ہو؟" اس نے تیکھے لہجے میں کہا۔ "اتنی جلدی یہ ساری چیزیں تمہارے حوالے کیسے کر سکتی ہوں؟"

"اب جبکہ میں تم سے شادی کرنے کے لئے تیار ہوں اور زبان دے چکا ہوں تو یہ ساری چیزیں دینے میں کیا حرج ہے؟" میں نے ترشی سے کہا۔

"میں مسرت آگیں لمحات کے موقع پر تمہیں یہ چیزیں تحفے کی صورت میں پیش کرنا چاہتی ہوں۔" وہ پُراسرار لہجے میں بولی۔

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"سہاگ کی پہلی رات دلہا دلہن کو منہ دکھائی میں کوئی تحفہ دیتا ہے لیکن میں سہاگ رات میں ایک نئی روایت قائم کروں گی۔ اس رات میں تمہیں یہ چیزیں بطور تحفہ پیش کروں گی تاکہ خوشی کی گھڑیاں ابدیت حاصل کر لیں۔ کیوں کیسا رہے گا؟"

کوئی ایک ہفتے بعد ہم دونوں کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہو گئی۔ دونوں طرف کے اخراجات مجھے ہی برداشت کرنے پڑے۔ اس نے مجھ سے اپنی ہر بات منوائی۔ ایک لاکھ روپے حق مہر مقرر ہوا جو اس نے نکاح کے فوراً بعد ہی مجھ سے وصول کر لیا۔ شادی کی پہلی رات میں نے اسے منہ دکھائی میں ایک بیش قیمت انگوٹھی دی۔ جب میں نے اس سے وہ چیزیں طلب کیں جس کی وجہ سے میں اس سے شادی کرنے پر مجبور ہوا تھا تو اس نے ہنس کر کہا کہ ایسی بھی کیا جلدی ہے۔ وہ چیزیں میرے سوٹ کیس میں رکھی ہیں۔ صبح لے لینا۔ مجھے اس کی بات کا اعتبار آگیا اس لئے میں نے اس وقت ان چیزوں کو دیکھنے پر اصرار نہیں کیا۔

شادی کی پہلی رات کا جو ذہن میں تصور ہوتا ہے وہ کسی آبگینے کی طرح پاش پاش ہو چکا تھا۔ اس رات محض جسمانی نہیں روحانی سفر کا آغاز ہوتا ہے۔ دو روحوں کا ملاپ ہوتا ہے۔ جب دو مسافر زندگی کے اس نئے سفر نکلتے ہیں تو عہد و پیماں کرتے ہیں۔ مستقبل کے خواب دیکھتے ہیں۔ زندگی کے سفر میں ہر قسم کے حالات میں شریک رہنے کا اقرار کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس نے مجھے جاننے کی کوئی کوشش نہیں کی بلکہ وہ میرے بینک بیلنس اور تنخواہ کے بارے میں معلوم کرتی رہی۔ پھر وہ مجھ سے بڑی سرد مہری سے پیش آتی رہی۔ میں نے محسوس کیا کہ اس نے صرف میری دولت کی وجہ سے مجھ سے شادی کی ہے۔ شادی کی پہلی رات میرے لئے بڑی بے کیف اور اذیت ناک تھی۔ مجھے خوشی کے بجائے دکھ ہوا تھا۔

صبح جب میں نے ناشتے کی میز پر اس سے ان چیزوں کو طلب کیا تو وہ ہنسی میں ٹال گئی۔ ”تم اس کا کیا کرو گے؟ وہ میرے پاس حفاظت سے ہیں۔“

”میں اس کا اچار ڈالوں گا۔“ میں اپنا غصہ ضبط نہ کر سکا۔ ایک دم بھڑک اٹھا۔ ”تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کرو۔“

”میں نے تم سے جو وعدہ کیا ہے اس پر آخری سانس تک قائم رہوں گی مگر میں اتنی جلدی تمہارے حوالے نہیں کروں گی۔“

”تم نے شادی کی رات ان چیزوں کو تحفے کے طور پر دینے کا وعدہ کیا تھا۔“ میں نے تیز لہجے میں چیختے ہوئے ہذیانی انداز سے کہا۔ ”رات بھی تم نے ٹال دیا۔ اب میں مانگ رہا ہوں تو بھی لیت و لعل کر رہی ہو۔ اب تمہیں دینے میں پس و پیش کیوں ہے جبکہ میں نے تمہاری تمام شرائط پوری کر دی ہیں۔“

”میں کچھ عرصے تک ان چیزوں کو اس لئے اپنے پاس رکھنا چاہتی ہوں کہ تمہارے چال چلن کو دیکھوں، پرکھوں، تمہیں غلط راستے پر چلتے پایا تو ان کی مدد سے ٹوک سکوں۔ اس لئے کہ مرد ذات کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا۔ جب اس کی مرضی یا پسند کی شادی نہ ہو تو وہ اِدھر اُدھر منہ مارنے لگتا ہے۔“

”تم صاف صاف یہ کیوں نہیں کہتی ہو کہ مجھے مستقل بلیک میل کرنا چاہتی ہو۔“ میں مشتعل ہو گیا۔ ”کیا تم نے مجھے بے وقوف سمجھا ہوا ہے؟“

”تم چھوٹی سی بات کے لئے اس قدر سنجیدہ کیوں ہو رہے ہو؟“ وہ زیر لب مسکرائی۔

”جسے تم چھوٹی سی بات کہہ رہی ہو وہ میرے لئے زندگی اور موت کا سوال ہے۔“ میری نسوں میں لہو ابلنے لگا۔ میرے دل میں آیا کہ میں اس کی صراحی دار گردن مروڑ کر رکھ دوں۔ ”میں یہ چاہتا ہوں کہ میں آج ابھی اور اسی وقت ان چیزوں کو تلف کر دوں۔ کل کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ چیزیں کسی اور کے ہاتھ لگ جائیں اور میں پھانسی پر لٹکا دیا جاؤں۔“

”وہ چیزیں کسی کے فرشتے کے بھی ہاتھ نہیں لگ سکتی ہیں۔“ اس نے اپنے شانے اچکائے۔ ”میں نے اسے بینک کے لاکر میں رکھا ہوا ہے۔“

میں اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔ میں نے اس پر بھروسہ کر کے اپنی زندگی کی سب سے بھیانک غلطی کی تھی۔ کویتا میری توقعات سے کہیں زیادہ چالاک ثابت ہوئی تھی۔ وہ نہ صرف شاطرانہ ذہن کی مالک تھی بلکہ قیافہ شناس بھی معلوم ہوتی تھی۔ وہ محض ایک عورت نہیں بلکہ پکی بلیک میلر تھی۔ وہ اپنے مقابل کی نفسیاتی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانا جانتی تھی۔ وہ کسی اداکارہ سے کم نہ تھی۔ ایک زہریلی ناگن تھی جس نے مجھے بری طرح ڈس لیا تھا۔ وہ میری نظروں کے سامنے بیٹھی بے حد خطرناک دکھائی دے رہی تھی۔ وہ اس قدر خطرناک ہو گی میں نے سوچا بھی نہ تھا۔ وہ جتنی شوخ تھی اندر سے اتنی ہی بے رحم اور سفاک تھی۔ ہر نگاہ طرح دیتی ہوئی۔ ہر جنبش کاٹتی ہوئی ہر نگاہ سازش کرتی ہوئی۔ میں اس کے سامنے اپنے آپ کو بہت کمزور اور بے بس سا محسوس کر رہا تھا۔

”تم نے میرے ساتھ مکر و فریب کیا ہے کویتا؟“ میرے سینے میں سانس پھولنے لگی۔ میں نے سخت لہجے میں کہا۔ ”اگر تم نے مجھے آج شام تک ان چیزوں کو لا کر نہیں دیا تو یاد رکھو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔“

وہ میری دھمکی سن کر مشتعل ہونے کے بجائے ہنس پڑی۔ ”میں کوئی سیاسی لیڈر یا اعلیٰ حکام میں سے نہیں ہوں جو تم مجھے دھمکیاں دینے لگو۔ تم آج شام کی بات کر رہے ہو میری یہ بات کان کھول کر سن لو کہ وہ شام اتنی جلدی نہیں آئے گی۔ اس کے لئے تمہیں مہینوں انتظار کرنا ہو گا۔ تم میرا بال تک بیکا نہیں کر سکتے۔ تمہاری بہتری اور عزت اسی میں ہے کہ جذبات کی رو میں بہنے کے بجائے عقل سے کام لو اور ایک سعادت مند شوہر کی طرح میرے ساتھ زندگی گزارو۔ کیوں اپنی زندگی تلخ بنانا چاہتے ہو۔“

”اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ میں تمہارے اشاروں پر ناچنے لگوں گا تو یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔“ میں بھڑک اٹھا اور ہیجانی لہجے میں بولا۔ ”پھر میں کسی بات کی پروا نہیں کروں گا۔

اپنے آپ کو نہ صرف قانون کے حوالے کر دوں گا بلکہ تمہارا اصل چہرہ بھی بے نقاب کر دوں گا۔"

"میں جانتی ہوں تم اپنے پیروں پر کلہاڑی نہیں مارو گے۔" ایک زہر آلود تبسم اس کے ہونٹوں پر کھیلنے لگا۔

اس لمحے میں خون کا گھونٹ پی کر رہ گیا۔ میری آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ میں واقعی اس کا کچھ بگاڑ سکتا تھا نہ اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر سکتا تھا۔ اب مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا کہ میں نے اس کے مکر و فریب میں آکر بڑی غلطی کی۔ مجھے اس کی بات کسی صورت ماننا نہیں چاہئے تھی۔ میں حالات کا سامنا کرتا تو میرے حق میں زیادہ بہتر ہوتا۔ شاید میں بچ جاتا۔ اس ملک میں ایک نامور وکیل تھا۔ اس کا نام ابو سرکار تھا۔ میں اس کی خدمات حاصل کر کے پھانسی کے پھندے سے بچ جاتا۔ کویتا نے میرے گلے میں جو پھندا ڈالا تھا وہ پھانسی کے پھندے سے کہیں زیادہ اذیت ناک تھا۔ اب میں نے اسے اچھی طرح سے سمجھ لیا تھا۔ اس نے میرے گلے میں جو پھندا ڈالا تھا وہ اسے غیر محسوس انداز میں کھینچتی جائے گی۔ اس کا حلقہ تنگ ہوتا جائے گا۔ آخر میں وہ ایک جھٹکا دے کر میرا کام تمام کر دے گی۔

میں نے ایک پل کے ہزارویں حصے میں سوچا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ دھمکی اور کسی سختی سے کام نہیں چلے گا۔ جس طرح لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ زہر کا علاج زہر سے کیا جاتا ہے مجھے بھی اسی طرح مکر و فریب سے کام لے کر اس زہریلی ناگن کا سر کچلنا ہوگا۔ اس کے سوا چارہ نہیں تھا۔ میں اس سے محبت کا کھیل' کھیل کر ہی بے وقوف بنا سکتا تھا اور اپنی چیزیں حاصل کر سکتا تھا۔

میں تھوڑی دیر بعد اپنے آپ پر قابو پاتے اور اپنے لہجے کو نرم بناتے ہوئے بولا۔
"اگر تم اس بات کا وعدہ کرو کہ چھ سات مہینے کے بعد مجھے وہ چیزیں لوٹا دو گی تو پھر میں تمہاری اس بات کا یقین کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

"اگر تم نے میرے سوا کسی اور عورت میں دلچسپی نہیں لی اور مجھے ٹوٹ کر چاہا تو میں تمہیں یہ تمام چیزیں بن مانگے ہی دے دوں گی۔"

"تمہیں اس بات کا وہم کس لئے ہو رہا ہے کہ میں کسی اور عورت میں دلچسپی لوں گا؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"اس لئے کہ تم نے مجھ سے اس لئے شادی کی کہ تمہاری مجبوری تھی۔" اس نے

جواب دیا۔ "تم نیلما سے محبت کرتے ہو۔ تم اس کی محبت کی آگ میں جل رہے ہو گے۔ اس کے علاوہ تم سے نہ جانے کتنی عورتیں محبت کرتی ہوں گی اور پھر تم اتنے خوبصورت اور وجیہہ ہو کہ مجھے خوف آتا ہے کہ کوئی حسین عورت تم پر اپنا جادو نہ چلا دے؟"

"اب جبکہ میں نے تم سے شادی کی لی ہے تو میں چاہتا ہوں کہ ایک حسین اور خوشگوار ازدواجی زندگی گزاروں۔" میں نے ریاکاری سے کہا۔ "میں نے نیلما کی اپنی زندگی ہی سے نہیں بلکہ اپنے دل سے بھی نکال دیا ہے۔ اب میں کسی دوسری عورت کی طرف دیکھنا اور اس کے بارے میں سوچنا بھی گناہ سمجھتا ہوں۔ میرے پاس اتنا وقت کہاں ہو گا کہ میں کسی عورت سے محبت کا کھیل کھیلوں۔"

کویتا کو میری بات کا جیسے یقین آگیا۔ اس کا چہرہ کھل اٹھا۔ وہ سرشاری سے بولی۔
"ایسی بات ہے تو پھر کل ہی ہنی مون منانے سنگاپور چلتے ہیں۔"

"میں اس لئے ہنی مون منانے کہیں بھی نہیں جا سکتا کہ ان پندرہ دنوں میں پاکستان اور ملائیشیا کے وزیراعظم بنگلہ دیش کے سرکاری دورے پر آرہے ہیں۔ ایسے وقت میں میرا ملک میں رہنا اشد ضروری ہے۔ پھر کبھی ہم یورپ کا ایک دورہ کر کے آئیں گے۔"

"تم کہو تو میں کچھ دنوں کے لئے سنگاپور اور بنکاک اپنی ایک سہیلی اور اس کے شوہر کے ساتھ ہو آؤں؟" اس نے مجھے میٹھی نظروں سے دیکھا۔

میں خود بھی چاہتا تھا کہ یہ بلا کچھ دنوں کے لئے مجھ سے الگ ہو جائے تاکہ میں پرسکون ہو کر کچھ سوچ سکوں اور غیر ملکی سربراہوں کے دورے کے بارے میں مضامین اور اداریے لکھ سکوں۔ میں نے کہا۔ "میری طرف سے اجازت ہے لیکن جلد آنے کی کوشش کرنا۔"

"وہ کس لئے؟" اس نے شوخی سے کہا اور محبت بھری نظروں سے دیکھنے لگی۔

"اس لئے کہ اب تم میرے لئے سب کچھ ہو۔" میں بھی اس کی آنکھوں میں محبت پاش نظروں سے جھانکنے لگا۔

اس نے دوسرے دن مجھ سے پچاس ہزار ٹاکا مانگے اس لئے کہ وہ اپنی سہیلی کے ساتھ سنگاپور اور بنکاک سیر و تفریح کے لئے جا رہی تھی۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی اور میرے اندر کھولن ہونے لگی۔ اس لئے کہ ایک لاکھ کی رقم جو مہر کی تھی وہ نکاح کے فوراً بعد مجھ سے وصول کر چکی تھی۔ شادی کے دہرے اخراجات میں نے برداشت کئے تھے۔ پچاس ہزار ٹاکا اسے دیتے بنے۔ وہ ایک طرح سے مجھے بلیک میل کر کے رقم وصول کر رہی تھی۔

وہ جس روز اپنی سہیلی اور اس کے شوہر کے ساتھ سنگاپور کے لئے روانہ ہوئی اس روز میں نے دل میں دعا مانگی کہ وہ کسی حادثے کا شکار ہو کر مرجائے کوئی شوہر بھی شاید اپنی حسین و جمیل بیوی کی المناک موت کی دعا نہیں مانگتا ہو گا۔ وہ میری بیوی نہیں ایک بلا تھی۔ عفریت تھی۔ ناگن تھی۔ اس کے ساتھ زندگی گزارنا آسان نہ تھا مگر میں اس کے لئے مجبور تھا۔ میں دل میں روز اس سے جلد از جلد نجات کی دعا مانگتا رہتا تھا۔

سنگاپور سے واپس آنے کے بعد اس کی دوسری خوبیاں مجھ پر منکشف ہونے لگیں۔ وہ شراب پیتی تھی۔ اس کے علاوہ وہ اعلیٰ سرکاری حکام اور ان لوگوں کی بیگمات کے ساتھ جوا کھیلتی تھی جن کی آمدنی حرام کی تھی۔ جوئے کی لت اور شراب کی عادت نے اسے بلیک میلر بنایا تھا۔ میں نے عبدل کی زبانی سنا تھا۔

اس نے مجھے بتایا تھا کہ کویتا ٹیلی فون پر جن لوگوں کو بلیک میل کرتی ہے ان سے ہزاروں ٹاکا کی رقم بڑی بے رحمی سے مانگتی ہے اور انہیں دھمکیاں بھی دیتی ہے۔ بہت ساری عورتیں اور کچھ مرد گھر پر آ کر لفافے دے جاتے ہیں جن میں رقمیں ہوتی ہیں۔ میں نے عبدل کو سختی سے تاکید کی تھی کہ وہ اپنی زبان بند رکھے اور اس بات کا تذکرہ کسی سے بھی نہ کرے۔ ایک خاموش تماشائی کی طرح سب کچھ دیکھتا رہے۔ میں نے بھی دانستہ کویتا سے اس موضوع پر کوئی بات نہیں کی۔ میں انجان بنا رہا۔ کبھی اس کے دیر سے گھر آنے اور مصروفیات پر اعتراض بھی نہیں کیا۔ مجھے بہت ساری باتیں عبدل کو زبانی معلوم ہو جاتی تھیں کہ اس نے جوئے میں کتنی رقم ہاری۔ وہ ایسے کہ دوسرے دن اپنی کسی سہیلی سے وہ ٹیلی فون پر بات کرتی تو اسے کھیل کی رپورٹ پیش کرتی تھی۔

شراب کا بڑے فخر سے تذکرہ ہوتا تھا۔ ایک روز وہ جوئے میں مہر کی ایک لاکھ کی رقم بھی ہار بیٹھی تھی۔

اس نے کبھی میرے سامنے شراب پینے کی جسارت نہیں کی تھی لیکن ایک رات وہ کہیں سے شیمپئین کی بوتل لے آئی تھی۔ اس نے مجھے بھی پینے اور ساتھ دینے کی دعوت دی۔ میں نے انجان بن کر مصنوعی حیرت سے پوچھا۔ "یہ تم کب سے شراب پینے لگی ہو؟"

"سنگاپور اور بنکاک میں کیا چکھی تب سے اس کی عادت پڑ گئی ہے۔" وہ صاف جھوٹ بول گئی۔ "اب تو یہ میری کمزوری بن گئی ہے۔"

"کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تم شراب پینا چھوڑ دو۔" میں نے بڑی نرمی سے ناصحانہ انداز

سے کہا۔ "یہ اچھی چیز نہیں ہے۔"

"یہ تو میں بھی جانتی ہوں مگر اب میں اس کی اتنی عادی ہو گئی ہوں کہ یہ اب میرے منہ سے چھٹ نہیں سکتی ہے۔"

"کیا میری خاطر بھی اسے چھوڑ نہیں سکتی ہو؟" میں نے چاہت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم میری شراب چھڑانے پر بضد کیوں ہو؟" اس نے تکرار کی۔ "میں ذہنی سکون کے لئے پیتی ہوں۔"

"اس لئے کہ شراب ملک میں ممنوع ہے۔" میں نے کہنا شروع کیا۔ "میں نے اس کے خلاف اپنے اخبار میں بہت کچھ لکھا ہے۔ حکومت نے اس کے خلاف جو مہم چلائی ہے میں نہ صرف اس کی پُر زور حمایت کر رہا ہوں بلکہ شراب پینے اور بیچنے والوں کو سخت سزائیں دینے کا مطالبہ بھی کر رہا ہوں۔ اگر کسی کو پتہ چل گیا کہ میری جان از عزیز بیوی بھی مے نوشی کرتی ہے تو پھر میری عزت کیا رہے گی؟"

وہ ہنسنے لگی۔ ہنستے ہنستے اس کا برا حال ہو گیا۔ "شراب کون نہیں پیتا ہے۔ وہ وزیر موصوف اور ان کی بیوی ہی نہیں ان کے لڑکے اور جوان لڑکیاں بھی شراب پیتی ہیں جو شراب کے خلاف انقلابی اور سخت ترین قانونی اقدامات کر رہے ہیں۔ کہو تو میں تمہیں نامور سیاسی لیڈروں اور حکومت کے ان لوگوں کی ایک مکمل فہرست فراہم کردوں جن کے ہاں شراب پانی کی طرح استعمال ہوتی ہے؟"

میرے ذہن میں ایک کوندا سا لپکا۔ ایک خیال بجلی کی سی تیزی سے آیا۔ میں نے اس سے کہا۔ "یہ تو سب جانتے ہیں کہ یہ ملک ایک اسلامی مملکت ہے۔ تمام وزراء مسلمان ہیں۔ شراب ممنوع ہونے کے باوجود اکثر وزراء مے نوشی کرتے ہیں۔ کسی کے پاس اس کا ثبوت نہیں ہے۔ اصل بات ثبوت کی ہے۔ کیا تم کوئی ٹھوس ثبوت ان کی مے نوشی کا پیش کر سکتی ہو؟"

"یہ میرے لئے کون سا مشکل کام ہے۔" وہ معنی خیز انداز سے مسکرائی۔ "تمہیں کس قسم کا ثبوت چاہئے؟"

"دستاویزی ثبوت چاہئے۔" میں نے کہا۔ "بغیر ثبوت کے ان پر کچھ لکھنا مناسب نہیں ہو گا۔"

"کیا تم اس طرح اپنے دشمنوں کی تعداد میں اضافہ نہیں کر لو گے؟"

"اب کون سے میرے دشمن کم ہیں۔" میں نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ "میں نے

انتظامیہ اور سیاست دانوں کو اپنا دشمن بنا لیا ہے لیکن مجھے اس کی ذرہ برابر بھی پروا نہیں ہے۔ عوام میں میرے دوستوں کی تعداد کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہے۔ میں کبھی شہرت اور مقبولیت کا بھوکا نہیں رہا لیکن یہ سب مجھے بن مانگے مل رہا ہے۔"

"میں دستاویزی پیش کر سکتی ہوں۔" وہ تجاہلِ عارفانہ سے بولی۔ "تمہارا اخبار مجھے اس کا کیا معاوضہ دے گا؟"

"یہ کس قسم کا دستاویزی ثبوت ہوگا؟" میں نے اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ "تم معاوضے کی فکر مت کرو۔"

"میں ان کے گھروں میں گھس کر ان کی مے نوشی کی فلم بنا کر دے سکتی ہوں۔ اس سے بڑا ٹھوس ثبوت کوئی ہو سکتا ہے؟"

"تم کس طرح ان کی مے نوشی عکس بندی کروگی؟" میں نے شدید حیرت سے کہا۔ "کسی نے تمہیں تصویر کشی کرتے ہوئے دیکھ لیا تو پھر مجھے تمہاری لاش بھی تدفین کے لئے نہیں ملے گی۔ اس لئے کہ ان سب نے خطرناک قسم کے غنڈے اپنی حفاظت اور دشمن کو نیست و نابود کرنے کے لئے پال رکھے ہیں۔"

"یہ تم مجھ پر چھوڑ دو اور اس کی فکر نہ کرو۔" وہ چہکی۔ "ان کے فرشتوں کو بھی اس کی ہوا نہیں لگے گی۔ مجھے اپنی زندگی عزیز ہے۔ میں ابھی مرنا نہیں چاہتی۔ زندگی کی تمام لذتوں سے محظوظ ہونا چاہتی ہوں۔" اس نے توقف کر کے ایک گہرا سانس لیا اور خالص کاروباری لہجے میں بولی۔ "تم اس کے معاوضے کی بات کرو۔ صرف تین دن میں ان شرابی وزراء اور سیاستدانوں کی فلم مل جائے گی جو پارسا بنے پھرتے ہیں اور شراب کے خلاف مہم میں حصہ لے رہے ہیں۔"

"پچیس ہزار ٹاکا۔" میں نے جیسے بولی کا آغاز کیا۔ اگر میں زیادہ رقم بتاتا تو وہ اور پھیل جاتی۔

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں پچیس ہزار ٹاکا کے لئے اپنے آپ کو خطرے میں ڈالوں گی؟" اس نے اپنا عجیب سا منہ بنایا۔ "ملک کا سب سے بڑا اخبار جس کی یومیہ آمدنی تین سے چار لاکھ ٹاکا ہے وہ صرف پچیس ہزار ٹاکا دے گا۔"

"چلو پچاس ہزار ٹاکا لے لو۔ یہ پیشکش میں اپنی ذمے داری پر کر رہا ہوں مجھے اس کے لئے مسٹر سعید الکبیر سے بات کرنا ہوگی۔"

"تمہارا باس سعید الکبیر اس ملک کی کروڑ پتی بلکہ ارب پتی شخصیت ہے۔ اس کے

مقابلے میں اس ملک کے منشیات فروش بھی نہیں کما رہے ہیں۔ کیا وہ اتنی ساری دولت قبر میں لے جائے گا؟ تم اس سے بات کرو۔ میں تین لاکھ ٹاکا لوں گی۔ اس سے ایک کوڑی بھی کم نہیں۔" وہ فیصلہ کن لہجے میں بولی۔ اس کا چہرہ تمتما گیا۔

میں نے سعید الکبیر سے اس روز ان کے دفتر میں ان سے مل کر بات کی۔ ان سے یہ نہیں کہا کہ میری بیوی وزراء اور سیاسی لیڈروں کی مے نوشی کی فلم بنا کر پیش کرے گی بلکہ میرا دوست ہے جو ان گھروں میں آمد و رفت رکھتا ہے۔ وہ تین لاکھ کی رقم مانگ رہا ہے۔

"تین لاکھ ٹاکا تو کچھ بھی نہیں ہے۔" سعید الکبیر کا چہرہ دمک اٹھا۔ وہ پُر جوش لہجے میں بولے۔ "دیکھا جائے تو پانچ لاکھ ٹاکا بھی ایک طرح سے کم ہے۔ آپ میری طرف سے اسے ہاں کر دیں۔ آپ کہیں تو میں دوسرے اکاؤنٹ سے پانچ لاکھ ٹاکا کا چیک کاٹ دوں؟"

"ایسی بھی کیا جلدی ہے؟" میں نے کہا۔ "پہلے فلم تو ہاتھ آنے دیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ رقم ہڑپ کر کے بیٹھ جائے۔ اس لئے کہ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے جیسا کہ اس نے سمجھا ہوا ہے' ہتھیلی پر سرسوں جمانے والی بات ہے۔"

"وہ کچھ ایڈوانس تو مانگ رہا ہوگا؟"

"ایڈوانس؟" میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا۔

"اسے پچیس ہزار کی رقم ایڈوانس دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔"

"آپ کا دوست بھروسے کا ہے اور معتبر شخص ہے تو اسے پچیس ہزار نہیں بلکہ پچاس ہزار کی رقم بطور ایڈوانس دے دیں۔" ان کے انداز اور لہجے سے بے تابی عیاں تھی۔

"دراصل میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ شخص کسی اور سے رابطہ نہ قائم کرے۔ ہمیں ایک سنہرا موقع مل رہا ہے۔ یہ ثبوت اور انکشاف پورے ملک میں ایک ہنگامہ کھڑا کر دے گا۔ انتظامیہ اور سیاست دانوں کے اصل چہرے بے نقاب ہو جائیں گے۔ آج تک کسی اخبار نے ایسا زبردست کارنامہ انجام نہیں دیا ہے اور پھر اخبار کی اشاعت دگنی تگنی ہو جائے گی۔"

سعید الکبیر نے اسی وقت پچاس ہزار کی رقم کا چیک کاٹ کر مجھے دے دیا۔ میں نے اسے دوسرے دن کیش تو کرا لیا مگر میں نے کویتا کو ایڈوانس میں ایک کوڑی بھی نہیں دی۔ اس لئے کہ اب وہ میرے نزدیک قابل اعتبار نہیں رہی تھی۔ اس نے میرے ساتھ ان چیزوں کے ضمن میں جو مکر و فریب کیا تھا اس وجہ سے اس پر سے میرا بھروسہ اٹھ گیا تھا۔

میں نے اس سے اس ایڈوانس کا تذکرہ بھی نہیں کیا۔ اس سے صرف اتنا کہا وہ ان کاروں کی مے نوشی کی فلم فراہم کر دے اور اسی وقت تین لاکھ کی رقم بھی لے لے۔

☆======☆======☆

مجھے ذرا بھی توقع نہیں تھی کہ کویتا اتنا بڑا معرکہ سر کرلے گی۔ وہ گھر سے تین دن اور تین راتیں غائب رہی تھی۔ میرے دل میں ایک خوف بھی دامن گیر تھا کہ وہ ان لوگوں کی تصویریں لیتے یا فلم بندی کرتے ہوئے دھرلی نہ جائے۔ یہ کام جوئے شیر لانے سے زیادہ مشکل تھا۔ چوتھے دن صبح وہ آئی تو اس کے چہرے پر ایک عجیب سی دمک تھی اور اس کے سرخ وگداز لبوں پر ایک دلکش مسکراہٹ رقصاں تھی۔ اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ جیسے ساری رات جاگتی رہی ہو۔ اس نے اپنے پرس سے نہ صرف ایک فلم رول نکال کر میرے حوالے کر دیا بلکہ اس نے اس فلم کی مدد سے بنائی تصویریں بھی دیں جو اس نے اپنے اسٹوڈیو میں بنائی تھیں۔ اس کے فلیٹ میں اس نے اپنا اسٹوڈیو اور ڈارک روم بنا رکھا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس نے اپنے گھر میں فلم اسٹوڈیو کھول رکھا ہو۔ وہ پروجیکٹر بھی لائی ہوئی تھی تاکہ میں اس فلم کو دیکھ سکوں۔

میں نے پروجیکٹر کو میز پر رکھا۔ اس کا رخ کھڑکی کے پردے کی طرف رکھا۔ یہ پردہ آف وائٹ تھا۔ ان تصویروں کو دیکھنے کے بعد فلم دیکھنے کی ضرورت نہ تھی مگر میں پوری فلم بھی دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نے فلم چڑھا دی۔ پردے پر روشنی صاف پڑ رہی تھی۔ دوسرے لمحے فلم چلنے لگی۔ میں نے فلم بندی جو دیکھی تو عش عش کر اٹھا تھا۔ جب اس نے فلم رول اور تصویریں میرے سامنے ڈالیں تو میری حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی اور اس کے پاس ایک پاکٹ سائز کیمرہ تھا! اس نے یہ جدید ترین کیمرہ سنگا پور سے خریدا تھا۔ جو دیکھنے میں بظاہر ایک خوبصورت سگریٹ کیس دکھائی دیتا تھا۔ اس نے بڑی فنکارانہ مہارت اور چابک دستی سے عکس بندی کی تھی۔ یہ ایک ایسا ٹھوس ثبوت تھا کہ کوئی جھٹلا نہیں سکتا تھا۔ سب سے زیادہ دکھ اور حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ وزیر موصوف جنہوں نے ملک بھر میں شراب نوشی کے خلاف نہ کہ صرف سخت ترین اقدامات کئے تھا بلکہ انہوں نے ریڈیو اور ٹیلی وژن پر شراب اور سماجی برائیوں کے خلاف لمبی چوڑی تقریریں بھی کی تھیں وہ اپنی ایک غیر قانونی بیوی کے ساتھ بیٹھے اس کے خوبصورت ہاتھوں سے شراب پی

رہے تھے۔ یہ محترمہ اس ملک کی بدنام ترین اداکارہ تھی۔ کوتا نے کوئی دس بارہ ملک
بڑی بڑی شخصیات کے اصل چہرے دکھائے تھے۔ ان میں بعض تو اپنے اہل خاندان
ساتھ مے نوشی کر رہے تھے۔ ان کا تعلق چونکہ اعلیٰ خاندانوں سے تھا اور انہوں نے
ممالک میں تعلیم وتربیت حاصل کی تھی۔ مغربی تہذیب کے ماحول میں پلے بڑھے تھے
لئے ان کے ہاں شراب نوشی اور دوسری سماجی برائیوں کی کوئی اہمیت نہ تھی اور نہ ان
نزدیک یہ برائی کے زمرے میں آتی تھی۔ یہ ان کی تہذیب اور معاشرت تھی۔ چونکہ
انہیں اقتدار میں آنا تھا۔ اقتدار میں تھے۔ عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے اپنے چہروں
چہرے سجائے ہوئے تھے۔ ایشیا کے اکثر ملکوں کے لیڈر اور وزیر ایسے ہی تھے۔ ان کے قو
وفعل میں بڑا تضاد تھا۔

میں نے فلم دیکھنے کے بعد اس سے تحیرزدہ لہجے میں پوچھا۔ ”یہ تم نے کس کی
سے فلم بندی کی؟“

”تمہیں آم کھانے سے مطلب ہونا چاہئے نا کہ پیڑ گننے سے۔“ اس نے تیکھے
میں کہا۔ ”میں اپنا ذریعہ نہیں بتا سکتی۔“

”میں تمہارا شوہر ہوں کیا تمہیں میری ذات پر بھی بھروسہ نہیں ہے۔“ میں
اسے پھسلانے کی کوشش کی۔

”مجھے اس سے انکار نہیں۔“ وہ تلخی سے بولی۔ ”ہو سکتا ہے کل میں تمہاری
نہ رہوں۔ دشمن ہو جاؤں۔ جب تم اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ اب بھی تم زندگی کے پارٹنر
بزنس پارٹنر نہیں‘ میں کسی کو بھی اپنا بزنس پارٹنر نہیں بناتی۔ میرا باپ یا بھائی ہوتا تو
بھی نہیں۔ ویسے تمہیں اس فلم سے اندازہ ہو گیا ہو گا کہ میں کیسی خطرناک چیز ہوں
وقت پر کتنا کام آ سکتی ہوں۔“

میں نے سعید الکبیر کو ان کے دفتر میں پروجیکٹر پر یہ فلم دکھائی پھر تصویریں دکھائیں
وہ اچھل پڑے تھے ان کی حیرت اور خوشی کا یہ عالم تھا کہ تھوڑی دیر تک انہیں اس
یقین نہیں آیا۔ ان کے نزدیک اس ملک میں صحافت کے میدان میں اس صدی کا یہ
سے زبردست کارنامہ تھا۔ یہ ایک خوفناک ترین اور حیران کن ایٹم بم کی طرح طاقتور
یہ بم دوسرے دن اپنی پوری قوت سے پھٹا تو انتظامیہ اور سیاست دانوں کے
اُڑ گئے حکومت ہل کر رہ گئی اور سیاست دان گھروں سے نکلنے کے قابل نہ رہے۔ پور
ملک میں زبردست بھونچال آ گیا اس روز کوئی اخبار ہمارے اخبار کے مقابلے میں فروخت

نہ ہو سکا کبھی اتنی بڑی تعداد میں اخبار شائع نہیں کیا گیا تھا۔ دوسرے دن بھی اس کا
ایڈیشن چھاپنا پڑا تھا اس روز کے اخبار کے تین ایڈیشنوں کی اشاعت اسّی لاکھ سے زیادہ
تھی۔ ان وزیروں کو دوسرے دن استعفیٰ پیش کرنا پڑ گیا ایک دو وزیروں نے یہ عذر پیش کیا
کہ وہ شراب دوا کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ دوسرے دن اخبار نے ان سے یہ سوال
کیا کہ ڈاکٹر نے کیا نسخے میں یہ بھی لکھا ہے کہ شراب اپنے ہاتھ سے نہیں بلکہ کسی اداکارہ
کے ہاتھ سے پی جائے۔

ایک طرف اخبار کی اشاعت میں حیرت انگیز طور پر اضافہ ہوا دوسری طرف مجھے اور
سعید الکبیر کو ٹیلیفون پر دھمکیاں ملنے لگیں دشمنوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تھا۔ وہ
سیاست دان جنہیں ملک وقوم سے کوئی محبت نہ تھی اور ان کا دین وایمان بھی نہ تھا انہوں
نے اپنے غنڈوں کو بھیج کر اخبار کے دفتر میں توڑ پھوڑ کروائی مجھے قتل کرنے کے لئے
منصوبہ بنایا گیا تھا اخبار کے سراغرسانی کے شعبے نے چند لمحے پہلے مجھے اطلاع دی میں عقبی
دروازے سے نکل گیا پولیس کو ٹیلیفون کر کے بتایا گیا کہ دفتر پر حملہ کرنے کے لئے کرائے
کے غنڈے آ رہے ہیں اس کے باوجود پولیس ایک گھنٹے کی تاخیر سے پہنچی اس لئے کہ نام
نہاد جمہوریت پسندوں نے پولیس کی مٹھی گرم کر دی تھی۔

یہ کوئی نیا واقعہ نہیں تھا۔ دفتر کو اتنا زیادہ نقصان نہیں پہنچ سکا تھا اس لئے کہ احتیاطی
تدابیر جتنی کی جا سکتی تھیں کر لی گئی تھیں۔ نفرت اور غصہ ان سیاست دانوں کی اوچھی
حرکتوں پر نہیں آیا تھا بلکہ پولیس پر آیا تھا میں نے اپنی زندگی میں ایسی جابر‘ ظالم اور خون
آشام پولیس کہیں نہیں دیکھی تھی۔ انہوں نے ڈاکوؤں کو ہی نہیں بلکہ ہلاکو خان اور
چنگیز خان کو تشدد‘ بربریت اور ایذا رسانی میں مات دے دی تھی۔ پولیس راج غیر ترقی یافتہ
اور پسماندہ ممالک میں قائم تھا مجھے حیرت اور دکھ اس بات کا تھا کہ حکومتیں اس نظام کی
اس طرف سنجیدگی سے توجہ کیوں نہیں دیتی ہیں جنہوں نے ملک سے انسانیت اور شرافت
کو رخصت کر دیا۔ ان کے خلاف نفرت کی جڑیں عوام میں پھیلتی اور مضبوط ہوتی جا رہی
تھیں ان کے ہاتھوں انصاف کا خون ہو رہا تھا اور قانون کی بے حرمتی کی جا رہی تھی میں
نے پولیس کے خلاف مہم چلانے کا فیصلہ کر لیا ایک طرح یہ آگ سے کھیلنے کے مترادف
تھا مگر مجھے اس کی پروا نہ تھی اس لئے بھی کہ پولیس میں فرشتہ صفت بھی تھے‘ میری مہم
کالی بھیڑوں اور انسانیت سوز حرکتوں کے خلاف تھی۔ میں نے جو پولیس کے خلاف لکھنا
شروع کیا تو ایک طرف یہ ہوا کہ وہ محتاط ہو گئے اور انہوں نے بے گناہوں پر تشدد کا

سلسلہ بند کر دیا مگر دوسری طرف وہ میرے سخت دشمن ہو گئے وہ اس تاک میں تھے کہ مجھے کسی طرح کسی کیس میں پھانس لیا جائے۔

پولیس اتنی بگڑ گئی تھی کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا وہ ہر وہ کام کرنے لگی تھی جو غیر قانونی تھا منشیات فروش اور ڈکیتی کی وارداتوں کی نہ صرف سرپرستی کر رہے تھے بلکہ خود بھی اس کام میں شامل تھے۔ ایک ایس ایچ او نواب علی جو فرعون بنا بیٹھا تھا میں نے اس کے خلاف لکھنا شروع کیا اس کا شمار ملک کے رئیسوں میں ہونے لگا تھا۔ اس بات نے اسے بہت بری طرح پریشان کر دیا تھا کہ میں نے انتظامیہ سے پوچھا تھا کہ اس کے پاس چند سالوں میں اتنی دولت کہاں سے اور کیسے آئی؟ اس کا محاسبہ کیوں نہیں کیا جا رہا ہے؟ مجھے اس سوال کا جواب ایک قاتلانہ حملے کی صورت میں ملا تھا میری زندگی تھی جو بچ گیا تھا اس قاتلانہ حملے نے مجھے بزدل نہیں بلکہ نڈر بنا دیا تھا۔

مجھے اپنی موت کا اتنا خوف نہیں تھا جتنا عزت جانے کا۔ مجھے اس بات کا اچھی طرح سے احساس تھا کہ کسی دن پولیس نے میری پرائیویٹ زندگی کی چھان بین کی اور گھر پر چھاپہ مارا تو میری ساری عزت خاک میں مل جائے گی میں عوام کی نظروں میں دو کوڑی کا ہو کر رہ جاؤں گا اس لئے کویتا نہ صرف شراب پیتی تھی بلکہ منشیات کے استعمال کی بھی عادی ہوتی جا رہی تھی۔ گھر میں نہ صرف شراب کی بوتلوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی بلکہ ہیروئن کی پڑیا بھی رکھی ہوتی تھی۔ میں نے اسے پیار و محبت اور سختی سے بھی سمجھایا تھا مگر اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی تھی میں زیادہ سختی سے پیش آتا تو وہ مجھے دھمکی دیتی کہ میں نواب علی کو تمہاری تصویریں پہنچا دوں گی وہ مجھ سے یہ تصویریں منہ مانگی قیمت پر خرید لے گا میں ٹھنڈا پڑ جاتا تھا۔ اس کے جوئے میں بھی کوئی فرق نہیں آیا تھا اس نے تین لاکھ کی رقم کا خدا جانے کیا کیا تھا وہ مجھ سے ہر ماہ پانچ دس ہزار کی رقم کسی نہ کسی بہانے اینٹھ لیتی تھی۔

میں اس سے بڑا تنگ اور عاجز آ چکا تھا میری راتیں بہت بے چین گزرنے لگیں میں لیٹے لیٹے چونک کے اٹھ بیٹھتا اور اپنے پاس سوئی ہوئی حسین و جمیل اور پُرشباب بیوی کو دیکھتا جو ہزاروں میں ایک تھی اور جہاں بھی جاتی مردوں کی توجہ کا مرکز بن جاتی تھی ہر دیکھنے والا آنکھوں آنکھوں میں اس کی ہر ادا کی داد دیتا تھا اور سراہتا تھا۔ میرے اندر نفرت اور غصے کی ایک شدید ترین لہر اٹھتی تھی رگوں میں لہو ابلنے لگتا مجھے اس کی سانسوں کے تموج میں وہی خطرہ ہچکولے کھاتا نظر آتا جس سے میں نے اپنے آپ کو ابھی تک

محفوظ رکھا ہوا تھا۔ میں پلنگ سے اتر کے وحشت اور اضطراب کے عالم میں ٹہلنے لگا کئی بار میرے دل میں ایک وحشیانہ خیال سا آیا کہ اسے سوتے میں قتل کر دوں اسے قتل کرنے کی بڑی آسان سی تدبیر میرے ذہن میں تھی اس طرح سے وہ دم گھٹنے سے تڑپ تڑپ کر مر جاتی اس طرح سے مجھے اس سے سدا کیلئے نجات مل جاتی سانپ بھی مر جاتا لاٹھی بھی نہیں ٹوٹتی۔ پولیس کو بھی اس کی موت پر کسی قسم کا شک نہیں ہوتا میری اس بلیک میلر بیوی نے مجھے الہ دین کے چراغ کے جن کی طرح قابو میں کیا ہوا تھا اس کی وجہ سے مجھے ذہنی سکون نصیب نہیں تھا مگر میں ہمیشہ اسے قتل کرنے کے بارے میں سوچ کر رہ گیا اپنے اس ارادے پر اس لئے عمل نہیں کر سکا کہ میرے اندر کے آدمی نے مجھے باز رکھا ہوا تھا۔ میں نے شاید اسے اس وجہ سے بھی قتل نہیں کیا تھا کہ دوسری طرف اس کی ذات سے مجھے اور اخبار کو بہت فائدہ پہنچا تھا۔ گو وہ بری تھی مگر ایک طرح وہ بڑی سود مند بھی ثابت ہو رہی تھی۔ اس کی وجہ سے ایسی بہت ساری باتیں میرے علم میں آئی تھیں جو کسی اور ذریعے سے ناممکن تھیں۔ اخبار کا سراغ رسانی کا شعبہ اس کے سامنے ماند پڑ گیا تھا ایک طرح سے وہ میرے لئے سنسنی خیز خبروں کے حصول کا ذریعہ بن گئی تھی اور اس سے بڑی مدد بھی مل رہی تھی میں نے کسی کو بھی حتیٰ کہ سعید الکبیر کو بھی نہیں بتایا تھا کہ میری بیوی کی وجہ سے افشائے راز ہوتا ہے اس کی آمد و رفت اعلیٰ حکام اور اعلیٰ گھروں میں تھی بڑی بڑی بیگمات کے ساتھ اٹھتی بیٹھتی اور جوا کھیلتی تھی شراب پیتی تھی ان سے نشے کی حالت میں بہت ساری باتیں اگلوا لیتی تھی میں نے اس کے ذریعے جو بھی معلومات حاصل کیں اس نے صحیح صحیح پہنچائی تھیں۔

ڈھاکا شہر میں رہزنی اور ڈکیتی کی وارداتوں میں آئے دن اضافہ ہوتا جا رہا تھا عام خیال یہ تھا کہ یہ سب کچھ پولیس کرواتی ہے خود بھی کرتی ہے اس لئے پولیس اب تک اس پر قابو نہیں پا سکی ہے۔ یہ تاثر غلط نہ تھا اس لئے کہ کبھی اصل مجرم پکڑے نہیں گئے تھے ان کی جگہ بے گناہ لوگوں کو پھنسا دیا جاتا تھا پولیس، پولیس کو کیسے گرفتار کرتی ابھی تک ایک پولیس والا گرفتار نہ ہو سکا۔ ایک روز گلشن کے علاقے میں فضل القادر چوہدری کی کوٹھی پر ڈکیتی کی سب سے بڑی واردات ہوئی فضل القادر چوہدری پورے ملک میں سب سے بڑا جیولرز تھا۔ ڈکیت نہ صرف ڈیڑھ کروڑ کی رقم بلکہ اتنی ہی مالیت کا سونا اور ہیرے جواہرات بھی لے گئے اس کی تیسری حسین و جمیل اور نوجوان بیوی جو ایک اداکارہ رہ چکی تھی وہ شراب کی رسیا اور جوئے کی شوقین تھی۔ اس کے ہاں بھی محفل جمتی تھی اس روز

اتفاق سے کویتا بھی وہاں موجود تھی وہ وہاں کچھ بیگمات کے ساتھ جوا کھیلنے گئی ہوئی تھی۔ ان مسلح بدمعاشوں نے جنہوں نے اپنے چہروں پر ڈھاٹے باندھ رکھے تھے گن پوائنٹ پر تجوری کھلوائی وہاں موجود بیگمات کو ایک طرف کھڑا کر دیا کویتا اپنے پرس میں کیمرا ہر وقت رکھتی تھی کویتا نے نے بڑی ہوشیاری اور ذہانت سے کام لیتے ہوئے ڈکیتی کی فلم اتار لی اتفاق سے یا بد حواسی کی وجہ سے دو بدمعاشوں کے ڈھاٹے کھل گئے ان کے چہرے بہت صاف آگئے ان بدمعاشوں نے عجلت کی وجہ سے بیگمات اور ان کے پرسوں کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ اس نے اس ڈکیتی کی واردات کی فلم پچاس ہزار ٹاکا میں اخبار کو فروخت کی تھی وہ ایک طرح سے بڑی لالچی تھی رقم کے لئے وہ کسی بھی شخص کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو سکتی تھی۔

اس فلم کے پچاس ہزار ٹاکا اس لئے دیئے گئے تھے کہ ڈکیتی کی یہ واردات ایس ایچ او نواب علی نے کی تھی اس کے چہرے پر سے ڈھاٹا کھل گیا تھا صرف ہمارے اخبار میں ڈکیتی کی واردات کی خبر اور نواب علی کی تصویریں چھپی تھیں جن میں وہ تجوری سے مال نکال کر تھیلے میں بھر رہا تھا نواب علی نے اپنی یہ تصویر دیکھی تو اس نے خودکشی کرنے کی کوشش کی مگر وہ ناکام رہا اسے حراست میں لے لیا گیا اور اسے زخمی حالت میں ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔

میری سیکرٹری نجم السحر اپنے ایک نجی کام کی وجہ سے گئی ہوئی تھی میرے دفتر کے ایک چپراسی نے کمرے میں داخل ہو کر مجھ سے کہا۔ "سر! مناف نام کا ایک شخص آپ سے ملنا چاہتا ہے میں نے اسے ٹالنے کی بہت کوشش کی مگر وہ ٹلنے کا نام نہیں لے رہا ہے کہہ رہا ہے کہ آپ سے بہت ضروری بات کرنا ہے وہ ایک بہت اہم اور سنسنی خیز لایا ہے جو اخبار کے لئے بہت مفید ہو گی۔"

"کیا تم اس شخص کو ذاتی طور پر جانتے ہو؟" میں نے پوچھا۔ "کہیں یہ پولیس یا کسی سیاسی پارٹی کا آدمی تو نہیں ہے؟"

"اس شخص کا دھان منڈی میں ایک فلم اسٹوڈیو ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "یہ شخص آج سے چھ سات سال پہلے روزنامہ اتفاق میں فوٹو گرافر تھا پھر اس نے ملازمت چھوڑ کر اپنا اسٹوڈیو کھول لیا ایک نمبری شخص ہے۔"

میں نے چند لمحوں تک سوچنے کے بعد اس سے کہا۔ "ٹھیک ہے اسے اندر بھیج دو۔"

چند لمحوں کے بعد ایک پستہ قد اور چھریرے بدن کا شخص کمرے میں داخل ہوا اس کی عمر چالیس برس کے لگ بھگ ہو گی اس کے کالے بالوں میں سے بہت سارے سفید بال جھانک رہے تھے۔ وہ جوانوں کی طرح چاق و چوبند اور مستعد سا لگ رہا تھا اس کی رنگت نیگرو جیسی تھی اس کے چہرے سے خباثت ٹپک رہی تھی اس کی آنکھیں گول تھیں اور ان میں کینہ بھرا ہوا تھا اس نے سفید قمیض اور کالے رنگ کی جو پتلون پہنی ہوئی تھی وہ بے حد قیمتی لگ رہی تھی اس کے ہاتھ کی کلائی میں جو دستی گھڑی بندھی ہوئی تھی وہ ہیرے کی تھی۔ اس کے جوتے چمڑے کے اور بالکل نئے تھے وہ دیکھنے میں شاطر اور چاپلوس قسم کا شخص لگ رہا تھا۔ وہ مجھے بالکل پسند نہیں آیا اس نے میری میز کے پاس آکر چھوٹا اور خوب صورت سا سیاہ رنگ کا بریف کیس میز کے کنارے رکھا پھر اس نے مجھے بصد ادب و احترام سلام کیا اور اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کورنش بجالایا اور چاپلوسی کے انداز میں بولا۔ "سر! آپ کی اجازت ہو تو میں بیٹھ سکتا ہوں؟"

میں نے بڑی ناگواری سے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا مجھے اس قسم کے لوگ بالکل پسند نہیں تھے تاہم میں نے دل پر جبر کر کے رسمی انداز سے کہا۔ "فرمایئے مسٹر مناف! میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"سر! خدمت تو یہ غلام کرے گا آپ کی۔" بڑا چرب زبان بھی معلوم ہوتا تھا اس نے اپنے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے خوشامدانہ لہجے میں کہنا شروع کیا۔ "سب سے پہلے تو میں آپ کو اس بات پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ آپ نے امریکہ جیسے ملک کو خیرباد کہہ دیا جہاں آپ کا مستقبل یہاں سے کہیں تابناک تھا اور عزت شہرت اور مقبولیت بھی بہت زیادہ تھی میں بھی آپ کے پرستاروں میں سے ہوں۔"

"اس ذرہ نوازی کا شکریہ۔" میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "آپ اپنی آمد کا مقصد بیان کریں تو بڑی نوازش ہو گی۔"

"میں اسی طرف آ رہا ہوں جناب!" اس نے اپنا سر ہلایا۔ "جس طرح آپ سماج اور وطن عزیز کی خدمت کر رہے ہیں وہ بے مثال ہے آپ نے مقتول و مرحوم سعید الرحمان کے مشن کو بڑی جرأت اور بہادری سے آگے بڑھایا ہے آپ نے انتظامیہ' پولیس' سرکاری محکموں اور سیاست دانوں کو جو اس ملک کی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں ان کے خلاف جو بیڑا اٹھایا ہے میں آپ کو اس پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ آپ نے ان وزیروں اور سیاست دانوں کو جو مے نوش اور بیکار تھے اور نواب علی جیسے سفاک' ذلیل ترین اور

درندہ صفت کو بے نقاب کیا ہے وہ ایسا کارنامہ ہے جسے کبھی فراموش نہیں جا سکتا ہے۔"
سر! آپ نے ایک شعبے کی طرف توجہ نہیں دی ہے جو فوری توجہ چاہتا ہے۔ یہ ایک
عالمگیر اور انسانیت سوز مسئلہ ہے جس نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اس
سے ہمارا ملک بھی شدید طور پر متاثر ہو رہا ہے۔"

"کون سا مسئلہ؟" میں نے تجسس سے پوچھا۔ "میرا خیال ہے کہ میں نے کسی ایسے
شخص کو نہیں بخشا ہے جو قانونی، سماجی اور معاشرتی برائیوں میں ملوث ہے میں نے سماج
دشمن عناصر کی بیخ کنی کی ہے۔"

"منشیات کا۔" اس نے بڑے پُرسکون انداز سے جواب دیا۔ "اس کی لعنت بڑی
تیزی سے ہمارے ملک میں پھیل رہی ہے کچھ لوگ کاروبار کی آڑ میں ہیروئن بیچ رہے ہیں
کیا آپ کے علم میں یہ بات نہیں ہے؟"

"ہے کیوں نہیں۔" میں نے کہا۔ "اس کاروبار میں پولیس زیادہ ملوث ہے وہ نہ
صرف اس کی سرپرستی کر رہی ہے بلکہ اس کا کاروبار بھی کرتی ہے۔ اسمگلروں سے ان کی
ساز باز ہے مگر ہمارے پاس ان کے خلاف ٹھوس ثبوت نہیں ہے اس لئے ہم نے ان کے
خلاف لکھا نہیں ہے۔ ویسے ہم منشیات فروشوں اور اسمگلروں کے خلاف جلد ہی زبردست
مہم چلانے والے ہیں حکومت بھی جلد ہی ایسا بل پاس کرنے والی ہے کہ جس سے منشیات
خریدنے اور بیچنے والے کو سزائے موت دی جائے مگر آپ کس سلسلے میں مجھ سے ملنے
آئے ہیں۔"

"سر! بات یہ ہے کہ میں آپ ہی کی طرح ایک خادم ہوں۔" وہ ٹھہر ٹھہر کے کہنے
لگا۔ "آپ میں مجھ میں ایک فرق ہے وہ یہ کہ آپ ملک و قوم پر احسان عظیم کر رہے ہیں
اور آپ محسن بھی ہیں۔ قدرت نے مجھے بھی گناہ گاروں کو سزا دینے کے لئے ایک نیک
کام پر تعینات کیا ہے میں نے منشیات فروشوں کے خلاف زبردست مہم چلا رکھی ہے اس
لئے کہ وہ نئی نسل کو خراب کر رہے ہیں اوپر سے نیچے تک یہ کاروبار منظم طور پر کیا جا رہا
ہے یہ زہر بڑی تیزی سے معاشرے میں سرایت کرتا جا رہا ہے اگر اس کا علاج نہیں کیا گیا تو
پھر ملک کا خدا حافظ۔"

"کیا آپ کے پاس منشیات فروشوں کے بارے میں معلومات ہیں؟"

"جی ہاں۔" اس نے سر ہلایا۔ "میرے پاس اعلیٰ سوسائٹی کی ان بیگمات کے نام و
پتے ہیں جو نہ صرف اس کا استعمال کر رہی ہیں۔ آپ کو یہ بات جان کر بڑی حیرت ہی

نہیں بلکہ بے حد دکھ بھی ہو گا کہ اعلیٰ گھروں کی عورتوں میں اس کا استعمال بہت تیزی سے
بڑھ رہا ہے۔ میرے نزدیک یہ رجحان بہت خطرناک ہے۔ یہ تباہی و بربادی کا ایسا راستہ ہے
جو اس راستے پر چل پڑا اس کی واپسی ناممکن ہو جاتی ہے۔ منشیات کے استعمال اور اس کی
خرید و فروخت کے بارے میں آپ کی ذاتی رائے کیا ہے؟"

"میرے خیال میں تو دونوں ہی کو پھانسی پر لٹکا دینا چاہئے۔" میں نے تند لہجے میں کہا
اور میرے تصور میں کویتا کا حسین چہرہ ابھر آیا۔ مجھے اس لمحے صدمے کا احساس ہوا کہ وہ
بھی تو ہیروئن کا استعمال کرنے لگی ہے۔ میری مجبوری یہ ہے کہ میں اسے منع نہیں کر
سکتا۔ منع کرتا ہوں اور سمجھاتا ہوں تو اس کا شدید ردعمل ہو جاتا ہے۔ میرے دل میں
اس کے خلاف نفرت اور غصے کی لہر آئی۔

اس نے میری خاموشی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بریف کیس کھولا۔ اس میں سے
ایک فل اسکیپ سفید کاغذ نکال کر اسے میرے سامنے میز پر رکھ دیا۔ اس میں صرف
خواتین کے نام و پتے انگریزی زبان میں ٹائپ کئے ہوئے تھے۔ میں نے اس کاغذ کو لے کر
تجسس سے دیکھا۔ وہ بڑے کام کی چیز لایا تھا۔ میں نے اوپر کے دو تین نام پڑھے۔ پہلا نام
تو ایک بہت بڑے سیاست دان کی دوسری بیوی کا تھا۔ یہ عورت کبھی ایئر ہوسٹس ہوا کرتی
تھی۔ عمر میں وہ اس سیاستدان کی بڑی بیٹی کی عمر سے دو سال چھوٹی تھی۔ یہ سیاستدان
بہت دولت مند تھا۔ اس عورت نے دولت کی خاطر اس سے شادی کر لی تھی۔ اس میں
حیرت کی بات نہ تھی۔ دوسری عورت ایک قومی اسمبلی کے ممبر کی بہو تھی۔ تیسری عورت
ایک ہوم سیکرٹری کی تیسری بیوی تھی۔ اس کی عمر بیس برس بھی نہیں تھی۔ اس کی شادی
کو بمشکل چھ سات مہینے ہی ہوئے تھے۔ یہ ہوم سیکرٹری صاحب رشوت لینے کے سلسلے میں
پورے شہر میں بدنام تھے۔ یہ کوئی سولہ سترہ خواتین کے ناموں کی فہرست تھی۔ اس نے ہر
ایک کے نام و پتے کے آگے اس کا مختصر سا تعارف لکھا تھا۔

"بہت خوب، بہت شاندار۔" میں نے دو تین نام پڑھنے کے بعد اسے تعریفی نظروں
سے دیکھا اور دل کھول کر داد دی۔ "اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے بڑی محنت کی
اور ایک طرح سے ایک عظیم کارنامہ انجام دیا۔ میں ان خواتین کو ضرور بے نقاب کروں گا
لیکن یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ ان کے خلاف کوئی ثبوت ہو۔ میں بغیر ٹھوس ثبوت
کے کسی کے بھی خلاف نہ کبھی خبر چھاپتا ہوں نہ مضمون لکھتا ہوں آپ کے پاس ان کے
خلاف ثبوت اور شواہد موجود ہیں؟"

"جی جناب!" اس نے بریف کیس میں سے ایک مائیکرو فلم کا رول نکال کر میری طرف بڑھایا۔ "اس سے بڑا ثبوت کوئی نہیں ہو سکتا۔ آپ اسے رکھ لیں۔ گھر جا کر پروجیکٹر پر دیکھ لیں۔ اگر آپ کے پاس پروجیکٹر نہیں تو آپ دفتر سے واپسی پر میرے غریب خانے سے لیتے ہوئے جائیں۔" اس نے توقف کر کے اپنا کارڈ نکال کر میری طرف بڑھایا۔ "یہ میرے گھر کا پتا ہے۔ اس میں ٹیلیفون نمبر بھی لکھے ہوئے ہیں۔ میں بھی ایک طرح سے آپ کا محلے دار ہوں۔ دھان منڈی ہی میں رہتا ہوں۔ آپ کے اور میرے گھر کے درمیان صرف نصف کلو میٹر کا فاصلہ ہو گا۔"

میں نے اس سے فلم رول لے کر اسے ناموں کی فہرست والے کاغذ کے ساتھ اپنے بریف کیس میں رکھ لیا۔ پھر میں نے اس سے رسمی طور پر چائے کے لئے پوچھا وہ میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ کل ٹیلیفون کرنے یا دفتر آ کر ملاقات کرنے کا کہہ کر رخصت ہو گیا۔ میں نے اسے دروازے تک جا کر بڑی گرمجوشی سے رخصت کیا تھا۔ میں اس کے جذبے سے بڑا متاثر ہوا تھا۔ یہ شخص چاہتا تو اس ثبوت کے لئے سودے بازی کر کے تیس سے پچاس ہزار تک رقم لے جا سکتا تھا مگر اس نے بڑے خلوص کا مظاہرہ کیا تھا۔ اسے رقم کی شاید اس لئے ضرورت نہ تھی کہ وہ خود دولت مند تھا۔ اس کا دولت مند ہونا میرے لئے حیران کن بھی تھا۔ اس لئے کہ ایک فلم اسٹوڈیو کی کمائی کیا ہو سکتی ہے!

☆======☆======☆

میں نے دفتر سے نکل کر گھر جاتے ہوئے ایک رکشا میں نیلما کو جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ اپنی ماں کے ساتھ کہیں جا رہی تھی۔ اس نے مجھے نہیں دیکھا تھا لیکن میں نے اسے دیکھ لیا تھا۔ اس کے حسین چہرے پر یاسیت چھائی ہوئی تھی۔ آنکھوں سے حزن و ملال جھانک رہا تھا۔ اسے دل گرفتہ دیکھ کر میرے دل پر ایک چوٹ سی لگی۔ سوئی ہوئی محبت جاگ اٹھی، بہت دنوں کے بعد میں نے اسے دیکھا تھا۔ میرے تصور میں گلاب کھلتے گئے۔ بیتی گھڑیاں میری نظروں کے سامنے لہرانے لگیں۔ صرف دو مہینے ہوئے تھے مگر اب لگ رہا تھا جیسے دو برس بعد ہم ملے ہیں۔

میں گھر پہنچا تو میرے دل پر ایک بوجھ سا تھا۔ عبدل میرے لئے چائے لے آیا میں چائے پیتے ہوئے بہت دیر تک نیلما کے بارے میں سوچتا رہا۔ اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میں نے کویتا سے شادی کرنے میں جلد بازی کی۔ مجھے ابو سرکار کی خدمات مستعار لینا چاہئے تھیں۔ میں نہ صرف پھانسی کے پھندے بلکہ کویتا کے جال سے بھی نکل آتا۔ مگر

اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک زہر تھا جو مجھے پینا پڑ رہا تھا اور میں اسے پی رہا تھا۔ گھر پر پروجیکٹر رکھا ہوا تھا۔ میں نے اس پر فلم چڑھا کر اسے آن کر دیا۔ فلم بہت صاف تھی سب سے پہلے ایک عورت کا چہرہ ابھرا۔ میں نے اس عورت کو پہچان لیا۔ یہ مشہور و معروف سیاست دان کی ایئر ہوسٹس بیوی رقیہ تھی۔ رقیہ ایک آراستہ و پیراستہ کمرے میں کھڑی تھی۔ اس کی نگاہیں مخالف سمت اٹھی ہوئی تھیں اور اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ ایسا لگ رہا تھا وہ کسی کے استقبال کے لئے کھڑی ہے۔ دوسرے لمحے ایک عورت نمودار ہوئی اس کا چہرہ دکھائی نہیں دیا۔ اس لئے کہ کیمرے کی طرف اس کی پشت تھی۔ اس عورت کا لباس بیش قیمت اور سراپا قیامت خیز تھا۔

اس عورت نے رقیہ کے پاس پہنچ کر اس سے بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملایا۔ پھر اپنے پرس سے ہیروئن کا ایک پیکٹ نکال کر رقیہ کی طرف بڑھایا۔ یہ ہیروئن ایک سفید پولی تھین بیگ میں تھی۔ رقیہ نے پیکٹ لینے کے بعد اپنا پرس اٹھا لیا۔ اس میں سے بڑے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر اس عورت کی طرف بڑھائی۔ عورت نے نوٹوں کی گڈی لے کر اپنے پرس میں رکھی۔ وہ ہاتھ ملا کر جانے کے لئے مڑی تو میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ رگ وپے میں سنسنی کی لہر دوڑ گئی۔ یہ عورت میری بیوی کویتا تھی۔

میں نے فوراً ہی پروجیکٹر بند کر دیا۔ اس دم میرا سر بری طرح چکرایا اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا۔ میں نے اپنا سر پکڑ لیا مجھے ایسا لگا کہ جیسے کوئی زلزلہ آ گیا ہو۔ کمرے کی ہر چیز جیسے ڈول رہی ہو۔ کانپ رہی ہو۔ تیزی سے چکر کھا رہی ہو۔ مجھ پر تھوڑی دیر تک یہی کیفیت طاری رہی۔

پھر میں نے پوری فلم دیکھی۔ سولہ سترہ عورتوں کے ہاتھ ہیروئن فروخت کرنے والی صرف کویتا ہی تھی۔ اس کے علاوہ جن عورتوں نے اس کے ہاتھ سے ہیروئن خریدی تھی ان میں سے چھ سات عورتوں کے ساتھ بیٹھ کر وہ بھی ہیروئن پی رہی تھی۔ یہ سارے مناظر کسی فلم کی طرح لگ رہے تھے۔ انہیں کسی خفیہ کیمرے سے لیا گیا تھا۔ اس فلم کو دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا کہ یہ فلم صرف کویتا کو بلیک میل کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ کویتا کے دشمن نے اس سے بدلہ لینے کے لئے یہ فلم بنائی ہے۔ ایک منصوبے کے تحت، اس شخص نے واقعی بڑی محنت کی تھی۔ اس نے صرف اور صرف کویتا کو ایکسپوز کرنے کی کوشش کی تھی۔ اتفاق سے ان ساری بیگمات میں سے دو تین کو چھوڑ کر باقی تمام اسی علاقے میں رہتی تھیں۔

اگر اس فلم کا تعلق صرف کویتا کی ذات تک محدود ہوتا تو مجھے اس کی فکر نہ
مشکل یہ تھی کہ وہ اب میری بیوی تھی۔ ایک ایسے شخص کی بیوی جو ایک بہت
اخبار کا ایڈیٹر تھا۔ جو سماجی اور قانونی برائیوں کے خلاف لکھ رہا تھا اور انہیں بے نقا
رہا تھا۔ اب تک کئی مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچا چکا تھا۔ بالواسطہ اس سے میرا گہرا
تھا۔ میرے دشمن کسی قیمت پر مجھے بخشتے نہیں۔ وہ مجھے بھی اس جرم میں ملوث کر دیں
مناف یہ فلم لے کر میرے پاس مجھے بلیک میل کرنے آیا تھا۔

کویتا گھر پر نہیں تھی۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ میرے آنے سے تھوڑی دیر
گھر سے نکلی تھی۔ وہ بتا کر بھی نہیں گئی تھی کہ کہاں گئی ہے۔ کبھی بھی بتا کر نہیں
تھی۔ نہ مجھے اور نہ ہی عبدل کو۔ ہم دونوں ایک چھت کے نیچے اجنبیوں کی طرح رہ
تھے۔ اس نے مجھے بلیک میل کر کے مجھ سے شادی اس لئے کی تھی کہ وہ میری پشت
گھناؤنے کام کر سکے۔ کسی نے اس پر انگلی اٹھانے کی کوشش کی تو وہ مجھے بطور ہ
استعمال کر سکے۔ اگر اس نے یہ سوچا ہوا تھا تو وہ شدید غلطی پر تھی۔ اس وقت بڑی ع
صورت حال تھی۔ کویتا سے زیادہ تو میری پوزیشن نازک ہو چکی تھی۔ دنیا کو نصیحت
اپنے کو فضیحت والی بات تھی۔ اس فلم نے مجھے ایک ذہنی اذیت میں مبتلا کر دیا تھا۔

رات دس بجے ٹیلیفون کی گھنٹی بجی تو میں نے اس کا ریسیور اٹھایا۔ دوسری ط
مناف تھا اس نے تمسخرانہ لہجے میں پوچھا۔ "مسٹر ارشاد! آپ نے یہ نادر فلم دیکھ
فیصلہ کیا؟ کیا آپ اپنے اخبار میں ان خواتین کو بے نقاب کر رہے ہیں؟ یہ ثبوت تو ٹھ
ہے نا؟"

"اچھا تم یہ بتاؤ کہ اس کے اصل پرنٹ کی کیا قیمت چاہتے ہو؟" میں نے تلخ
میں کہا۔

"آپ واقعی حقیقت پسند اور ایک دم کھرے آدمی ہیں مسٹر ارشاد!" وہ استہ
انداز سے ہنسا۔ "میں بھی بات کو بلاوجہ گھما پھرا کے بات کرنا پسند نہیں کرتا۔ آپ
تین لاکھ ٹاکا ادا کر دیں تو میں اس کا اصل پرنٹ آپ کو دے سکتا ہوں۔"

"تین لاکھ ٹاکا؟" میرا دماغ گھوم گیا اور میرے جسم میں کھولن ہونے لگی۔
ہوش میں تو ہو؟"

"دراصل میرے پاس آپ کی اہلیہ کی ایک اور فلم بھی ہے۔" وہ بولا۔ "میں
دونوں فلموں کی یکمشت رقم طلب کر رہا ہوں۔"

"کیسی فلم؟" میرے ہاتھ سے ریسیور چھوٹتے چھوٹتے بچا۔ میں نے اپنی پیشانی عرق
آلود محسوس کی۔ میں نے وحشت زدہ ہو کر دل میں سوچا کہ یہ اب نئی مصیبت کون سی
نازل ہو رہی ہے۔

"میں ابھی پانچ منٹ میں اس فلم کا ایک ٹکڑا اور تصویریں لے کر آ رہا ہوں۔" اس
نے کہا۔ "پہلے آپ اسے دیکھ لیں۔ پھر اس کی قدر و قیمت کا اندازہ کر لیں پھر آپ
سوچیں کہ میرا مطالبہ کم ہے یا زیادہ.........؟" اس نے یہ کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

پانچ سات منٹ کے بعد میرے گھر کے سامنے گاڑی نے ہارن بجایا۔ میں نے باہر جا
کر دیکھا۔ مناف گاڑی میں بیٹھا تھا۔ اس کی گاڑی بڑی شاندار تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ باہر
نکالا تو اس میں ایک لفافہ تھا۔ اس نے لفافہ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اب آپ
سے کل بات ہو گی۔" یہ کہہ کر اس نے اپنی گاڑی بڑھا دی۔

میں نے اپنی خواب گاہ میں آ کر لفافے میں سے فلم رول اور تصویریں نکالیں۔ یہ
تین مختلف تصویریں تھیں۔ ان تصویروں میں ایک بات مشترک تھی کویتا مختلف جگہوں پر
مختلف خواتین کے ساتھ جوا کھیل رہی تھی۔ میز پر بڑے بڑے نوٹوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ ان
رقموں سے جو جوا کھیلنے والی عورتوں کے سامنے میزوں پر رکھی ہوئی تھیں یہ اندازہ ہوتا تھا
کہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ٹاکا کا جوا چل رہا ہے۔ صرف کویتا کے سامنے ہی نہیں بلکہ ہر
عورت کے سامنے شراب سے بھرے گلاس رکھے ہوئے تھے۔ جوا کھیلنے والی ہر عورت کا
چہرہ صاف اور نمایاں تھا۔ میں نے فلم رول پروجیکٹر پر چڑھا کر دیکھا۔ یہ فلم جوئے کی
محفلوں کی تھی جو خفیہ کیمرے کی مدد سے بنائی گئی تھی۔ کویتا کے پاس جو کیمرہ تھا ویسے ہی
کیمرے سے یہ فلم بنائی گئی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ مناف کے پاس بھی کویتا جیسا کیمرہ
تھا۔

میں تھوڑی دیر تک سکتے کی سی حالت میں بیٹھا رہا۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا
تھا۔ کویتا کی بے راہ روی میرے لئے ایک عذاب بن گئی تھی۔ میرے لئے مشکل یہ تھی
کہ میں اسے نہ تو اس راستے پر چلنے سے روک سکتا تھا نہ ہی برا جملہ کہہ سکتا تھا۔ صرف
ایک تیسری صورت تھی کہ میں اسے کسی منصوبے کے تحت قتل کر کے اس کی لاش کسی
ندی نالے یا دریا میں بہا دوں یا کسی کھیت میں پھینک دوں۔ اس کے قتل کا شک مجھ پر
نہیں ہو گا۔ میں ساری دنیا سے کہہ سکتا تھا کہ میرے دشمنوں نے مجھ سے بدلہ لینے کے
لئے میری حسین اور پیاری بیوی کو قتل کر دیا ہے۔ پھر میں اس کے قتل کا منصوبہ سوچنے

لگا۔ میرے لئے اب یہی ایک راستہ تھا۔ میرے لئے دوسرا راستہ ناقابل قبول تھا۔ اپنے آپ کو قانون کے حوالے کرکے اس عذاب سے نجات پالوں۔

میں حیران تھا کہ یہ مناف کس قدر چالاک، خطرناک اور ذہین شخص ہے۔ نہیں کس طرح اور کس منصوبے کے تحت اس نے یہ فلم بنائی، پہلی والی فلم بھی اس جو بنائی تھی کسی جگہ چھپ کر، میں نے سوچا کہ مجھے ایک نہیں دو قتل کرنے ہوں سب سے پہلے مناف کو۔ اس لئے کہ اس سے بڑا موذی سانپ کوئی نہیں ہے لیکن فوری طور پر ان دونوں کو قتل نہیں کر سکتا تھا۔ میرا ان دونوں کو قتل کرنا اتنا آسان جیسا کہ میں نے سوچ لیا تھا۔ مناف کو رقم ادا کرنا تھی۔ اس نے تین لاکھ کی رقم کا کیا تھا۔ معلوم نہیں اسے کیوں کر علم ہو گیا تھا کہ بینک میں میری لاکھوں کی رقم شاید اسے کویتا نے بتایا ہو۔ مگر وہ اسے کیوں بتانے لگی اور پھر میرا یا کسی اور کا بینک معلوم کرنا ایسا مشکل بھی نہ تھا۔

رات گیارہ بجے کویتا آئی تو حسن کی کرشمہ سازیاں واضح تھیں۔ وہ ایک تو اتنی اکیلی گاڑی چلاتی ہوئی آئی تھی۔ دوسری بات یہ تھی کہ وہ ایک بھرپور عورت تھی جو طرف مرد ایک مرتبہ دیکھ لے تو ایک ٹک اُسے دیکھنے لگتا تھا۔ وہ جس طرح سے کر اور جیسا لباس پہن کر گئی تھی اس نے اسے ایک قیامت بنا دیا تھا۔ یوں بھی اس کے حالات اچھے نہ تھے۔ عورتوں کا اغوا، ڈکیتی کی وارداتیں اور رہزنی کے واقعات دیہاڑے ہو رہے تھے۔ اس طرح اسے نکلنا نہیں چاہئے تھا۔ پھر اس لمحے میرے دل ایک خیال آیا کہ وہ کسی رات ایسی غائب ہو کہ اس کی لاش نہ ملے۔

وہ بہت خوش واپس آئی تھی جیسے جوئے میں بہت بڑی رقم جیت کر آئی ہو نے گھر میں داخل ہوتے ہی میرے گلے میں اپنی مرمریں بانہیں حمائل کر دیں۔ پھر محبت اور گرمجوشی کا مظاہرہ کرکے کپڑے تبدیل کرنے غسل خانے میں چلی گئی۔ میں سے بڑی سردمہری سے پیش آیا تھا جسے اس نے شاید محسوس نہیں کیا تھا۔ محسوس کیا اس نے اس کا اظہار اس لئے نہیں کیا تھا کہ وہ بہت خوش تھی۔

میں نے اس کا پرس پھولا ہوا محسوس کیا۔ میں نے کبھی اس کا پرس چیک نہ اور نہ اس کی کوئی ضرورت تھی اور پھر میرے نزدیک یہ بڑی معیوب حرکت تھی۔ اس خوشی کا اندازہ کرنے کے لئے میں نے اس کا پرس چیک کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ غسل میں پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ اس لئے میں نے اس کا پرس اٹھا کر اس کی زپ

کر دیکھا۔ میرا اندازہ درست نکلا۔ اس کا پرس بڑے نوٹوں کی دو گڈیوں سے بھرا ہوا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ایک ڈیڑھ لاکھ رقم کے قریب جیت کر آئی تھی۔ اس لئے تو خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھی۔ پرس میں ایک پستول بھی اس نے اپنی حفاظت کے لئے رکھا ہوا تھا۔

وہ شب خوابی کے لباس میں غسل خانے سے لہکتی ہوئی باہر آئی تو اس کے چہرے پر مسرت پھوٹ رہی تھی۔ آنکھوں میں خود سپردگی تھی۔ میرے دل میں نفرت کی شدید لہر اٹھی۔ میرا دل اس کی طرف دیکھنے کو بھی نہیں چاہ رہا تھا۔ میں دل میں سوچ رہا تھا کہ کس طرح سے گفتگو کا آغاز کروں۔ اسے اس کا اصل چہرہ دکھاؤں جس کی وجہ سے میرا وقار میری عزت اور مقبولیت داغ دار ہو سکتی ہے۔ وہ پلنگ پر میرے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ بڑے پیار سے میرے کندھے پر رکھا تو ایسا لگا جیسے کوئی سانپ لہرا رہا ہو۔ میرے جی میں تو آیا کہ بری طرح جھڑک دوں مگر میں ایسا نہ کر سکا۔

"یہ تم آج اتنی سنجیدگی سے کیا سوچ رہے ہو؟ کیا کوئی اداریہ..........." وہ ہنستی ہوئی شوخ لہجے میں بولی۔

"میں سوچنے کے علاوہ کر بھی کیا سکتا ہوں۔" میں نے سرد مہری سے جواب دیا۔

اس نے ابھی تک میز پر رکھا ہوا پروجیکٹر نہیں دیکھا تھا۔ وہ پروجیکٹر دیکھ کر چونکی۔ "یہ یہاں کس لئے رکھا ہوا ہے؟" میں نے اس کی بات کے جواب میں میز کی دراز سے دونوں فلموں کے رول اور تصویریں نکال کر اس کی طرف بڑھائیں۔ پھر اس سے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تمہارے لئے ایک سرپرائز ہے۔"

اس نے حیرت سے میرے ہاتھ سے فلم رول اور تصویریں لیں۔ تصویریں دیکھتے ہی اس کی شوخی کافور ہو گئی اور چہرہ متغیر ہو گیا۔ پھر اس پر سکتہ سا چھا گیا۔ وہ تھوڑی دیر تک دم بخود سی بیٹھی رہی۔ اس نے پھنسی پھنسی آواز میں پوچھا۔ "یہ فلم اور تصویریں کہاں سے آئیں؟ کس نے دیں؟"

"پہلے تم یہ دونوں فلم دیکھ لو۔" میں نے تیکھے لہجے میں کہا۔ "پھر میں بتاتا ہوں کہ یہ چیزیں کون دے گیا ہے۔"

اس نے یکے بعد دیگرے دونوں فلمیں پروجیکٹر پر چڑھا کر دیکھیں ان فلموں کو دیکھتے ہی اس پر جیسے بجلی سی گری تھی۔ اسے یقین نہیں آیا۔ اس نے مردہ لہجے میں پوچھا۔ "یہ فلم اور تصویریں کون دے گیا؟"

"کون دے سکتا ہے؟" میرے لہجے میں زہر بھر گیا۔ "جس نے یہ غلاظت لا کر دی ہے وہ کوئی آسمانی فرشتہ نہ تھا۔ شیطان مردود تھا۔ اس کا نام مناف ہے۔ اس علاقے کے کمرشل ایریا میں اس کا ایک فلم سٹوڈیو بھی ہے۔"

"مناف؟" وہ ذہن پر زور دے کر سوچنے لگی پھر چند لمحوں کے بعد بولی۔ "میں نے نہ تو اس کمینے کا نام سنا ہے اور نہ اسے کبھی دیکھا ہے نہ جانتی ہوں۔ اس شخص نے یہ دونوں فلمیں کیسے اور کس طرح سے بنائیں میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

"اس نے بھی اسی طرح بنائی ہوں گی جس طرح تم بناتی ہو۔" میں نے استہزائی لہجے میں کہا۔ "وہ بھی شکاری ہے اور تم بھی شکاری ہو۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ بڑا شکاری ہے۔ وہ تم پر سبقت لے گیا۔ اس نے تمہیں بڑی آسانی اور خوبصورتی سے اپنے جال میں پھانس لیا ہے۔"

"میں، میں اسے قتل کر دوں گی۔" وہ ہذیانی انداز سے بولی۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"تم اسے قتل کرنے سے تو بہتر ہے کہ بوڑھی گنگا میں ڈوب مرو۔" میں نے اسے ملامت کی۔ "میں نے خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا کہ تم منشیات فروشی جیسا مذموم فعل کرو گی۔ تم اتنی دور نکل جاؤ گی۔ اتنا بڑا مذاق کرو گی۔ تم نے اپنی نہیں میری عزت کا تو خیال کیا ہوتا۔"

"تم میرے ذاتی معاملات میں دخل دینے والے کون ہوتے ہو؟" میری باتوں کا اس پر الٹا اثر ہوا وہ برا فروختہ ہو گئی۔

"میں تمہارا شوہر ہوں۔" میں نے اسے قہر و غضب کی نظروں سے گھورا۔ "یہ تمہاری شراب فروشی، منشیات فروشی اور جوئے بازی میری عزت کے لئے خطرہ ہے۔ اگر کسی کو اس کی ذرا بھی بھنک مل گئی، کسی اخبار نے میرے خلاف ایک کالم بھی لکھ دیا۔ پولیس والوں نے اس اطلاع پر میرے گھر پر چھاپہ مارا تو میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا کیونکہ میں ان برائیوں کے خلاف جنگ لڑ رہا ہوں۔"

"میں یہ سب کچھ دولت کے حصول اور ایک شاہانہ زندگی کے لئے کر رہی ہوں۔" وہ تنک کر بولی۔ "تم اس قابل نہیں ہو کہ مجھے ایک خوبصورت زندگی دے سکو۔ مجھے دس بارہ ہزار کی رقم جیب خرچ کے لئے دیتے ہوئے تمہاری جان جاتی ہے اس رقم میں میرے شوق پورے نہیں ہو پا رہے تھے تو میں نے منشیات کا دھندا مجبوری میں کیا اور کر رہی ہوں۔ اس کی آمدنی سے میرے دل کے ارمان پورے ہو رہے ہیں۔"

"یہ جو تم نے مجھ سے مختلف حیلے بہانوں سے دو لاکھ کی رقم وصول کی ہے اور بلیک میلنگ سے ہزاروں ٹاکا ہر مہینے کماتی ہو کیا یہ کافی نہیں ہے؟ جوئے میں تو ہزاروں لاکھوں کی رقم جیت کر لاتی ہو گی؟ وہ سب کہاں جاتے ہیں؟"

کویتا کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ مجھے گھورنے لگی۔ اس نے موضوع بدلا۔ "یہ شخص کیا چاہتا ہے؟"

"تین لاکھ ٹاکا۔"

"تین لاکھ ٹاکا؟" وہ چونکی پھر بے پروائی سے بولی۔ "اسے تین لاکھ ٹاکا دے کر اپنی جان چھڑاؤ۔"

"میں کیوں دوں؟ یہ تمہارے کارنامے ہیں میرے نہیں۔"

"تمہیں اس کا مطالبہ پورا کرنا ہے اس لئے کہ اس میں تمہاری عزت کا بھی سوال ہے۔"

"جرم تم کرو اور اس کی سزا میں بھگتوں؟ یہ کہاں کا انصاف ہے؟" میں نے تیز لہجے میں کہا۔

"جب ہم دونوں ایک ہیں تو ایک دوسرے کی عزت بھی ایک ہے۔" اس نے تلخی سے جواب دیا۔ "مجھ پر حرف آیا تو تم کس طرح سے بچ سکتے ہو۔ مجھ سے زیادہ تم مورد الزام ٹھہرائے جاؤ گے سماجی برائیوں کے خلاف مہم چلانے والا معاشرے کو کیا خاک سدھارے گا جو اپنی بیوی کی اصلاح نہیں کر سکا۔ اصلاح معاشرے کی مہم محض ایک ڈھونگ ہے۔"

"میں اس بلیک میلر کو ایک کوڑی بھی نہیں دوں گا۔" میں نے بھڑک کر کہا مجھے اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ تمہاری گرفتاری کے بعد کیا ردعمل ہوتا ہے۔ میں یہ کہہ دوں گا کہ میں اپنی بیوی کے فعل کا ذمے دار نہیں ہوں۔ وہ خود اپنے فعل کی ذمے دار ہے۔"

"جانتے ہو میں کیا کہوں گی؟" اس کے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ رینگنے لگی۔ "میں کہوں گی تم بھی منشیات فروشی کے دھندے میں ملوث ہو۔ شراب پیتے ہو۔ جوا کھیلتے ہو۔ ہر وہ کام پس پردہ کرتے ہو جس کے خلاف مہم چلا رکھی ہے۔ میری ایک گواہی تمہیں بھی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دے گی۔"

"گویا تم اس موقع پر بھی مجھے بلیک میل کرو گی؟" میری رگوں میں لہو ابلنے لگا۔

"اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اس لئے کہ میرے پاس ایک زبردست ٹرمپ

کارڈ اور بھی ہے۔" اس کی آنکھوں میں سفاک چمک کوند گئی۔

میرا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ "میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے جو تم نے مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا ہے۔"

"میں نے مناف کا کیا بگاڑا جو وہ مجھے بلیک کر رہا ہے۔" وہ تلخی سے بولی۔ "اس دنیا میں ایسا ہی ہوتا ہے جو کمزور ہوتا ہے اس کو دبایا جاتا ہے۔ بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل جاتی ہے۔ ایسا اس روز سے ہوتا آ رہا ہے جس روز سے یہ دنیا قائم ہوئی ہے۔"

"میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ میں اس کا مطالبہ پورا کر سکوں۔ یہ تمہارا مسئلہ ہے لہٰذا اسے تم حل کرو۔"

"یہ صرف میرا ہی نہیں تمہارا بھی مسئلہ ہے۔" اس نے نخوت سے کہا۔ "لہٰذا اسے تمہی حل کرو گے۔ میں ایک کوڑی بھی نہیں دوں گی۔"

"تم کیا تمہارا باپ بھی دے گا۔" میری زبان سے بلا ارادہ نکل گیا۔ میں اس سے کچھ اور کہنا چاہتا تھا۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ کمان سے نکلا ہوا تیر تھا وہ اب واپس آنے سے رہا تھا۔

میرا خیال تھا کہ وہ اپنے باپ کی ذات پر حملہ تصور کر کے مشتعل ہو جائے گی۔ وہ مشتعل نہیں ہوئی۔ وہ مجھے گہری نظروں سے دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں شک کی پرچھائیاں تھیں۔ مشکوک لہجے سے وہ بولی۔ "یہ کہیں تم مجھے مناف کی آڑ میں بلیک میل تو نہیں کر رہے ہو؟"

"میں کوئی ذلیل اور کمینہ آدمی نہیں ہوں جو اپنی بیوی اور دنیا والوں کو بلیک میل کرتا پھروں۔ میں ذاتی طور پر مناف کو جانتا تک نہیں ہوں۔"

"یہ تم بلیک میلر کو نہیں بلکہ مجھے گالیاں دے رہے ہو۔ خیر کوئی بات نہیں۔ میں ایسی باتوں کی عادی ہو چکی ہوں۔ اگر تم مجھے بلیک میل نہیں کر رہے ہو تو پھر تمہاری سابق محبوبہ نیلما کر رہی ہو گی۔ میں اسے بہت اچھی طرح سے جانتی ہوں۔ وہ بڑی کمینی چیز ہے۔"

"نیلما؟" میں تمسخر سے ہنسا۔ "اس غریب کو تم کیوں گھسیٹ رہی ہو؟ وہ بڑی سیدھی سادی سی لڑکی ہے۔ اسے کیا ضرورت پڑی ہے تمہیں بلیک میل کرنے کی۔"

"وہ مجھ سے اس بات کا انتقام لے رہی ہے کہ میں نے تمہیں اس سے چھین لیا۔ اس نے مجھے بلیک میل کرنے کے لئے مناف کی خدمات حاصل کی ہوں گی۔

"وہ ایک انسان ہے اور اس انداز سے نہیں سوچ سکتی۔" میں نے کہا۔ "اصل بات یہ ہے کہ تمہارا دماغ ٹھکانے نہیں ہے۔ آج تم نے شاید بہت زیادہ پی لی ہے اس لئے بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو۔"

"کیا تم مجھے بچی سمجھتے ہو۔" وہ بگڑ گئی اور تیز لہجے میں کہنے لگی۔ "میری معلومات کے مطابق اس کمینی نے اسکول کی ملازمت کر لی ہے۔ ابو سرکار کے دفتر میں وہ فائل سیکشن کی انچارج بن گئی ہے۔ اس مناف کی کسی کیس کے سلسلے میں آمدورفت ہوتی ہو گی۔ اسے مجھ سے انتقام لینے کی سوجھی ہو گی یا پھر تم دونوں نے مل کر میرے خلاف منصوبہ بنایا ہو گا؟"

"میں نے شادی کے بعد اس کی صورت تک نہیں دیکھی لہٰذا تمہارے خلاف منصوبہ بنانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے۔"

"تم مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتے ہو۔" اس کی تیز آواز کمرے میں گونجنے لگی۔ "تم شاید اس سے چوری چھپے ملتے اور وقت گزارتے ہو۔ تم آج بھی اس کے لئے پاگل ہو۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ تم مجھ سے سرد مہری سے پیش آتے ہو۔ تمہاری محبت میں کوئی گرمجوشی نہیں ہے۔ کوئی جذبہ نہیں ہے ہم اس گھر میں میاں بیوی کی طرح نہیں بلکہ اجنبیوں کی طرح رہ رہے ہیں۔ کیا یہ غلط ہے؟"

"یہ سراسر بہتان ہے۔" میں نے مشتعل ہو کر کہا۔ "تم اس بلیک میلر کا مطالبہ پورا کرنے کے بجائے میری ذات پر کیچڑ اچھال رہی ہو اور اس معصوم عورت کو الزام دے رہی ہو۔ تم اس لائق نہیں ہو کہ تم سے محبت کی جائے۔ کسی جذبے سے چاہا جائے۔"

"تم میری ایک بات کان کھول کر سن لو۔" وہ فرش پر پیر پٹختے ہوئے برہمی سے بولی۔ "میں اس بلیک میلر کو ایک کوڑی بھی نہیں دوں گی اس کا مطالبہ تم پورا کرو گے۔ اگر اس کمینے نے رقم نہ ملنے کی صورت میں مجھے پھنسانے کی کوشش کی تو میں پھر سیدھے پولیس کے پاس چلی جاؤں گی۔ تمہاری تصویریں اسے دے دوں گی۔"

میں فوراً ہی بجلی کی سی تیزی سے خواب گاہ سے نکل کر نشست گاہ میں آ گیا۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو مجھے اپنی نفرت، غصے اور مشتعل جذبات پر قابو پانا دشوار ہو جاتا۔ میں کمرے میں کچھ دیر اور رکتا تو شاید کویتا کا گلا دبا کر جان سے مار دیتا۔ اس نے ایک نیا شوشہ چھوڑا تھا کہ اسے میں اور نیلما مل کر بلیک مل کر رہے ہیں۔ میں نیلما سے چوری چھپے ملتا ہوں۔ نیلما اس سے انتقام لے رہی ہے۔ اس نے مجھ پر جو الزام تراشی کی تھی اور اس

کے پیچھے جو جذبہ کارفرما تھا اسے میں سمجھ گیا تھا۔ وہ صرف یہ چاہتی تھی کہ میں مناف کو تین لاکھ کی رقم دے کر اسے اس عذاب سے نجات دلواؤں۔ اسے میری کمزوری کا پتا تھا۔ اس کے رحم و کرم پر جو تھا۔

میں نشست گاہ میں اندھیرا کر کے بہت دیر تک اکیلا بیٹھا رہا۔ میرا دماغ سنسناتا رہا۔ وہ نہ تو مجھے منانے کے لئے آئی نہ مجھے اس کی توقع تھی۔ اسے میری پروا کب تھی۔ وہ تو مجھے ہر قدم پر جھکانا اور ذلیل کرنا چاہتی تھی۔ میں تھوڑی دیر تک جذباتی ہو کر سوچتا رہا کہ میں بھی کیسا بے غیرت شخص ہوں جو ایک خبیث عورت کے جال میں پھنس گیا ہوں۔ یہ مردانگی کا شیوہ نہیں ہے۔ مجھے اب ہر قیمت پر اس کے پنجے کی گرفت سے نکلنا ہو گا۔

میرا دماغ کسی حد تک پرسکون ہو گیا تھا لیکن مجھ میں ابھی وحشت و اضطراب بسا ہوا تھا۔ میں کوئی ایک ڈیڑھ گھنٹے تک نشست گاہ میں ٹہلتا رہا۔ کویتا کی دھمکی نے میرے ارادوں کو نہیں بدلا تھا نہ میں اس سے خوف زدہ ہوا تھا۔ میں بہت دیر تک صورت حال پر ہر پہلو سے سوچنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ کویتا کو طلاق دینے سے کوئی بات نہیں بنے گی بلکہ مجھے الٹا نقصان پہنچے گا۔ دوسری طرف میں کویتا کے اشاروں پر ناچتا رہا تو میں زندہ درگور ہو جاؤں گا۔ کویتا جب مجھے پوری طرح تہی دست کر دے گی تب وہ میرے ساتھ بڑی بے رحمی سے پیش آئے گی۔ میرے کسی دشمن کے ہاتھ میری فلم اور تصویریں منہ مانگی قیمت پر بیچ کر نہ صرف مجھ سے اپنی جان چھڑائے گی بلکہ پھانسی کے تختے تک پہنچائے گی۔ میرے خلاف فرد جرم عائد ہونے کی صورت میں ابو سرکار جیسا وکیل بھی کیا کر سکے گا۔ اس کی ذہانت اور قابلیت کچھ نہ کام آ سکے گی اس ٹھوس تصویری ثبوت کے سامنے۔ میں پھانسی کے پھندے کو گلے میں ڈالنا نہیں چاہتا تھا۔ میں طے کر چکا تھا کہ میں ناکردہ گناہوں کی سزا نہیں بھگتوں گا۔ عیار کویتا نے یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ اپنی چالاکی، ذہانت اور بلیک میلنگ سے مجھے اپنا غلام بنا کر رکھے گی۔ اب میرے سامنے ایک ہی راستہ تھا کہ میں کویتا کو سوتے میں قتل کر دوں۔ اسے قتل کرنے کے لئے کسی پستول یا چاقو کی ضرورت نہ تھی۔ اس کے منہ پر تکیہ رکھ کر دبا کر اسے بڑی آسانی سے ختم کیا جا سکتا تھا۔ کسی کو شبہ تک نہیں ہو سکتا تھا کہ اسے قتل کیا گیا ہے۔

میں نے اس سے پہلے دو ایک مرتبہ اس کے قتل کی تدبیر سوچی تھی۔ سوچ کر رہ گیا تھا اس لئے کہ میرے ضمیر نے مجھے اس سے باز رکھا تھا۔ مگر آج میں نے اپنے ضمیر کو سمجھایا تھا کہ میں کسی بے گناہ اور معصوم کو قتل نہیں کر رہا ہوں ایک زہریلی ناگن کا سر

کچل رہا ہوں۔ میں کویتا کو قتل کرنے کے ارادے سے بڑھا۔ آج مجھ پر ایک جنون سوار ہو گیا تھا۔ اس نے مجھے جیسے اندھا کر دیا تھا۔ اب مجھے کوئی طاقت اسے قتل کرنے سے روک نہیں سکتی تھی۔

میں کمرے میں داخل ہوا تو نائٹ بلب کی نیلگوں مدھم روشنی بکھری ہوئی تھی۔ وہ پلنگ پر گہری نیند سو رہی تھی۔ اس وقت رات کا کیا بجا تھا میں نے نہیں دیکھا۔ سارا علاقہ جیسے سو رہا تھا۔ سارے علاقے سے زیادہ وہ بے خبر مٹی کا تودہ بنی سو رہی تھی۔ کمرے میں ایسا ہیبت ناک سناٹا تھا جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ فرش سے چھت تک طوفان کے بعد والا سکوت طاری تھا۔ ایسا لگ رہا تھا میرے قتل کے ارادے سے جیسے ساری کائنات دم بخود ہو کر رہ گئی ہو۔ میں پلنگ کے پاس پہنچ کر رکا تو میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ میں تھوڑی دیر کے لئے سانس لینا بھول گیا۔ میری پیشانی عرق آلود ہو گئی۔ تب مجھے احساس ہوا کہ مجھ جیسے شخص کے لئے قتل کرنا بھی کسی قدر مشکل ہے۔ میں نے حوصلہ کر کے اپنا تکیہ اٹھایا تو میرے ہاتھوں میں رعشہ سا تھا۔ دل حلق میں جیسے زخمی پرندے کی طرح پھڑپھڑا رہا تھا۔ میں نے کویتا کی حسین صورت اور دلکش سراپا دیکھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ قتل کا جرم کبھی نہیں چھپتا۔ چاہے لاکھ ہشیاری سے قتل کیا جائے۔ میں اس لمحے ایک عجیب کشمکش میں مبتلا ہو گیا کہ اسے قتل کروں کہ نہیں۔ میرے دل کے کسی گوشے میں ایک نادیدہ آواز نے کہا۔ احمق آدمی یہ تم کیا کر رہے ہو؟ سنہرا موقع کھو رہے ہو۔ ایسا موقع پھر کبھی نہیں ملے گا۔

میں نے تکیے کو دونوں طرف سے بڑی مضبوطی سے پکڑ لیا اور کویتا پر جھکنے لگا۔ دفعتاً میری خواب گاہ میں رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تو میں اچھل پڑا۔ اس قدر حواس باختہ ہوا کہ تکیہ میرے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گر پڑا۔ میں نے تکیہ نہیں اٹھایا بلکہ ٹیلی فون کی طرف لپکا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ کویتا بیدار ہو جائے۔ ٹیلی فون پلنگ کے پاس والی میز پر تھا۔ اس کی گھنٹی چیخ رہی تھی تو کان کے پردے پھٹتے ہوئے سے لگ رہے تھے۔

میں نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے نائٹ شفٹ انچارج طفیل احمد تھا۔ اس نے کہا۔ "انسپکٹر تاج الدین نے ابھی ابھی ٹیلی فون کر کے دھمکی دی ہے کہ اس کے خلاف اخبار میں جو خبر چھاپی جا رہی ہے وہ روک لی جائے۔ نہیں تو وہ ایڈیٹر اور مالک دونوں کو قتل کر دے گا۔"

"تم اس کی گیدڑ بھبکیوں کی پروا مت کرو۔" میں نے کہا۔ "اب اس خبر کو پہلے صفحے

پر نمایاں طور پر تصویروں کے ساتھ شائع کرنا۔"

انسپکٹر تاج الدین مگ بازار تھانے کا ایس ایچ او تھا۔ ایک نمبری بدمعاش، عیاش، ضمیر فروش اور رشوت خور تھا۔ اس کی فرعونیت سے لوگ عاجز آ چکے تھے۔ اس کی فرعونیت کا یہ عالم تھا کہ وہ عدالت کے احکامات اور فیصلوں کی بھی پروا نہیں کرتا تھا۔ عدالت اس کی برطرفی کے احکامات جاری کر چکی تھی مگر وہ اب بھی اپنی ملازمت پر برقرار تھا۔" اس کے خلاف کسی بھی اخبار میں ایک خبر بھی شائع نہیں ہوئی تھی۔ میں نے نہ صرف اس کے خلاف خبریں چھاپی تھیں بلکہ حکومت سے مطالبہ اور احتجاج بھی کیا تھا کہ اس شخص کو فوری طور پر برطرف کر کے اس پر مقدمہ چلایا جائے اس لئے کہ اس نے ظلم کی انتہا کر دی ہے لیکن انتظامیہ نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ کیونکہ وہ انتہائی طاقتور اور باثر شخص تھا۔ اس کے وزیروں سے گہرے تعلقات تھے۔ اس نے میرے اور اخبار کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کیا ہوا تھا۔ ہتک عزت کا دعویٰ کیا تھا کہ اسے دو کروڑ کی رقم کا ہرجانہ ادا کیا جائے۔ اخبار نے اسے عیاش اور بدکردار لکھ کر اس کی عزت اور ساکھ کو نقصان پہنچایا ہے۔

اخبار کے فوٹوگرافر نبی چوہدری نے اس کے گھر پر منعقد ہونے والی ایک نجی تقریب کی تصویریں بنائی تھیں جس میں شہر کی خوبرو لڑکیاں نہ صرف ساقی کے فرائض انجام دے رہی تھیں بلکہ رقص و سرود سے انتظامیہ کے اعلیٰ افسران دل بہلا رہے تھے۔ اس کے علاوہ ایک دو تصویریں ایسی بھی تھیں جن میں دو بدنام زمانہ اداکارائیں اپنے ہاتھوں سے انسپکٹر تاج الدین کو شراب پلا رہی تھیں۔ ایک اور تصویر میں وہ ایک ایسے مفرور قاتل سے رشوت لے رہا تھا جس نے قتل کی دو بہیمانہ وارداتیں کی تھیں۔ وہ قانون کو مطلوب تھا۔ اسے کسی طرح یہ علم ہو گیا تھا کہ اس کے خلاف بطور ثبوت ایسی تصویریں چھاپی جا رہی ہیں جسے وہ کسی قیمت پر جھٹلا نہیں سکتا۔ اس لئے اس نے اخبار کے دفتر ٹیلیفون کر کے دھمکیاں دی تھیں۔ میں اس بات کو جانتا تھا کہ میں نے اپنا ایک بے حد خطرناک اور شقی القلب دشمن پیدا کر لیا ہے۔ میں حیران تھا کہ ان تصویروں کی اشاعت کا علم اسے اتنی جلدی کیسے ہو گیا اس کی اشاعت کے سلسلے میں بڑی رازداری برتی گئی تھی۔

میں اس سے ٹیلیفون پر بات کر رہا تھا کہ کویتا کی آنکھ کھل گئی۔ جب میں ریسیور رکھ رہا تھا تب وہ دیوار گیر گھڑی کی طرف دیکھتی ہوئی برہمی سے بولی۔ "رات ایک بجے بھی سکون سے سونے کو نہیں ملتا۔ تمہارے دفتر والوں کو کسی کے آرام اور نیند کا بھی خیال

نہیں۔" پھر وہ جھنجلاتی ہوئی بستر اور کمرے سے نکلی۔ جاتے جاتے اس نے اتنے زور سے دروازہ بند کیا کہ ایک دھماکہ سا ہوا۔ اس نے دوسرے بیڈ روم میں جا کر دھڑ سے دروازہ بند کر لیا اور اندر سے چٹخنی لگا لی۔ میرا قتل کا منصوبہ دھرا رہ گیا۔

☆======☆======☆

دوسرے دن ایک بجے مناف کا ٹیلیفون آیا کہ میں نے کیا فیصلہ کیا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں رقم تو ادا کر دوں گا لیکن مجھے اس کے لئے ایک ہفتے کی مہلت چاہیئے۔ اس لئے کہ میرے پاس اتنی بڑی رقم نہیں ہے۔ مجھے دوستوں اور دفتر سے قرض لینا ہو گا۔ وہ تین دن سے زیادہ مہلت دینے کے لئے تیار نہ تھا پھر اس نے مجھ سے کہا کہ وہ ایک گھنٹے کے بعد ٹیلیفون کر کے مہلت دینے کے بارے میں بتائے گا اس لئے کہ اس کے کچھ مہمان آ گئے ہیں۔ پھر اس نے ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد ٹیلیفون کر کے پوچھا کہ میں جو امریکہ سے لاکھوں کی رقم لایا تھا وہ کہاں گئی۔ اس کے اس ذاتی سوال پر مجھے غصہ تو بہت آیا لیکن میں ضبط کر گیا۔ میں نے اسے موٹا موٹا حساب بتایا کہ شادی پر دہرے اخراجات کئے۔ بیوی کو مہر کی رقم دی۔ اس پر اب تک دو لاکھ کی رقم خرچ کر چکا ہوں۔ اتنی ہی رقم ضرورت مند رشتہ داروں اور دوستوں سے کو دے چکا ہوں۔ میرے پاس پچاس ساٹھ ہزار سے زیادہ رقم نہیں ہے۔ تھوڑی دیر کی حیل و حجت کے بعد اس نے مجھے ایک ہفتے کی مہلت دے دی۔

میں فوری طور پر اس کا مطالبہ پورا کر کے کویتا اور اسے یہ تاثر دینا نہیں چاہتا تھا کہ میرے پاس اتنی بڑی رقم موجود ہے۔ میرا مہلت لینے کا دوسرا مقصد یہ بھی تھا کہ اس دوران میں کوئی ایسی تدبیر کروں کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ یعنی کویتا کو قتل کر دوں۔ کویتا کی موت سے مجھے اس بلیک میلر سے نجات مل جاتی۔ میرے ذہن میں اسے قتل کرنے کی ایک اور تدبیر آئی کہ اس کی شراب میں زہر ملا دوں اور اس کی موت کو خودکشی کا کیس قرار دوں۔ خودکشی کا جواز میرے پاس یہ تھا کہ مناف اسے بلیک میل کر رہا تھا۔ اس طرح سے مناف کو بلیک میل کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا جاتا۔

سہ پہر کے وقت گھر سے عبدل کا ٹیلیفون آیا۔ اس نے بتایا کہ کویتا دو تین دن کے لئے اپنے فلیٹ منتقل ہو گئی ہے۔ اس کی ایک سہیلی امریکہ سے آئی ہوئی ہے۔ کویتا نے یہ پیغام مجھے عبدل کے ذریعے بھجوایا تھا۔ یوں اسے قتل کرنے کا منصوبہ تین چار دنوں کے لئے پیچھے چلا گیا تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ یہ ایک طرح سے اچھا ہی ہوا۔ اب جب کہ

مجھے دو تین دنوں کی مہلت ملی ہے تو اس عرصے میں کوئی اور تدبیر سوچ لوں گا۔

میں سارا دن اپنے دفتر میں بے حد مصروف رہا تھا۔ اس لئے کہ انسپکٹر تاج الدین کے خلاف جو خبر اور تصویریں آج کے اخبار میں چھپی تھیں اس نے ایک تہلکہ مچا دیا تھا۔ پورے ملک میں ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ انتظامیہ کے ایوانوں میں زلزلہ آ گیا۔ ان تصویروں میں انتظامیہ کے ذمے دار افسر بھی تھے۔ اخبار کا دوسرا ایڈیشن بھی چھاپنا پڑ گیا۔ انسپکٹر تاج الدین اور بے نقاب ہونے والے افسران نے مجھے ٹیلیفون پر نہ صرف گالیاں دیں بلکہ قتل کی دھمکیاں بھی دی تھیں۔ انہوں نے یہ حرکت کر کے اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری تھی۔ ان کی گالیاں اور دھمکیاں ٹیپ کر لی گئی تھیں۔ میں اور میرا اخبار ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا حق محفوظ رکھتا تھا مگر اب مجھے محتاط رہنے کی ضرورت تھی۔ اس لئے کہ انسپکٹر تاج الدین ایک شاطر اور خطرناک شخص تھا۔ وہ مجھے کسی کیس میں پھانسنے کے لئے اوچھے ہتھکنڈے بھی استعمال کر سکتا تھا۔

میں نے اٹھتے وقت دستی گھڑی میں وقت دیکھا تو شام کے سات بج کر چالیس منٹ ہو رہے تھے۔ اس وقت مجھے ایک مخلص دوست اور تنہائی کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ اس کے ساتھ کچھ وقت گزار سکوں۔ اس لئے میں نے رات کے کھانے کے لئے نجم السحر کو مدعو کیا تو اس نے معذرت کر لی کہ اس نے آج رات اپنی دیرینہ ساتھیوں کو کھانے پر بلایا ہوا ہے۔ میں نے سوچا کہ کیوں نہ اکیلا ہی کوپل ریسٹورنٹ میں جا کر وقت گزاروں۔ وہاں کا ماحول بڑا پُرسکون تھا۔ وہاں وقت گزارنے سے بڑی راحت سی محسوس ہوتی تھی۔ ذہنی سکون اور تنہا وقت گزارنے کے لئے اس ریسٹورنٹ سے بہتر ریسٹورنٹ پورے شہر میں کوئی نہ تھا۔ اس کے کھانے بھی بہت اچھے ہوتے تھے۔

میں نے اس کے بے حد وسیع و عریض سبزہ زار پر قدم رکھا تو ساری تھکن اور کسل مندی دور ہو گئی اور اس کا خوابناک ماحول میری نس نس میں ایک عجیب سی فرحت گھولنے لگا۔ سبزہ زار پر دھیمی نیلگوں روشنی کا جال بکھرا ہوا تھا۔ میزوں پر جوڑے بیٹھے راز و نیاز کر رہے تھے اور کھانا کھا رہے تھے۔ ان کے چہروں کے خدوخال واضح تھے۔ میں ایک میز کی طرف بڑھتے ہوئے ٹھٹک گیا۔ مخالف سمت سے دودھیا چاندنی کا منجمد دریا لہراتا ہوا آتا دکھائی دیا۔ اسے دیکھتے ہی میرے دل نے دھڑکنا شروع کر دیا۔ گو اس کے خدوخال واضح نہ تھے مگر میرے دل نے کہا کہ یہ وہی ہے کیا تم اس کی خوشبو محسوس نہیں کر رہے ہو۔ وہ سفید ساڑھی اور سفید بلاؤز میں ملبوس، اپنے سیاہ بالوں کو لہراتے ایک شناسا چال چلتی ہوئی

بیرونی دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وہی قد وہی رخ کی تجلی تھی جو اتنی دور سے مجھے دیکھنے کو ملی تھی۔ یہ نیلما اکیلی کیسے ہو سکتی ہے؟ کس لئے آ سکتی ہے؟ کیا اس نے بھی خود کو ساری دنیا میں اکیلا محسوس کیا ہے؟

وہ میرے قریب سے گزرنے لگی تو معاً اس کی نظر میری طرف اٹھی۔ وہ ٹھٹک گئی۔ وقت کی نبض جیسے رک گئی۔ ہم دونوں کی نگاہیں ملیں۔ "نیلما تم؟" میں سرشاری سے بولا۔ "کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں؟"

"آپ؟" اس کے لہجے سے جیسے امرت ٹپک پڑا۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں دیئے جل اٹھے۔ "آپ اکیلے ہیں؟"

"تم بھی تو اکیلی ہو؟" میں زیر لب مسکرایا۔ میں نے اس کے پاس جا کر کہا۔ "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تھوڑی دیر کے لئے ہم دونوں اپنی اپنی تنہائی دور کر لیں۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے ہم برسوں بعد ملے ہیں۔"

"کیوں نہیں۔" اس نے جواب دیا۔ "میں یہاں کسی سے ملنے آئی تھی۔ اس سے ملاقات نہ ہو سکی تو واپس جا رہی تھی۔"

"کون تھا وہ خوش نصیب؟" میں اسے ایک میز کی طرف لے کر بڑھا۔

"شیخ ظہیر ریحان۔" اس نے مدھم لہجے میں جواب دیا۔

"شیخ ظہیر ریحان؟" میں بری طرح چونکا۔ "کہیں تم اس کی بات تو نہیں کر رہی ہو جس پر اپنی دو بیویوں کے وحشیانہ قتل کا الزام ہے۔ وہ پولیس کی حراست سے بھاگا ہوا ہے۔ اس دہرے قتل کے کیس نے نہ صرف سارے شہر میں خوف و ہراس پھیلا رکھا ہے بلکہ بہت ساری کہانیوں کو جنم بھی دیا ہے۔ مگر تمہارا اس سے کیا تعلق؟ وہ تم سے یہاں ملنے کس لئے آ رہا تھا؟"

"وہ اپنا کیس وکیل ابو سرکار کو دینا چاہتا ہے۔ اس لئے اس نے ٹیلیفون پر مجھے یہاں ملنے کے لئے کہا تھا۔"

"کیا ابو سرکار ایک وحشی قاتل کو پھانسی کے پھندے سے بچا لیں گے جس کے خلاف تمام شواہد موجود ہیں۔"

"کیوں نہیں.......... انہوں نے نہ جانے اب تک کتنے بے گناہوں کو پھانسی سے بچایا ہے جن کے خلاف جھوٹے شواہد تھے۔ یہ بھی اپنے آپ کو بے گناہ کہتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ قتل اس نے نہیں کئے ہیں۔ اس نے یہ بتانے اور مشورے کے لئے مجھے

بلایا تھا مگر وہ کسی وجہ سے نہیں آیا۔"

"وہ ابو سرکار کے بجائے تم سے کیوں ملنا چاہتا تھا؟" میں نے نیلما کو ایک میز پر لے...

"ملنا تو وہ ابو سرکار ہی سے چاہتا تھا۔" نیلما نے جواب دیا۔ "ابو سرکار چونکہ ایک کیس کے سلسلے میں دو تین دن کے لئے چٹا گانگ جا رہے تھے اس لئے وہ اس سے مل نہیں سکتے تھے' انہوں نے اس سے کہا کہ وہ مجھ سے مل کر تمام حالات سے آگاہ کر دے اور مشورہ بھی لے لے مگر وہ کسی خوف اور گرفتاری کے اندیشے کے تحت نہیں آیا۔"

"تم نے ابو سرکار کے دفتر میں کیوں ملازمت کرلی؟ کیا اسکول کی ملازمت چھوڑ دی؟"

"آئے دن کی ہڑتالوں اور ہنگاموں کی وجہ سے ہفتے میں صرف ایک دو دن بمشکل پڑھائی ہوتی ہے اور دو دو مہینے تنخواہ بھی نہیں مل پاتی۔ ابو سرکار میرے ابو کے ہم جماعت رہ چکے ہیں' انہوں نے مجھے آفس سیکرٹری کی جاب کی پیشکش کی تو میں نے قبول کرلی۔ ان کی سیکرٹری مس ستارہ جبیں نے مجھے ایک ہفتے میں ایسی تربیت دی کہ میں نے دفتر کا تمام نظم و نسق سنبھال لیا اور پھر مجھ سے سراغرسانی کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ مجھے اس کی خاص طور پر تربیت بھی دی جا رہی ہے۔"

"اچھا!" میری مسکراہٹ گہری ہو گئی۔ "دو تین مہینے میں تمہاری زندگی میں زبردست انقلاب آیا ہے۔"

"مجھے ان کے ہاں کام کر کے بڑا لطف آتا ہے اور میں پوری دلچسپی سے اس نئے کام کو سیکھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ دفتر میں ہر قسم کے لوگ مقدمات لے کر آتے ہیں۔ میں انہیں سنتی ہوں' ٹیپ کر لیتی ہوں' ان کی حوصلہ افزائی کرتی ہوں' امید بندھاتی ہوں کہ بالآخر جیت ان کی ہو گی۔"

"اتفاق سے مجھے کل رات ہی پتا چلا کہ تم نے ابو سرکار کے ہاں جاب کرلی ہے مجھے یقین نہیں آیا تھا لیکن اب تم سے ملاقات کے بعد میں نے یقین کر لیا ہے تم خوش نصیب ہو کہ اس ملک کے سب سے بڑے اور مایہ ناز وکیل کے دفتر میں سیکرٹری بن گئی ہو۔"

"آپ کو کس نے بتایا کہ میں نے یہاں جاب کرلی ہے؟" اس نے لمبی لمبی پلکیں جھپکائیں۔

" میں نے جواب دیا۔ "کل رات کی بات ہے یہ۔ اس کے علاوہ اس نے ہم دونوں پر رکیک قسم کے الزامات لگائے ہیں کہ ہم ایک دوسرے سے چوری چھپے

خفیہ مقامات پر ملتے رہتے ہیں۔"

"اس نے تمہیں اتنی دیر سے میری ملازمت کی اطلاع کیوں دی اور بے ہودہ الزامات کس لئے عائد کئے؟" وہ کہنے لگی۔ "ویسے وہ مجھے کوئی ایک ہفتے سے ٹیلیفون پر بہت دق کر رہی ہے۔ وہ اس لئے میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئی ہے کہ میں ان عورتوں کے کیس تیار کر رہی ہوں جنہیں وہ بلیک میل کر رہی ہے اور ان سے ہر ماہ ہزاروں ٹاکا بڑی سنگدلی سے وصول کرتی ہے۔ اس نے معصوم اور بے گناہ لڑکیوں کی زندگیاں اجیرن کر دی ہیں۔ یہ غریب عورتیں اسے کہاں سے ہر ماہ ہزاروں ٹاکا ادا کر سکتی ہیں۔ جو لڑکیاں اس کا مطالبہ پورا نہیں کر سکتی ہیں وہ انہیں غلط راستے پر چلنے پر مجبور کرتی ہے۔ ان سے منشیات کا دھندا کرواتی ہے۔ انہیں ہائی سوسائٹی کی بیگمات کے پاس بھیجتی ہے۔"

"اس ذلیل عورت نے تو شرم سے میرا سر جھکا دیا ہے وہ قدم قدم پر مجھے ذلیل کر رہی ہے۔" میں نے خفت سے کہا۔

"میں دو ایک دن میں تمہیں ٹیلیفون کر کے رابطہ قائم کرنے والی تھی۔"

"وہ کس لئے؟" میں نے تجسس سے پوچھا۔

"اس لئے کہ اسے فوری طور پر طلاق دے دو تاکہ اس کی وجہ سے تم پر کوئی آنچ نہ آ جائے۔ عورتیں تیار نہیں ہیں کہ اس کیس کو عدالت میں لایا جائے وہ بدنامی اور عدالت سے بہت گھبراتی ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ قانونی نوٹس یا ڈرا دھمکا کر اسے بلیک میل کرنے سے روکا جائے جبکہ ایسا ناممکن ہے۔ ابو سرکار ایسی کوئی تدبیر سوچ رہے تھے جس سے ان بدنصیب عورتوں کو اس کے عذاب سے نجات دلائی جا سکے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر اس کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ میری نگاہوں کی تاب نہ لا سکی۔ اس نے اپنی آنکھوں پر پلکوں کی چلمن گرا لی پھر میں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اس نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ میں کہنے لگا۔ "نیلما! تمہاری اس نوازش اور محبت کا شکریہ ادا کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں میں نے تمہیں بے وفائی کا ایک کاری زخم دیا لیکن تم نے مجھے پھر بھی معاف کر دیا۔ میری ساتھی' میری دوست! میری مجبوری یہ ہے کہ میں اسے کسی بھی صورت میں طلاق نہیں دے سکتا البتہ اسے قتل ضرور کر سکتا ہوں شاید کسی دن اسے قتل بھی کر دوں۔ وہ مجھے مجبور کر رہی ہے کہ میں اسے قتل کر دوں۔"

"نہیں' نہیں۔" وہ بری طرح بوکھلا گئی۔ اس کا حسین چہرہ متغیر ہو گیا اس کی زبان

لڑکھڑانے لگی۔ "آپ کو میری محبت کی قسم' آپ کسی بھی صورت اسے قتل نہیں
گے۔ جرم کسی مسئلے کا حل نہیں ہوتا آپ کچھ خیال نہ کریں تو کیا میں پوچھ سکتی
ایسی کیا مجبوری ہے کہ جو آپ اسے طلاق نہیں دے سکتے؟"

ویٹر آرڈر لینے آگیا تھا اسی لئے میں نے نیلما کی بات کا جواب نہیں دیا۔ جب
آرڈر لے کر چلا گیا تو میں اس سے مخاطب ہوا۔ "بس ایک بہت بڑی مجبوری ہے۔
مجبوری نہ ہوتی تو میں تم سے کب کا شادی کر چکا ہوتا۔ اس نے مجھے بلیک میل
شادی کی اور شادی کے بعد بھی وہ مجھے بلیک میل کر رہی ہے۔ اس نے مجھے دونوں ہا
سے خوب لوٹ لیا ہے۔"

"کیا آپ آج بھی مجھے وہ مجبوری نہیں بتائیں گے جس نے آپ کو جکڑ رکھا ہے"
اس کے چہرے پر یاسیت چھا گئی۔ وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولی۔ "کیا آپ کو مجھ پر ذرا
بھی بھروسہ نہیں ہے؟"

میں نے نیلما کو اعتماد میں لینے کے بعد اسے کسی قدر تفصیل سے اپنی درد بھری
سنا دی' اس نے پوری توجہ اور انہماک سے میری کہانی سنی پھر وہ بولی۔ "آپ فکر نہ کریں
میں کوئی تدبیر سوچتی ہوں' اس سے نجات پانے کا کوئی راستہ تلاش کرتی ہوں' میں کل
نیلما نہیں ہوں۔ میں آپ کو اس جہنم سے نکال کر رہوں گی۔"

"کیا میں مناف کو تین لاکھ کی رقم ادا کر دوں؟" میں نے کہا۔ "اس نے مہلت
ہوتے ہی کسی کے ہاتھ فلم اور تصویریں بیچ دیں تو میں کیا کروں گا۔"

"اس کی مہلت ختم ہونے میں ابھی چار پانچ دن باقی ہیں۔ میں اس وقت تک
نہ کوئی تدبیر سوچ لوں گی۔" اس نے کہا۔ "کیا آپ مجھے ایک نظر وہ تصویریں دکھا سکتے
جن سے وہ آپ کو بلیک میل کر رہی ہے۔"

"تم کل صبح میرے گھر آجاؤ تو میں تمہیں تصویریں دکھا سکتا ہوں۔" میں بولا۔
"آپ کے گھر؟" وہ حیرت سے بولی۔ "کویتا مجھے دیکھے گی تو مجھ پر بجلی بن کر گر
گی۔ کیا معلوم وہ مجھے شوٹ بھی کر دے۔"

"وہ دو تین دن کے لئے اپنی ایک سہیلی کے ساتھ اپنے فلیٹ میں رہنے کے لئے
ہوئی ہے۔ گھر پر میں اور عبدل ہوتے ہیں تم بے دھڑک آسکتی ہو۔ عبدل تمہیں بہت
کرتا ہے۔"

نیلما دوسرے دن دفتر جانے سے پہلے تھوڑی دیر کے لئے آئی تو اسے میں

تصویریں دکھائیں جن کی وجہ سے میری جان عذاب میں تھی۔ نیلما نے ششدر ہو
کر ان تصویروں کو دیکھا۔ چند لمحوں کے بعد بولی۔ "واقعی یہ ایسا ٹھوس ثبوت ہے کہ اسے
جھٹلایا نہیں جا سکتا ہے۔"

"ان تصویروں نے مجھے کویتا سے شادی اور تم سے بے وفائی کرنے پر مجبور کیا تھا۔"

"کویتا جانتی ہو گی کہ سعید الرحمان کا قاتل کون ہے۔" نیلما نے اپنا خیال ظاہر کیا۔
"اس نے سعید الرحمان کو نہ صرف قتل ہوتے ہوئے دیکھا ہو گا بلکہ اس نے قاتل کی
تصویریں بھی کھینچ لی ہوں گی۔" وہ بولتے بولتے ایک دم سے چونک پڑی۔ "کہیں ایسا تو
نہیں کہ سعید الرحمان کو کویتا نے قتل کیا ہو؟"

"نہیں۔" میں نے سر ہلایا۔ "ایک عورت کسی بھی مرد کے سینے میں چاقو نہیں اتار
سکتی ہے۔ بالفرض محال تھوڑی دیر کے لئے یہ مان لیا جائے کہ سعید الرحمان کو کویتا نے
قتل کیا ہے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس نے سعید الرحمان کو کس لئے قتل کیا
انہیں کسی دوست نما دشمن نے قتل کیا ہے۔ ان کی زندگی اس کے لئے شدید خطرے کا
باعث بن گئی ہو گی۔"

"کویتا نے جو ویڈیو فلم' تصویریں بنائی ہیں وہ کہاں ہیں؟"

"اس کا کہنا ہے کہ اس نے ان چیزوں کو کسی بینک کے لاکر میں رکھا ہوا ہے' یقیناً
اس نے بینک کے لاکر ہی میں رکھا ہو گا۔"

"اچھا اب میں چلتی ہوں۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ "میرا آفس پہنچنا اشد ضروری ہے
اور ابو سرکار نے اپنے شعبہ سراغرسانی کے جلیل احمد کو کویتا کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے اور
یہ پتا چلانے کے لئے لگا رکھا ہے کہ اس نے وہ فلمیں اور تصویریں کہاں رکھی ہیں جن
سے وہ عورتوں کو بلیک میل کر رہی ہے تاکہ انہیں کسی نہ کسی طرح حاصل کیا جا سکے۔ دعا
کرو کہ وہ چیزیں کسی نہ کسی طرح مل جائیں نہ مل سکیں تو پھر ان کے حصول کے لئے اس
ڈائن کے ساتھ کوئی بڑا گیم کھیلنا ہو گا۔"

نیلما دفتر چلی گئی تو میں سوچنے لگا کہ کویتا سے مجھے بھی اب کوئی گیم کھیلنا پڑے گا۔

☆======☆======☆

میں نے رات نو بجے گھر پر کھانا کھایا اور باہر چہل قدمی کے ارادے سے نکل رہا تھا
کہ عبدل نے مجھے منع کیا کہ اب میں راتوں کو چہل قدمی کے لئے اکیلے نہ نکلا کروں بلکہ
دن میں بھی گھر سے نکلتے وقت احتیاط برتا کروں اس لئے کہ میرے دشمنوں کی تعداد میں

اسانہ ہو گیا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ وہ میرے گرد اپنا حصار تنگ کر رہے ہیں۔ اس نے
بتایا کہ اس نے آج پولیس کی ایک گشتی جیپ کو مشکوک انداز سے اس گلی سے گز
دیکھا۔ اس میں چار مسلح سپاہی تھے اگلی سیٹ پر ایک خبیث قسم کا شخص بیٹھا تھا وہ
شکل ٹھیک سے نہیں دیکھا سکا تاہم اسے شبہ ہوا کہ وہ انسپکٹر تاج الدین تھا۔ اس کے
کوئی چار ٹیلیفون کالیں آئی تھیں جن میں میرا نام لے کر مجھے فحش اور انتہائی بے
گالیاں دی گئی تھیں اور یہ بھی کہا گیا تھا کہ تمہارا باس اب بس چند دنوں کا مہمان
تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم ملازمت چھوڑ کر چلتے بنو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی
گولی کی زد میں آ جاؤ۔ میں نے عبدل کو تسلی دی اور سمجھایا کہ یہ گیدڑ بھبکیاں ہیں
گرجتے ہیں وہ برستے نہیں ہیں۔ کسی کو موت کے گھاٹ اتارنے والا شخص پیشگی اط
نہیں دیتا۔ اس کا کہنا اپنی جگہ بجا تھا کہ انسپکٹر تاج الدین میری گھات میں ہو گا اور
سے اپنی ذلت اور رسوائی کا انتقام لئے بغیر نہیں رہے گا۔ اس کے بارے میں اخبار میں
اور تصویریں شائع ہونے کے باوجود فوری طور پر ایکشن نہیں لیا گیا تھا۔ البتہ جن
نشینوں کے نام آئے تھے انہوں نے اپنے اپنے استعفے حکومت کو پیش کر دیئے تھے
نے عبدل کو تسلی دی کہ وہ اطمینان رکھے جسے خدا رکھے اسے کون چکھے۔ بارہویں گلی
میرا ایک دوست رہتا ہے میں اس سے مل کر تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔ میں نے
حفاظت کے لئے ریوالور رکھا ہوا ہے جان و مال کی اصل حفاظت کرنے والا اوپر بیٹھا
بعض اوقات بڑے سے بڑے ہتھیار دھرے رہ جاتے ہیں۔

میں چہل قدمی کرتے ہوئے سوچنے لگا کہ نیلما نے مجھ سے مناف اور کویتا کے
سے نجات دلانے کے لئے جس تدبیر کے بارے میں سوچنے کا کہا ہے اس میں نہ جانے
دیر ہو جائے' نیلما آخر کیا تدبیر سوچ سکتی ہے۔ وہ ایک سیدھی سادی سی عورت
ابو سرکار کے ہاں اسے کام کرتے ہوئے جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں۔ اب تو مجھے خو
کوئی صورت نکالنی ہو گی۔ سوچتے سوچتے میرے ذہن میں ایک کوندا سا لپکا۔ میرے
میں ایک خیال بجلی کی سی تیزی سے آیا تھا اس نے میرے اندر خوشی کی لہر دوڑا دی
نے سوچا کہ کیوں نہ اس تدبیر پر عمل کر کے دیکھوں۔ تخت یا تختہ؟ میں اسی وقت
کے پاس جاؤں اور اس سے کہوں کہ وہ اپنے مطالبے پر نظرثانی کرے۔ پھر اسے
سے دو لاکھ کی رقم پر راضی کر لوں۔ پھر اس سے کہوں کہ وہ مجھے ایک نظر دونوں
پرنٹ دکھا دے۔ بالفرض محال وہ میری بات مان لیتا ہے یا انکار کر دیتا ہے تو میں بزور

مجبور کر سکتا ہوں۔ ٹیڑھی انگلی سے گھی نکال سکتا ہوں میرے پاس ریوالور ہے۔
اسے زندگی کسے پیاری نہیں ہوتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ دشمن کو کمزور نہیں سمجھنا چاہئے مگر
کوشش کر کے دیکھنے میں کیا حرج ہے۔ اگر اس نے مزاحمت کی اور مجھے فلم نہیں دکھائی تو
مجھے اس کی کھوپڑی میں بلا دریغ سوراخ کر دینا چاہئے۔ پھر اس کے گھر کی تلاشی لے کر ان
فلموں کو حاصل کرنا کچھ مشکل نہ ہو گا۔ اس نے شاید مجھے بتایا تھا کہ وہ گھر پر اکیلا ہوتا
ہے۔ اس کا ایک ملازم ہوتا ہے جو صرف صبح اور شام آتا ہے۔ اپنا کام ختم کر کے چلا جاتا
ہے وہ سٹوڈیو سے رات آٹھ بجے گھر آ کر آرام کرتا ہے میرے لئے اس پر قابو پانا کچھ ایسا
مشکل نہ تھا۔

مناف کا مکان زیادہ دور نہ تھا۔ اکیسویں گلی میں تھا جو یہاں سے ایک فرلانگ کے
فاصلے پر تھا۔ میں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے چل پڑا اور سوچنے لگا کہ میرا ذہن مجرمانہ کیوں
ہوتا جا رہا ہے۔ میں نے کویتا کو کئی بار قتل کرنے کے بارے میں سوچا۔ کل یا پرسوں رات
ہی کی بات ہے کہ میں نے اسے قتل کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔ دفتر سے ٹیلیفون نہ آتا
تو میں شاید اسے قتل کر چکا ہوتا اور وہ آج قبر کی گہرائی میں لیٹی ہوئی ہوتی۔

میں اکیسویں گلی میں داخل ہوا تو وہ نیم روشنی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ صرف ایک پول
کا بلب جل رہا تھا جو گلی کے نکڑ پر واقع تھا۔ میں اس کے گھر کا نمبر دیکھتا ہوا جا رہا تھا کہ
ایک بنگلے سے ایک حسین اور نوجوان لڑکی اپنے بال درست کرتی ہوئی نکلی۔ اس کے لباس
پر شکنوں کا جال پھیلا ہوا تھا۔ وہ کسی لٹے ہوئے مسافر کی طرح لگ رہی تھی۔ میں نے
پوچھا۔ "تم بنگلہ نمبر نو سو چوراسی بتا سکتی ہو وہ کدھر ہے؟"

اس نے پہلے تو مجھے گھور کر دیکھا۔ اپنے پرس سے رومال نکال کر ہونٹوں کو صاف
کرتی ہوئی تلخ لہجے میں بولی۔ "اسی کے سامنے تو کھڑے ہو۔"

"کیا یہ عبدالمناف کا بنگلہ ہے؟"

"ہاں بابا .... یہ اسی کا بنگلہ ہے۔ اب تم پوچھو گے کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا۔
عجیب احمق آدمی ہو۔" وہ اپنی بات ختم کر کے تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

میں نے اس لمحے سوچا کہ یہ تو بہت برا ہوا کہ اس لڑکی نے مجھے دیکھ لیا۔ مناف کے
قتل ہو جانے کی صورت میں پولیس تحقیقات کرے گی تو یہ لڑکی پولیس کو میرے خلاف
بیان دے گی۔ میرا حلیہ بھی بتائے گی۔ معلوم نہیں اس لڑکی کا مناف سے کیا تعلق ہے؟
اس بات کا بھی تو امکان ہے کہ اندھیرے کی وجہ سے اس کے ذہن میں میرے خدوخال

واضح نہ ہو سکے ہوں۔ اللہ مالک ہے۔ بعد میں جو ہو گا وہ دیکھا جائے گا۔

وہ لڑکی باہر نکلی تھی اس نے گیٹ کو بند نہیں کیا تھا۔ وہ اتنا کھلا ہوا تھا کہ ایک آ
بڑی آسانی سے اندر جا سکتا تھا۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ اطلاعی گھنٹی بجا کر اندر دا
ہوں۔ پھر میں نے یہ ارادہ ترک کر دیا اور چوروں کی طرح اندر داخل ہوا۔ بنگلہ جدید ط
کا تھا۔ ہزار گز پر بنا ہوا اور نہایت شاندار تھا۔ مجھے اس بات پر بڑی حیرت ہوئی کہ وہ اتنے
بڑے بنگلے میں اکیلا کیوں رہتا ہے کیا اسے ڈر اور خوف محسوس نہیں ہوتا۔ جب وہ اتنا
دولت مند ہے تو اسے بلیک میلنگ کا دھندا کرنے کی کیا ضرورت ہے' پھر مجھے خیال آیا کہ
وہ اس دھندے ہی سے تو دولت مند بنا ہے۔ وہ اسے جاری کیوں نہیں رکھے گا۔ پورچ
کے نیچے اس کی شاندار گاڑی کھڑی تھی۔ رجنی گندھا کرشنا پورا کے پھولوں کی بیلیں جگہ
جگہ چڑھی ہوئی تھیں اور کھپریلوں کی چھت پر دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ دو کمروں میں تیز
روشنی ہو رہی تھی۔ جبکہ ایک کمرے کی کھڑکی سے مدھم روشنی اس کے پردے پر پڑ رہی
تھی۔ احاطے میں دیواروں کے پاس ناریل اور بیل پھل کے گھنے سایہ دار درخت تھے۔
میں دھڑکتے دل سے برآمدے کی سیڑھیاں طے کر کے برآمدے میں پہنچا۔ سامنے وہ کمرہ تھا
جس کی کھڑکی سے مدھم روشنی جھانک رہی تھی۔ اس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ لڑکی شاید
اسی کمرے سے نکلی تھی۔ اس لئے دروازہ کھلا رہ گیا تھا۔ بنگلے پر ایک گہرا سناٹا مسلط تھا۔

میں کمرے میں داخل ہو کر ٹھٹک کر رک گیا تھا۔ یہ نشست گاہ تھی اور نہایت
نفاست سے آراستہ و پیراستہ تھی۔ کوئی دو عدد صوفہ سیٹ تھے فرش پر قالین بچھا ہوا تھا۔
ایک طرف کھانے کی میز جس کے گرد چھ عدد کرسیاں تھیں۔ ایک کونے میں ایک بہت
بڑی آبنوسی لکڑی کی ٹرالی تھی۔ اس پر تیس انچ کا ایک رنگین ٹیلیویژن رکھا ہوا تھا۔ اس
ٹیلیویژن اور ٹرالی کے پیچھے ایک خلا سا تھا۔ اس کے پیچھے کوئی چھپ جائے تو کمرے میں
موجود کسی شخص کو وہ نظر نہیں آ سکتا۔ دروازے اور کھڑکیوں پر ریشمی پردے پڑے تھے۔
ایک کونے میں آرائشی بیڈ لیمپ جل رہا تھا جس کی ہلکی روشنی کمرے میں بکھری ہوئی تھی۔

میں اس کمرے کا جائزہ لے رہا تھا کہ میں نے بنگلے کے باہر ایک گاڑی کے رکنے کی
آواز سنی دوسرے لمحے کوئی گاڑی سے اترا۔ اس نے بڑے زور سے گاڑی کا دروازہ بند کیا
تھا چند لمحوں کے بعد بڑے زور سے اطلاعی گھنٹی بجی۔ پھر بنگلے کا پھاٹک چرچراتا ہوا کھلا۔ وہ
اطلاعی گھنٹی بجا کر اندر داخل ہو گیا تھا اس کے قدموں کی آواز سے میں نے محسوس کیا کہ
وہ اس طرف آ رہا ہے۔ میں نے سراسیمہ ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ میں چوروں کی طرح

چھپنے کی جگہ تلاش کرنے لگا پھر مجھے اسی کمرے میں سب سے محفوظ ترین جگہ ٹرالی کا عقبی
حصہ لگا۔ میں تیزی سے لپک کر اس کے پیچھے جا چھپا۔ پھر اپنا ریوالور نکال کر اس پر ہاتھ کی
گرفت مضبوط کر لی۔

چند لمحوں کے بعد میں نے مناف کی آواز سنی وہ اپنے کمرے سے نکل کر برآمدے
میں آیا تھا۔ آنے والے سے باتیں کر رہا تھا۔ پھر میں نے قدموں کی آوازیں سنیں۔ وہ
نشست گاہ کی طرف آ رہے تھے' ان کے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے کمرے میں
بھینی بھینی خوشبو کا ایک جھونکا آیا۔ وہ کمرے میں داخل ہوئے۔ دوسرے لمحے کمرہ تیز
روشنیوں میں نہا گیا۔

مناف کی آواز کمرے میں گونجی۔ "کویتا! تم کیا پینا پسند کرو گی؟ وہسکی یا شیمپئن یا
کافی؟"

کویتا؟ میں بڑے زور سے اچھلا۔ مجھ پر جیسے کوئی بجلی سی آ گری۔ کویتا کس لئے آئی
ہے؟ میں نے ایک پل کے ہزارویں حصے میں سوچا۔ کہیں ایسا نہیں کہ وہ مناف سے اپنی
فلمیں اور تصویریں خریدنے کے لئے آئی ہو۔ اس خیال سے کہ میں مناف سے اس کی
فلمیں اور تصویریں حاصل کر کے اسے بلیک میل نہ کروں۔ اسے اپنا محتاج بنا دوں۔ پھر وہ
بھی ایک طرح سے کمزور پڑ جائے گی۔ مگر وہ یہ سب کچھ کس لئے خریدنے لگی؟ اس کے
پاس میرے خلاف ایسا زبردست ہتھیار ہے کہ میں اسے دس فلموں اور سینکڑوں تصویروں
سے بھی بلیک میل نہیں کر سکتا۔ اگر اسے مناف کا مطالبہ پورا کرنا ہوتا تو پھر وہ مجھ سے
کہتی نہیں کہ میں ان چیزوں کو خرید لوں اور اس بات پر مجھ سے جنگ و جدل بھی نہیں
کرتی۔ مجھے میری فلم اور تصویروں کے عوض دھمکی نہ دیتی۔ مجبور اور بلیک میل بھی نہ
کرتی۔ مگر وہ یہاں کس لئے آئی ہے؟ وہ کیا چاہتی ہے۔ مناف نے اسے جس انداز سے
مخاطب کیا تھا اس سے ایسا لگ رہا تھا جیسے ودنوں میں پرانی شناسائی ہو۔

"میں یہاں پینے پلانے نہیں آئی ہوں۔" وہ تیز لہجے میں بولی۔ "تم مجھے جلدی سے
رپورٹ دو کہ تم نے کیا کیا؟"

"میں نے نہ صرف دونوں فلموں میں موجود تمام بیگمات کو تصویریں پہنچا دی ہیں بلکہ
چار بیگمات کو فلم اور تصویریں دے کر ان سے کوئی پندرہ لاکھ ٹاکا وصول کر کے لایا تھا اور
اسے تمہارے اکاؤنٹ میں جمع کرا دیا ہے اپنا کمیشن منہا کر کے یہ ان کی ٹرانزٹ سلپ
ہیں۔"

"تمہیں اپنے کمیشن کی بڑی فکر رہتی ہے۔" کویتا تنک کر بولی۔

"اس فکر کی وجہ سے تو میں تیزی' تندہی' دیانت داری اور فرض شناسی سے نیک کام انجام دیتا ہوں۔"

"یہ تو تم نے صرف چار بیگمات سے رقم وصول کی ہے' باقی بائیس بیگمات نے کیا جواب دیا ہے؟"

"کسی نے دو دن کے بعد تو کسی نے ایک ہفتہ کے بعد ٹیلیفون پر رابطہ کرنے کو کہا ہے۔ ایک ہفتے کے اندر اندر سب سے رقومات وصول ہو جائیں گی پھر تم اس ملک کی سب سے امیر ترین عورت بن جاؤ گی۔"

"تم یہ بتاؤ کہ تم نے آج میرے شوہر کو ٹیلیفون کر کے بات کی تھی؟" وہ سرد مہری سے بولی۔

"مسٹر ارشاد نے ایک ہفتے کی مہلت مانگی ہے تاکہ رقم کا بندوبست کیا جا سکے۔"

"احمق آدمی!" وہ بگڑ کر کہنے لگی۔ "اس نے رقم کا بندوبست کرنے کے لئے مہلت نہیں مانگی ہے اس کے پاس رقم کی کوئی کمی نہیں ہے۔ میں نے معلوم کیا ہے اس کے اکاؤنٹ میں چھ لاکھ پچپن ہزار کی رقم ہے۔ اس نے دراصل مہلت اس لئے لی ہے کہ تمہارے خلاف کوئی تدبیر کر سکے۔ کل اس نے نیلما سے کوپنل ریسٹورنٹ میں کوئی دو گھنٹے تک بات چیت کی اور ساتھ کھانا کھایا تھا۔ نیلما کے بھی پر نکل آئے ہیں وہ ابو سرکار کے ہاں ملازمت کیا کرنے لگی ہے اپنے آپ کو بڑا رستم سمجھنے لگی ہے۔"

"تم بے فکر رہو اس کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہو گی۔ آخر میں کس لئے ہوں۔ تم صرف اتنا بتاؤ کہ اسے فلم اور تصویریں دینے کے بعد ہمارا اگلا قدم کیا ہو گا؟ کہیں وہ تمہیں بلیک میل نہ کرنے لگے۔"

"اس کے فرشتے بھی بلیک میل نہیں کر سکتے۔" اس نے سفاک لہجے میں کہا۔ "تم اس کی فکر نہ کرو۔ میں ایک نئے شکار پر کام کر رہی ہوں۔ وہ جال میں آ گیا تو ایک کروڑ ٹاکا کہیں نہیں گئے۔ تمہیں بہت محنت' ہمت اور بہادری کا ثبوت دینا ہے۔"

"میں نے کبھی محنت سے اور تمہارا کام کرنے سے جی نہیں چرایا ہے۔" وہ کاروباری لہجے میں بولا۔ "میں تمہارے لئے ایک برس سے کام کر رہا ہوں۔ مجھے اپنی جان بھی خطرے میں ڈالنا پڑتی ہے۔ تم لاکھوں روپے کما رہی ہو مگر مجھے کیا مل رہا ہے؟ دس فیصد کمیشن' اب تمہیں میرا کمیشن بڑھانا ہو گا ورنہ مجھے پھر کچھ سوچنا پڑے گا۔"

کویتا ایک دم بپھر گئی۔ وہ مناف کی بات کاٹ کر زور سے چیخی۔ "تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ کیا تم اپنی اوقات نہیں بھول رہے ہو۔ میں دس فیصد کمیشن دیتی ہوں مگر میں نے تمہیں کتنی سہولتیں بھی تو فراہم کی ہیں اتنا بڑا بنگلہ کرائے پر لے کر دیا ہے۔ گاڑی دی ہے' ہر قسم کی شراب موجود ہے۔ میں نے کبھی تمہیں کسی قسم کی تفریح سے نہیں روکا۔ اب جبکہ تمہیں پیٹ بھر کر کھانے کو مل رہا ہے تو تم پھیل رہے ہو۔ ایک وقت تھا تم دو وقت بھوکے رہتے تھے۔"

"تم اس سے انکار نہیں کر سکتی ہو کہ اس کاروبار کے چلانے کے لئے میری محتاج ہو' میرے بغیر تم ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتی ہو۔ سامنے آ کر اس لئے کسی کو بلیک میل نہیں کر سکتی ہو کہ تمہارا اصل چہرہ سامنے آ جائے گا انہیں پتا چل جائے گا کہ تم مار آستین ہو۔"

"مار آستین کی وجہ سے تو سارے راز پتا چلتے ہیں اور وہ لوگ بلیک میل ہوتے ہیں۔" اس نے پتھر لہجے میں کہا۔ "اور پھر میں ان کے ساتھ اپنی فلم بنواتے ہوئے کتنا زبردست خطرہ مول لیتی ہوں کبھی تم نے یہ سوچا۔"

کمرے میں تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔ اس خاموشی کو مناف نے توڑا۔

"یہ بیگمات رقم کی ادائیگی کے وقت یہ اطمینان چاہتی ہیں کہ کہیں اس فلم کے کاپی پرنٹ سے انہیں بلیک میل نہ کیا جائے مجھے انہیں باور کرانا پڑتا ہے کہ نہیں ایسا نہیں ہے میں فلم میں سے وہ ٹکڑے نکال کر دیتا ہوں جس میں ان کا عکس ہے۔ میں بھی تم سے اس بات کی یقین دہانی چاہتا ہوں۔ ان کے ساتھ دھوکا نہیں ہو گا اس لئے کہ میں ان کی نظروں میں ہوں۔ بدعہدی کی صورت میں میری شامت آ سکتی ہے۔"

"میں مرے ہوئے پر درے مارنے کی قائل نہیں ہوں۔ یہاں شکار کی کوئی کمی نہیں ہے۔" وہ تیزی سے بولی۔ "فضول باتیں چھوڑو کام کی بات کرو۔ میں تم سے ایک کام لینا چاہتی ہوں اس کا معاوضہ ایک لاکھ ٹاکا دوں گی۔ تم اس کام کے لئے تیار ہو۔"

"کام کیا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"مجھے بیوہ کرنا ہے۔" اس نے سرد اور سفاک لہجے میں جواب دیا۔

میرے پورے جسم میں سنسنی دوڑ گئی مجھے اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا کہ وہ بھی مجھے قتل کرانے کے درپے ہے۔ میں ششدر رتھا کہ وہ کس لئے مجھے ختم کرنا چاہتی ہے۔ میری ذات سے اسے کوئی خطرہ نہیں بلکہ ایک طرح سے فائدہ ہی تھا میں نے اس پل

سوچا' کہیں ایسا تو نہیں کہ اس نے خطرے کی بو سونگھ لی ہو۔

مناف نے چند لمحوں کے بعد تحیر زدہ لہجے میں پوچھا۔ "تم اپنے معصوم اور پیارے شوہر کو کیوں قتل کرا رہی ہو؟ اس غریب نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟"

"یہ میرے لئے وبال جان اور بے حد پُراسرار بنتا جا رہا ہے۔" کویتا نے حقارت سے جواب دیا۔

وہ ہنسا۔ "وہ نہیں بلکہ تم اس کے لئے عذابِ جان بن گئی ہو۔"

"شٹ اپ!" وہ برافروختہ ہو گئی۔ "مجھے اس کے تیور اچھے نظر نہیں آ رہے ہیں۔ اس کا نیلما سے ملنا' نیلما کا ابوسرکار کے ہاں ملازمت کرنا میرے لئے خطرے کی گھنٹی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کسی دن ابوسرکار کی خدمات حاصل کر لے۔ اگر ایسا ہوا تو پھر سوچ لو۔ تمہاری بھی خیر نہیں ہو گی۔ ہم دونوں پھانسی کے تختے پر پہنچ جائیں گے۔"

"مگر تم نے تو مجھ سے کہا تھا کہ تمہارا شوہر تمہاری مٹھی میں ہے؟"

"ہاں میں نے کہا تھا۔" کویتا نے ایک لمبی سانس لی' پھر وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔ "دشمن کو کمزور نہیں سمجھنا چاہئے وہ کسی زہریلے سانپ کی طرح ہوتا ہے جو موقع ملتے ہی ڈس لیتا ہے۔"

"جیسے تم؟" مناف نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہاں میں۔" اس نے غصہ ہونے کے بجائے پُرسکون انداز میں کہا۔ "میں ایک زہریلی ناگن ہوں میں اس بات کی قائل نہیں ہوں کہ اپنے دشمن کو کوئی مہلت دوں۔ اس لئے تو میں کامیاب بھی ہوں۔"

"میرے خیال میں تم جلد بازی سے کام لے رہی ہو۔" مناف اسے مشورہ دینے لگا۔ "ابھی تمہارے شوہر کو ختم کرنے کا وقت نہیں آیا۔ اس لئے کہ اس سے ایک ایک کوڑی وصول کرنا ہے۔ وہ قتل ہو گیا تو تم ہاتھ ملتی رہ جاؤ گی۔"

"میں تم سے زیادہ بہتر جانتی ہوں کہ میرا سہاگ کب تک قائم رہنا چاہئے۔" وہ چڑ کر کہنے لگی۔ "احمق آدمی! بینک اکاؤنٹ میں نہ صرف اس کی ایک بڑی رقم موجود ہے بلکہ اس نے امریکہ میں دو بیمہ پالیسیاں ایک ایک لاکھ ڈالر کی لی ہوئی ہیں۔ اس کے قتل سے کیا دو دو لاکھ ڈالر نہیں ملیں گے؟ بیوی ہونے کے ناتے کیا مجھے بینک اور بیمہ کی رقم نہیں ملے گی؟"

"میں نے اپنی زندگی میں تم جیسی حسین اور ذہین عورت نہیں دیکھی۔"

"میں تمہاری تعریف کی بھوکی نہیں ہوں۔" وہ تلخی سے بولی۔ "کام کی بات کرو۔"

"اچھا تو یہ بتاؤ کہ میں کب تک تمہیں بیوہ بنا دوں۔"

"چار پانچ دن کے اندر اندر.........." وہ سفاک لہجے میں بولی۔

"میں پوری رقم پیشگی لوں گا۔" مناف نے کاروباری لہجے میں کہا۔

"میں تیسرے دن تمہیں پوری رقم دے دوں گی لیکن تمہیں پہلے مجھے قتل کا منصوبہ بتانا ہو گا۔"

"وہ کس لئے؟"

"اس لئے کہ کہیں تم کوئی ناقص منصوبہ نہ بنا لو جس کی وجہ سے لینے کے دینے پڑ جائیں۔"

"میں نے اب تک جتنے قتل کئے ہیں ان میں کوئی خامی اور جھول نہ تھا۔ پولیس آج تک میرا سراغ نہیں لگا سکی ہے۔"

پھر وہ دونوں میرے قتل کے منصوبے پر تبادلۂ خیال کرنے لگے۔ میں اپنی سانس روکے بڑی خاموشی سے سنتا رہا چند لمحوں کے بعد میری رگوں میں لہو ابلنے لگا۔ اسی لمحے ایک خیال بجلی کی سی تیزی سے میرے ذہن میں آ گیا کہ کیوں نہ اسی وقت میں ان دونوں کو ختم کر دوں۔ ان دونوں کے لئے ایک ایک گولی کافی ہو گی۔ اس سے اچھا موقع پھر کبھی مجھے نہیں ملے گا۔ میں ان دونوں کو قتل کر کے بڑی آسانی سے فرار ہو سکتا ہوں۔ پولیس کو ساری زندگی قاتل کا سراغ نہیں ملے گا۔ اس طرح جس طرح سعید الرحمان کے قاتل کا سراغ نہیں مل سکا۔ اس طرح میرے راستے کے دو بڑے پتھر ہٹ جائیں گے مجھے اذیت ناک عذاب سے ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے گی۔

میں اسی لمحے مشتعل ہو رہا تھا' مگر میں نے خود پر بہ وقت تمام قابو پایا۔ میں نے اپنے آپ کو سمجھایا کہ مجھے قانون کو ہاتھ میں لینا نہیں چاہئے بلکہ ہوشیار اور چوکنا رہنے کی سخت ضرورت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ غفلت میں وہ مجھے قتل کر بیٹھیں۔ مناف کی گفتگو سے اندازہ ہوا تھا کہ وہ ایک بے رحم اور پیشہ ور قاتل ہے۔ میرے قتل کی قیمت ایک لاکھ ٹاکا مانگ رہا ہے۔

تھوڑی دیر بعد کویتا اس سے بولی۔ "آج پیر کا دن ہے تم جمعے کی رات ایک بجے بہروپ بھر کے عقبی دروازے سے گھر کے اندر داخل ہو جانا میں وہ دروازہ کھلا رکھوں گی تم سب سے پہلے سرونٹ کوارٹر میں جا کر عبدل کو قابو میں کرنا اور اسے ریوالور کی زد میں

نشست گاہ میں لیتے آنا۔ جمعے کی رات ارشاد رات بارہ بجے کے بعد دفتر سے گھر آتا ہے اور دو بجے سے پہلے وہ سوتا نہیں۔ میں اس سے اس وقت نشست گاہ میں بیٹھی باتیں کر رہی ہوں گی۔ اس کا دروازہ بھی کھلا رہے گا تم الماریوں کی چابیاں طلب کرنا اس کی الماری میں سے تمہیں کچھ نہیں ملے گا میری الماری میں سونے کے زیورات اور کچھ رقم ہو گی اسے اپنے قبضے میں کرنے کے بعد ارشاد سے الجھ جانا پھر مشتعل ہو کر اسے گولی مار دینا پھر فرار ہو جانا۔ یہ منصوبہ زیادہ بہتر اور بے عیب رہے گا اسے ڈکیتی کی واردات قرار دیا جائے گا۔"

"عیدل کو لانے کی کیا ضرورت ہے؟ اسے سرونٹ کوارٹر ہی میں سونے دو۔"

"وہ قتل کا ایک اور عینی گواہ ہو گا۔ وہ پولیس کو بیان دے گا کہ تم نے مشتعل ہو کر اسے قتل کر دیا تھا۔"

"ہاں .... یہ منصوبہ زیادہ آسان اور مناسب رہے گا۔" مناف نے کہا۔ "اچھا اب چلو، بیگم فضل الدین انصاری نے مجھے ہوٹل میں رقم دینے کے لئے بلایا ہے۔"

"چلو.........." کویتا بولی۔ "مجھے بھی ارشاد کے گھر پہنچنے سے پہلے پہنچنا ہے۔"

مناف اور کویتا تھوڑی دیر بعد اپنی اپنی گاڑی میں چلے گئے۔ مناف نے صرف نشست گاہ کی بتی بجھائی نہیں تھی۔ باقی تمام کمروں میں سے گھپ اندھیرا جھانک رہا تھا۔ ایک گہرا سناٹا چھا گیا تھا وہ باہر سے دروازہ بند کر گیا تھا مگر میرا باہر نکلنا کچھ مشکل نہیں تھا چند لمحوں کے بعد میں ایک کمرے کے دروازے سے باہر نکل آیا۔ پھر گیٹ کا بغلی دروازہ کھول کر گلی میں آ گیا۔

☆======☆======☆

ہر شخص اداکار تو نہیں ہوتا لیکن بعض اوقات اسے اداکاری کرنا پڑتی ہے میں گھر پہنچا تو کویتا جیسے میری منتظر تھی۔ گو اس کے اور میرے درمیان بدمزگی پیدا ہو چکی تھی اور گھر کی فضا میں تلخی گھلی ہوئی تھی مگر آج اس نے جس انداز سے اور جس وارفتگی سے میرا استقبال کیا تھا وہ میرے لئے حیران کن ہوتا اگر میں تھوڑی دیر پہلے اس کا اصل چہرہ دیکھ کر نہ آیا ہوتا۔ اس نے کبھی ایسی مسرت اور گرم جوشی ظاہر نہیں کی تھی۔ وہ بڑی سرد مہری سے پیش آتی تھی۔ مجھے اس کی جذباتی کیفیت اور ذہنی فاصلے کا پورا احساس تھا اس کے خوبصورت سیاہ بال بے ترتیب سے تھے وہ اس عالم میں بہت حسین لگ رہی تھی۔ میں نے اسی لمحے دل میں سوچا کہ کاش! یہ اچھی عورت ہوتی تو میں اس کے ساتھ ایک

خوشگوار زندگی گزار لیتا۔ وہ تو مار آستین تھی۔ میں اس سے بڑی سرد مہری سے پیش آیا خواب گاہ میں آ کر میں نے ریوالور جیب سے نکالا۔ اسے میز کی دراز میں رکھا، کپڑے بدل کر بستر پر لیٹا تھا کہ وہ کمرے میں داخل ہوئی۔ بستر پر میرے پاس بیٹھ کر مجھے میٹھی نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔ "لگتا ہے تم مجھ سے بہت ناراض ہو۔"

"نہیں، میں بہت خوش ہوں کہ میری بیوی ایک نیک سیرت عورت ہے۔" میں نے استہزائی لہجے میں کہا۔

"سنو!" وہ ریاکاری سے بولی۔ "میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں واقعی ایک نیک سیرت بیوی بن جاؤں میں اب نہ تو کسی کو بلیک میل کروں گی نہ منشیات فروشی کروں گی اور نہ ہی اس کا استعمال، میں تمہارے خوابوں کا عکس بن جاؤں گی۔"

"اگر ایسی بات ہے تو مجھے میری فلم، تصویریں اور نیگٹوز حوالے کر کے اس کا عملی ثبوت پیش کرو۔" میں نے کہا۔

"میں چار پانچ دن میں تمہاری چیزیں واپس کر دوں گی۔"

"کل کیوں نہیں؟"

"اس لئے کہ میں نے انہیں چٹاگانگ کے ایک بینک کے لاکرز میں رکھا ہوا ہے۔ دو تین دن میں چٹاگانگ جا کر نکال لاؤں گی۔"

"معلوم نہیں کیوں مجھے تمہاری بات کا یقین نہیں آ رہا، تم جھوٹ بول رہی ہو۔"

"اگر میں نے جمعے کے روز تک تمہاری چیزیں تمہارے حوالے نہیں کیں تو تم مجھے جھوٹی سمجھنا۔" میں نے اس کا لہجہ چبھتا ہوا محسوس کیا۔

کویتا پیر کے روز شام کی فلائٹ سے چٹاگانگ کے لئے روانہ ہو گئی تھی تاکہ میری چیزیں لاکر سے نکال کر لا سکے مگر مجھے اس کی بات کا ذرا سا بھی یقین نہیں تھا۔ وہ مجھے فریب دے رہی تھی۔ وہ اپنے کسی کام سے گئی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اس کی واپسی جمعرات کی شام یا پھر جمعے کی دوپہر کو ہو گی۔ مجھے اس کی واپسی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی میں نے ابھی تک سوچا نہیں تھا کہ مجھے جمعے کی رات کیا احتیاطی تدبیر کرنا چاہئے اس لئے کہ اب جمعے میں دو دن باقی تھے۔

بدھ کے روز علی الصباح ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے سے میں بیدار ہو گیا۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا تو دوسری طرف مناف تھا۔ اس نے خفت آمیز لہجے میں کہا۔ "میں آپ کو ناوقت ٹیلیفون کر کے آپ کی نیند خراب کرنے پر معذرت خواہ ہوں۔ میں نے اس

لئے اس وقت آپ کو ٹیلیفون کیا ہے کہ شاید آپ سے رابطہ قائم نہ ہو سکے۔ پلیز! آپ کچھ خیال مت فرمائیں۔"

"تم نے کس لئے ٹیلیفون کیا ہے؟" میں نے اپنے غصے کو دباتے ہوئے سرد مہری سے پوچھا۔

"میں آج آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"مگر میں ابھی تک رقم کا بندوبست نہیں کر سکا ہوں تم سے مل کر کیا کروں گا۔" میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں رقم کی وصولیابی کے لئے نہیں بلکہ کچھ ضروری باتوں کے لئے آپ سے آج ہی ملنا چاہتا ہوں۔"

"کیا یہ ضروری باتیں تم مجھ سے ٹیلیفون پر نہیں کر سکتے۔" میں بیزاری سے بولا۔

"جی نہیں۔" اس نے آہستگی سے کہا۔

"تو پھر تم میرے گھر آ جاؤ۔" میں نے کہا۔ "گھر پر میری بیوی بھی نہیں ہے۔ وہ چٹاگانگ گئی ہوئی ہے گھر پر صرف نوکر ہے اگر تمہیں نوکر کی موجودگی پسند نہیں ہے تو میں اسے کسی کام سے بھیج دوں گا۔"

"میرے ساتھ کچھ ایسی مجبوری ہے کہ میں نہ آپ کے گھر آ سکتا ہوں اور نہ آپ کو اپنے ہاں بلا سکتا ہوں۔"

"آج میں بہت مصروف ہوں۔" میں نے اسے ٹالنے کی غرض سے کہا۔ "تم کل کا کوئی وقت اور جگہ کا بندوبست کرو۔"

"کل کس نے دیکھی ہے مسٹر ارشاد!" اس نے ایک گہری سانس لی۔ "میں شاید کل تک زندہ نہ رہوں میں مرنے سے پہلے کفارہ ادا کرنا چاہتا ہوں آپ کو کچھ معلومات پہنچانا چاہتا ہوں جو بہت اہم اور قیمتی ہیں۔"

میرے دل کے کسی کونے میں شک کی لہر اٹھی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس نے میرے قتل کا منصوبہ بنایا ہو۔ پہلا منصوبہ اس نے ترک کر دیا ہو۔ کویتا کا چٹاگانگ جانا بھی شاید اس منصوبے کا حصہ ہو۔ وہ اپنی غیر موجودگی ثابت کرنا چاہتی ہو۔ میری زبان سے بلا ارادہ نکل گیا۔ "کہیں تم مجھے قتل کرنے کے ارادے سے تو ملنا نہیں چاہتے۔"

"مجھے آپ کو قتل کرنے سے کیا فائدہ ہو گا؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔ "یہ خیال آپ کے دل میں کیسے آیا؟"

"جرائم پیشہ لوگوں کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا۔" میں نے تیکھے لہجے میں جواب دیا۔ "شہر میں میرے دشمنوں کی کوئی کمی نہیں ہے تمہیں شاید کسی نے بھاری معاوضہ دے کر میرے قتل پر اکسایا ہو۔"

"مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ میں ایک پیشہ ور قاتل بھی ہوں۔ میں نے متعدد قتل کئے ہیں۔ آپ کو قتل کرنا میرے لئے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے مگر میں آپ کو قتل کرنا نہیں چاہتا بلکہ آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سعید الرحمان کو کس نے قتل کیا؟ آپ کی وہ چیزیں جس سے آپ کی بیوی آپ کو بلیک میل کر رہی ہے وہ کہاں ہیں؟"

"سچ!" میں حیرت اور خوشی سے اچھل پڑا۔ دوسرے لمحے میں پھر شک کی لپیٹ میں آ گیا۔ "کہیں تم مجھے چارہ تو نہیں ڈال رہے ہو؟"

"نہیں۔" اس نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اس کے عوض تمہیں کیا کوئی بڑی رقم چاہئے؟"

"نہیں مجھے ایک کوڑی بھی نہیں چاہئے۔" وہ حسرت بھرے لہجے میں بولا۔ "میں آپ سے رقم لے کر کیا کروں گا جبکہ مجھے اس دنیا میں رہنا ہی نہیں ہے۔ میرے پاس جو رقم ہے اسے بھی آج میں اپنے غریب رشتے داروں میں بانٹ دوں گا۔"

"تم اتنے مایوس کیوں ہو رہے ہو؟ کیا تم اپنے آپ کو موت کے منہ میں جانے سے بچا نہیں سکتے؟"

"مجھے ذرا سی بھی امید نہیں ہے کہ بے رحم قاتلوں کی دسترس سے بچ سکوں۔" وہ یاسیت سے کہنے لگا۔ "اس لئے کہ موت بڑی تیزی سے میرے گرد اپنا حصار قائم کر رہی ہے شاید میں کل صبح تک اس دنیا میں نہ رہوں۔ ویسے اب مجھے زندہ رہنے کی خواہش بھی نہیں رہی ہے۔ ضمیر کی خلش نے مجھے کبھی چین نہیں لینے دیا ہے مجھے مرنے کا کوئی غم بھی نہیں ہے۔ صدمہ اس بات کا ہے کہ میں نے اس دولت کی خاطر اپنے ہاتھ خون سے رنگے جو کہ کبھی میرے کام نہ آ سکی اور اب وہ مجھے موت سے بچا بھی نہیں سکتی۔"

ایک طرف اس کی باتوں نے مجھے بڑا متاثر کیا تھا دوسری طرف مجھے یقین نہیں آیا کہ ان دو تین دنوں میں اس میں اتنا زبردست تغیر کیسے آ گیا؟ وہ یکسر کیسے بدل گیا؟ کہیں وہ فریب اور اداکاری سے کام تو نہیں لے رہا لیکن اس کے لہجے سے سچائی ظاہر ہو رہی تھی۔ ایک لمحے یا کسی بات نے اس میں تبدیلی کر دی تھی۔ وہ اپنی موت کی وجہ سے اپنا راز مجھے بتا دینا چاہتا تھا۔

اس نے مجھے خاموش پاکر کہا۔ "کیا آپ کو مجھ پر اعتبار نہیں؟"
"نہیں یہ بات نہیں ہے۔ اچھا یہ بتاؤ میں تم سے کہاں اور کس وقت ملوں؟"

☆======☆======☆

میں صدر گھاٹ پر پہنچا تو رات کے آٹھ بج کر دس منٹ ہو رہے تھے میں نے بہروپ بھر لیا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ مجھے کوئی دیکھ لے اور پہچان لے۔ مناف نے تو بھی مجھے حلیے میں تبدیلی کا مشورہ دیا تھا۔ میں نے ایک دکان سے نقلی داڑھی اور مونچھ خرید کر چہرے پر لگالی تھیں میں اب بالکل پہچانا نہیں جا رہا تھا۔ میں نے ایک موٹر بو ایک گھنٹے کے لئے کرائے پر لی اور زنجیرہ کے راستے پر ہو لیا۔ اس وقت بوڑھی گنگا م کشتیوں اور لانچوں کی آمدورفت نہ ہونے کے برابر تھی۔ ایک فرلانگ کا فاصلہ طے کر کے بعد مجھے پانیوں کے بیچ کھڑی ہوئی سفید لانچ نظر آگئی اس کے عرشے پر سبز بتی روش تھی۔ زیریں حصے میں روشنی ہو رہی تھی۔ مناف نے لانچ کا نام فردوسی بتایا تھا۔ میں جی جیسے اس لانچ کے قریب ہوتا جا رہا تھا اس پر لکھا ہوا نام واضح ہوتا جا رہا تھا یہ لانچ فردو ہی تھی۔

میں نے لانچ کے پاس پہنچ کر موٹر بوٹ کا انجن بند کر دیا اس کا رسہ لانچ کی سیڑ سے باندھ دیا۔ میں سیڑھی چڑھتا ہوا عرشے پر پہنچا عرشے پر ملگجی روشنی تھی ایک پُر ہیبت سناٹا چھایا ہوا تھا جس سے مجھے وحشت سی ہونے لگی۔ ماحول کچھ ایسا پُراسرار سا لگ رہا کہ مجھے ایک انجانا خوف محسوس ہونے لگا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ نادیدہ دشمن آنکھیں میر حرکات و سکنات کا جائزہ لے رہی ہیں۔ میں نیچے جانے والے زینے پر پہنچا۔ سیڑھیاں اتر ہوا نیچے آیا راہ داری میں ہولناک سکوت طاری تھا۔ ایک چھوٹا بلب روشن تھا۔ میرے دائیں اور بائیں دو کیبن تھے اس طرح میرے سامنے اور عقب میں بھی دو کیبن تھے دائیں اور بائیں کیبنوں کے درمیان ایک راستہ تھا جو زیریں حصے کے زینے اور انجن روم کی طرف جاتا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ مناف کون سے کیبن میں میرا منتظر ہے۔ اس نے میرے قدموں کی آواز سن کر بھی اپنے کیبن کا دروازہ نہیں کھولا تھا اور نہ باہر آیا میں نے چند لمحوں کے بعد اسے آواز دی۔ "مناف! مناف! تم کہاں ہو؟"

چند لمحے گزر گئے۔ مجھے نہ تو جواب ملا اور نہ ہی کسی کیبن کا دروازہ کھلا۔ اسی مجھے ایک دم سے خطرے کا احساس ہوا۔ مناف نے بڑی خوبصورتی اور عیاری سے اپنے جال میں قتل کرنے کے لئے پھنسا لیا تھا۔ اس خیال کے آتے ہی ایک سرد لہر میرے

پورے وجود میں دوڑ گئی۔ میری نسوں میں خون سرد ہونے لگا۔ میں نے فوراً ہی ریوالور نکالنے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو ریوالور نہ تھا۔ پھر مجھے یاد آیا کہ میرا ریوالور اس کوٹ میں رہ گیا ہے جو میں نے کل پہنا تھا۔ آج مجھے اس کوٹ سے ریوالور نکالنے کا خیال ہی نہیں رہا تھا۔

مجھے اپنی پیشانی عرق آلود محسوس ہوئی۔ میں سن سا ہو کر رہ گیا۔ اسی لمحے ایک لانچ کچھ فاصلے سے گزری تو ایک بڑی لہر سی آئی اور اس نے لانچ کو ہلا دیا۔ لانچ ڈولنے لگی سامنے والے کیبن کا دروازہ چرچراتا پوری طرح کھل گیا جس تیزی سے کھلا اسی تیزی سے بند بھی ہو گیا۔ میں نے اسی لمحے بہت کچھ دیکھ لیا۔ مناف بستر پر لیٹا ہوا تھا وہ میرے انتظار میں گہری نیند سو گیا تھا۔

میں نے سکون و اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ میری جان میں جان آئی۔ میں اس کیبن کی طرف بڑھا مجھے اس کیبن کے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اسے کھولنے کی نوبت نہیں آئی جیسے ہی لانچ دوبارہ ڈولی اس کا دروازہ آپ ہی پھر کھل گیا۔ میں اندر داخل ہو کر ٹھٹک کے رک گیا میرا دل اچھل کر حلق میں دھڑکنے لگا۔ وہ بستر پر لیٹا ہوا تھا اس کے ہونٹ نیم وا تھے اور کھلی آنکھیں چھت کو گھور رہی تھیں۔ اس کی ویران آنکھوں سے حیرت کا عنصر جھلک رہا تھا۔ چہرے پر بھی حیرت چسپاں تھی۔ وہ اس دنیا سے کوچ کر چکا تھا۔ اس کے سینے پر دو سرخ سرخ داغ تھے جن میں سے خون رس رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا اسے قتل ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کیونکہ تازہ خون رس رہا تھا۔

میں دہشت سے اپنی جگہ ساکت و جامد ہو گیا تھا۔ مجھ میں اتنی سکت ہی نہیں رہی تھی کہ اپنی جگہ سے حرکت کر سکوں۔ میری ساری طاقت جیسے سلب ہو کر رہ گئی تھی۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا جسے فرشتۂ اجل نے اتنی مہلت بھی نہیں دی تھی کہ وہ مجھے اپنے راز سے آگاہ کر سکے۔ اس نے غلط نہیں کہا تھا کہ موت اس کے گرد اپنا حصار قائم کر رہی ہے۔ مگر اس نے تو کہا تھا کہ اسے کل صبح تک قتل کر دیا جائے گا۔ شاید قاتل کو پتا چل گیا تھا یا اسے شبہ ہو گیا تھا کہ مناف نے مجھ سے رابطہ قائم کر لیا ہے۔ اسی لئے اس نے مناف کو افشائے راز کی مہلت نہیں دی۔ میرے پہنچنے سے تھوڑی دیر پہلے ہی بے رحمی سے ہمیشہ کے لئے اسے خاموش کر دیا تھا۔

میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ میں سراسیمہ اور حد درجہ خائف سا ہو رہا تھا کہ کہیں اس کیبن میں کوئی خفیہ کیمرہ تو نہیں ہے جو میری فلم بنا رہا ہو۔ میں

پہلے ہی ایک عذاب جان کا شکار تھا۔ آج میری زندگی میں دوسرا موقع آیا تھا جو مجھے
ایسے عذاب میں مبتلا کر سکتا تھا۔ میں نے خوف اور گھبراہٹ کے عالم میں کمرے کا
سے جائزہ لیا پھر میری تسلی ہو گئی کہ اس کمرے میں کسی خفیہ کیمرے کی آنکھ نہیں
میں نے گھوم کر دروازے کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ لانچ پھر ایک طرف کو جھ
تو کیبن کا دروازہ ایک شور سے اس طرح سے بند ہو گیا جیسے اسے کسی نے باہر سے اس
ہینڈل پکڑ کر کھینچ کر بڑے زور سے بند کیا ہو دوسرے لمحے کوئی سخت سی چیز میرے پیر
ٹکرائی۔ میں نے نے چونک کر اور جھک کر دیکھا وہ ایک ریوالور تھا جو فرش پر میرے پیر
کے پاس پڑا تھا۔ میں نے غیرارادی طور پر فوراً ہی جھک کر اسے اٹھالیا۔ اس لئے کہ یہ ہو
بہو میرے ریوالور جیسا تھا۔ میرے پاس جو ریوالور تھا وہ نایاب قسم کا تو نہیں تھا ایسے
ریوالوروں سے اسلحے کی دکانیں بھری پڑی تھیں۔ اس ریوالور سے مناف کو قتل کیا گیا تھا
میں اسے الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا کہ مجھے بارود کی بو محسوس ہوئی۔ میں نے فوراً ہی اس کی
نال سونگھی تو میرے شبہے کی تصدیق ہو گئی۔ اس کی نال گرم ہو رہی تھی۔ میں نے جلدی
سے اس کا چیمبر کھولا تو اس میں تین گولیاں موجود تھیں۔ مناف پر دو گولیاں چلائی گئی
تھیں۔ تیسری گولی کا نہ تو مقتول کے جسم اور نہ ہی کیبن میں کہیں نام و نشان نظر آ رہا تھا
مجھے فوراً ہی اپنی حماقت کا احساس ہوا کہ میں نے آلۂ قتل کیوں اٹھالیا۔ اس روز کی طرح
پھر میں کسی مصیبت کا شکار نہ ہو جاؤں۔

میں نے اپنا ہاتھ تیزی سے جیب کی طرف بڑھایا کہ رومال نکال کر اس پر سے اپنے
ہاتھ کے نشان صاف کروں کہ کسی کیبن کا دروازہ زور سے بند ہونے اور تیزی سے کسی
کے سیڑھیاں چڑھنے کی آواز سنائی دی۔ میں اچھل پڑا۔ میرے خوف اور گھبراہٹ میں اور
اضافہ ہو گیا۔ قاتل لانچ پر موجود تھا۔ مجھے آتا ہوا دیکھ کر وہ کسی کیبن میں چھپ گیا تھا میں
نے ایک پل کے ہزارویں حصے میں سوچا کہ مجھے اب کیا کرنا چاہئے؟ پھر میں نے قاتل کو
پکڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں دوسرے لمحے تیزی سے دروازہ کھول کر برقی سرعت سے زینے
کی طرف لپکا۔ میں نے ریوالور پر اپنے ہاتھ کی گرفت بڑی مضبوط رکھی تھی کہ کہیں وہ
بدحواسی کے عالم میں میرے ہاتھ سے نہ چھوٹ جائے۔ میں عرشے والے زینے پر پہنچا تھا
کہ عقب سے میری کھوپڑی بجادی گئی۔ میرا سر ایک دم سے چکرایا اور میری آنکھوں کے
سامنے اندھیرا چھا گیا۔ پھر میرا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

مجھے جلد ہی ہوش آ گیا تھا۔ میرے سر کے پچھلے حصے پر جہاں کسی سخت چیز سے

ضرب لگائی گئی تھی ادھر ایک ٹیس سی اٹھی تو میرا ہاتھ بے اختیار اس طرف چلا گیا اور
میرے منہ سے ایک ہلکی سی کراہ نکل گئی۔ اس جگہ ایک گومڑ سا نکل آیا تھا اور اس جگہ
کے بال خون سے لتھڑے ہوئے تھے۔ اس حالت میں بھی ریوالور میرے ہاتھ ہی میں تھا۔
قاتل نے ریوالور کو اپنے قبضے میں نہیں لیا تھا۔ اسے ریوالور کی چنداں ضرورت بھی نہ
تھی۔ اس لئے بھی کہ اس ریوالور پر اب میرے ہاتھ کے نشان تھے جو مجھے پھانسی کے
پھندے تک پہنچا سکتے تھے۔

پہلے تو میں نے سوچا کہ اس آلۂ قتل کو پانی میں پھینک دوں پھر کچھ سوچ کر میں نے
اسے اپنی جیب میں رکھ لیا۔ میں نے سوچا کہ اب مجھے جتنا جلد ہو سکے یہاں سے نکل جانا
چاہئے اسی میں میری عافیت بھی ہے۔ جس وقت میں سیڑھی کی طرف بڑھا تب مجھے یاد آیا
کہ میرے ہاتھ کے نشان مناف کے کیبن کے دروازے کے ہینڈل پر ہوں گے میں نے
ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور بند کیا تھا میں نے جلدی سے نیچے جا کر اس ہینڈل کو رومال
سے اچھی طرح صاف کیا پھر اوپر آ کر سیڑھی سے اپنی بوٹ میں اتر گیا۔

لانچ سے نکل کر ٹرمینل پہنچنے تک مجھے ایک آدمی بھی مشتبہ دکھائی نہیں دیا۔ البتہ
میں نے گشتی پولیس کی لانچ دیکھی جو ٹرمینل پر کھڑی تھی۔ اس میں سپاہی سوار تھے ایسا لگ
رہا تھا جیسے وہ گشت پر جا رہے ہوں۔ میں اپنی گاڑی میں گھر جاتے ہوئے سوچنے لگا کہ وہ
کون ہو سکتا ہے جس نے مناف کو قتل کیا۔ مناف کو بھی شاید سعید الرحمان کے قاتل نے
ہی قتل کیا ہو گا مناف کو پہلے ہی خبر ہو گئی تھی کہ اسے قتل کیا جانے والا ہے اسے شاید
دھمکی دی گئی تھی۔ قاتل جو بھی تھا وہ ذہین اور ہشیار ہی نہیں بلکہ بے حد خطرناک اور
سفاک بھی تھا۔ میں دوسری طرف اس امکان کو بھی نظرانداز نہیں کر سکتا تھا کہ مناف کو
کسی ایسے مرد اور عورت نے قتل کیا ہے جنہیں وہ بلیک میل کر رہا تھا۔ یقیناً کسی فرد نے
اس عذاب سے نجات پانے کے لئے کسی پیشہ ور قاتل کی خدمات حاصل کی ہوں گی۔
مناف نے شاید مجھے اسی لئے بلایا تھا کہ وہ نہ صرف کویتا کی فلم بلکہ میری چیزیں بھی مجھے
واپس کر کے سرپرائز دے سکے۔ اگر اسے صرف سعید الرحمان کے قاتل کا نام بتانا ہوتا تو وہ
ٹیلی فون پر بھی بتا دیتا۔ اب سوال یہ تھا کہ کویتا کی فلم اور میری چیزیں اس کیبن میں کسی
خفیہ جگہ چھپا کر رکھی ہوئی ہیں یا انہیں نامعلوم قاتل لے گیا۔ اگر لانچ کے کیبن میں ہیں
اور پولیس کو تفتیش کے دوران یہ چیزیں ہاتھ لگ گئیں تو میرا اور کویتا کا خدا ہی حافظ
.... ہم دونوں قتل کے شبہے میں گرفتار کئے جا سکتے تھے۔ پولیس یوں بھی میری جان کی

دشمن بنی ہوئی تھی۔ اگر ان چیزوں کو قاتل لے بھی گیا ہو تو پھر ایک نئی مصیبت میرے
گلے کا طوق بننے والی تھی۔ وہ ہم دونوں کو بلیک میل کر سکتا تھا۔ اس کے علاوہ تمام عورتیں
جو اس فلم کے اندر موجود تھیں قاتل ان سے بھی فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ ایک لحاظ سے اس
قاتل کے ہاتھ سونے کی کان لگ گئی تھی اب دیکھنا یہ تھا کہ یہ چیزیں کس کے ہاتھ لگی ہیں
کون سامنے آتا ہے۔

جس وقت میں اپنے بنگلے پر پہنچا رات کے دس بج رہے تھے۔ عبدل میرے انتظار
میں برآمدے میں بیٹھا ریڈیو سن رہا تھا۔ اس نے مجھ سے کھانا کھانے کے بارے میں پوچھا۔
میری بھوک اُڑ چکی تھی میرا دماغ سنسنا رہا تھا۔ میری دنیا میں جیسے اندھیرا چھا گیا تھا۔ مجھے
احساس ہو رہا تھا کہ بڑا آدمی بننا' عزت شہرت اور مقبولیت برقرار رکھنا کتنا مشکل ہوتا ہے۔
کاش! میں ایک عام سا آدمی ہوتا۔

تاہم مجھے چائے کی طلب ہو رہی تھی میں نے اسے چائے لانے کے لئے کہا اور
تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے میں داخل ہو کر پلنگ پر بیٹھا تو معاً میری
نظر اس کوٹ پر پڑی جس میں میرا ریوالور تھا۔ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا .... کوٹ کی
تمام جیبیں دیکھ لیں۔ اس میں میرا ریوالور موجود نہ تھا۔ میں نے اس خیال سے کہ کہیں
بے خیالی میں الماری یا میز کی دراز میں نہ رکھ دیا ہو میز اور الماری کے دروازوں کی تلاشی
لی۔ ریوالور کہیں بھی نہیں تھا۔ میں نے کویتا کی الماری دیکھنا چاہی تو وہ بند تھی وہ اس کی
چابیاں اپنے ساتھ لے گئی تھی۔

میں نے شک کی بنا پر آلۂ قتل کو جیب سے نکال کر بڑے غور سے دیکھا تو مجھے جیسے
یقین نہیں آیا .... میں بت بن کر رہ گیا۔ سنسنی کی ایک لہر برفانی لہر کی طرح میرے
جسم میں جیسے چھید کرنے لگی۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ یہ آلۂ قتل میرا ہی تھا۔ یقیناً
اسے کسی نے یہاں سے چرا کر مناف کو قتل کیا تھا اور اسے فرش پر پھینک دیا تھا تاکہ
میرے گلے میں پھندا پڑ سکے۔

مجھے یقین نہیں آیا .... یہ کیسے ممکن تھا کہ عبدل کی موجودگی میں کوئی گھر شخص
داخل ہو اور وہ میرا ریوالور چوری کر کے لے جائے۔ میرے ہی ریوالور سے اس
قتل کر دے جو مرنے سے پہلے مجھ پر احسان کرنا چاہتا تھا۔ شاید یہ سعید الرحمان کے قتل
اعتراف بھی .... شاید اس نے سعید الرحمان کو قتل کیا ہو وہ یہ بتانا چاہتا ہو کہ اس
کس کے ایماء پر یہ قتل کیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد عبدل میرے لئے چائے لے کر آیا تو میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا
کوئی مجھ سے ملنے آیا تھا؟"

"جی نہیں۔" اس نے جواب دیا۔ "شام پانچ بجے بیگم صاحبہ کا چٹاگانگ سے ٹیلی
فون آیا تھا۔"

میں نے کویتا کے ٹیلی فون کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ میں نے پھر دریافت کیا۔ "کیا تم
کسی وقت گھر پر موجود نہیں تھے؟"

"جی ہاں!" اس نے سر ہلایا اور نظریں نیچی کر کے خفت سے بولا۔ "میں آپ کی
اجازت کے بغیر فلم دیکھنے چھ بجے سے پہلے گھر سے نکل گیا تھا۔ اصل میں جی بیگم صاحبہ
نے مجھے اس فلم کے دو ٹکٹ دے دیئے تھے۔" اس نے اپنا سر کھجایا۔

"یہ ٹکٹ انہوں نے چٹاگانگ روانگی والے دن دیئے تھے کہ وہ چونکہ یہاں نہیں
ہوں گی اس لئے فلم دیکھنے جا نہیں سکیں گی۔" عبدل نے کہا۔ "آج انہوں نے آپ کی
خیریت معلوم کرنے کے لئے ٹیلی فون کیا تو مجھے تاکید کی تھی میں آج ضرور فلم دیکھ
آؤں۔"

"کیا؟" میں ایک دم اچھل پڑا۔ میری نظروں کے سامنے سے پردہ اٹھنے لگا۔

میں نے عبدل سے کہا کہ وہ اپنے کمرے میں جا کر آرام کرے میں نے اسے نہیں
بتایا کہ اس کی غیر حاضری میں کیا گل کھلا ہے۔ وہ چلا گیا تو میں کمرے میں دہشت و
اضطراب کے عالم میں ٹہلنے لگا۔ گویا مناف کو کویتا نے ایک منصوبے کے تحت قتل کیا تھا
اس نے عبدل کو فلم دیکھنے کے بہانے بھیج دیا تھا پھر وہ اس کی غیر موجودگی میں گھر آ کر میرا
ریوالور چوری کر کے لے گئی گھر کی چابیاں اس کے پاس بھی ہوتی تھیں۔ اس نے ٹیلی
فون چٹاگانگ سے نہیں بلکہ ڈھاکہ ہی سے کیا تھا۔ وہ چٹاگانگ نہیں گئی بلکہ اس شہر میں
تھی ابھی اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے میں نے دل میں سوچا۔

پھر میں نے بغیر کسی تاخیر کے کویتا کے فلیٹ کا ٹیلیفون نمبر گھمایا۔ تیسری گھنٹی بجنے پر
بھی ریسیور نہیں اٹھایا گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے فلیٹ میں موجود نہیں تھی۔ میرا
اندازہ غلط ثابت ہوا تھا۔ وہ اتنی بے وقوف ہرگز نہیں تھی کہ اپنے فلیٹ میں ٹھہرے۔ وہ
شاید اپنی کسی سہیلی کے ہاں ٹھہری ہوئی تھی۔ چوتھی گھنٹی بجنے کے بعد میں ریسیور کریڈل
پر رکھنے ہی والا تھا کہ دوسری طرف سے ایک جھٹکے سے جیسے ریسیور اٹھایا گیا پھر کویتا کی
ریشمی آواز لہرائی۔ وہ کھنکتی ہوئی آواز میں بولی تو اس کے لہجے میں شوخی ٹپک رہی تھی۔

"ہیلو' کویتا سپیکنگ۔"

میرے جی میں تو آیا کہ اس سے طنزیہ لہجے میں کہوں کہ میں تمہارا شوہر نامدار ب
رہا ہوں لیکن میرے یہ کہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ کہہ دیتی کہ میں ابھی ابھی پ
ہوں۔ نو بجے کی فلائٹ سے آئی ہوں۔ میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔ م
نے اسے صرف اپنے شبہے کی تصدیق اور کڑیاں ملانے کے لئے ٹیلیفون کیا تھا۔ میں ا
سانس روکے رہا۔ میں اسے اندھیرے ہی میں رکھنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے عقب م
کچھ عورتوں کی آوازیں سنیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے شراب اور جوئے کی محفل اپنے پور
شباب پر ہو۔ کوئی چہک رہی تھی تو کوئی بڑے زور سے ہنس رہی تھی۔ کوئی کہہ رہی تھی
لگے دم مٹے غم' کسی نے کہا کہ وہسکی کی بوتل ادھر لاؤ .... کوئی چال چلنے پر زور د
رہی تھی' کسی عورت نے اونچی آواز میں کویتا سے کہا۔ "رشیدہ ہو تو اس سے کہو شیمپ
کی بوتل لیتی آئے۔" کویتا نے کوئی دو تین مرتبہ ہذیانی انداز سے تقریباً چیختے ہوئے کہا
"کمینے' پاجی .... تمہیں کس سے بات کرنا ہے؟ کیا تمہاری زبان پر فالج گر گیا ہے؟"
کہہ کر اس نے بڑے زور سے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

اب اس بات میں ذرہ برابر بھی شک و شبہ نہیں رہا تھا کہ کویتا نے مناف کے قت
کے کیس میں مجھے ایک منصوبے کے تحت پھنسانے کی کوشش کی تھی۔ اس نے مجھے قت
کرانے یا کرنے کے بجائے اس قتل کے کیس میں ملوث کرنا زیادہ مناسب سمجھا تھا۔ اس
لئے کہ میرے خلاف کوئی ٹھوس منصوبہ نہیں بن سکا تھا اور مناف نے نہ صرف پیشگی ر
مانگی تھی بلکہ بلیک میل کے کاروبار میں زیادہ کمیشن کا مطالبہ بھی کر دیا تھا' مطالبہ پورا ن
کرنے کی صورت میں شاید علیحدگی یا افشائے راز کی دھمکی بھی دے دی تھی۔ وہ مناف
کے مقابلے میں کہیں ذہین' شاطر' قیافہ شناس اور خطرناک ترین عورت تھی۔ اس نے
ایک تیر سے دو شکار کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے ایک طرف مجھے مناف کے ذریع
سے چارہ ڈال دیا تھا۔ کویتا کی شہ پر اس نے مجھے کویتا کی فلم اور میری تصویریں دینے ک
جھانسہ دیا تھا۔ اس وقت اتنی سی بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ مناف جیسا جرائم
پیشہ شخص کیا اپنے آپ کو موت کے منہ میں جانے سے بچا نہیں سکتا تھا۔ وہ کہیں بھی فرار
ہو سکتا تھا۔ قاتل کیسا ہی خطرناک کیوں نہ ہو وہ اس سے لڑ سکتا تھا۔ دوسری طرف اس
نے شاید مناف کو ایک بڑی رقم کی ادائیگی کا فریب دے کر مجھے بے وقوف بنایا تھا۔ یہ سارا
منصوبہ کویتا کا اپنا بنایا ہوا تھا۔ اس نے مجھے پھانسنے کے لئے مناف کو مہرہ بنایا تھا۔ بکرا بنایا تھ

اور میرا ریوالور چرا کر مناف کو قتل کر دیا تاکہ میں پھنس جاؤں۔ اگر میں جلد ہوش میں نہ
آتا اور وہاں سے فرار ہونے میں عجلت نہ کرتا تو پولیس کے ہتھے چڑھ جاتا۔ پولیس کی
کشتی لانچ جو میں نے اس وقت ٹرمینل پر دیکھی تھی وہ شاید اس لانچ کی طرف جانے والی
تھی۔

میں کمرے سے نکل کر لان میں آ گیا۔ کھلی فضا میں آنے سے مجھے ایک عجیب طرح
کا سکون سا محسوس ہوا۔ میں ٹہلتے ہوئے بہت دیر تک سوچتا رہا کہ کیا پولیس ریوالور کی
گولیوں کی مدد سے میرا سراغ لگا لے گی؟ لیکن یہ کوئی یورپ اور امریکہ کی پولیس تو ہے
نہیں جو ایسی مستعدی دکھائے۔ یہاں کی پولیس بے گناہ لوگوں کو پکڑنے اور محض ان سے
مال اینٹھنے میں اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کرتی ہے اور اس معاملے میں دنیا کی تمام پولیس کے
مقابلے میں سب سے آگے ہے' مگر مجھے کسی مغالطے میں رہنا نہیں چاہئے۔ گو اس قسم کے
ریوالور اس شہر میں جانے کتنے لوگوں کے پاس ہیں پھر بھی وہ شاید میرے پاس تفتیش کے
لئے آ سکے۔ یہ ریوالور شہر کی سب سے بڑی اسلحے کی دکان سے میرے اخبار والوں نے
میرے نام سے خریدا ہے۔ میں نے اپنے دل کو تسلی دی کہ پولیس میرے پاس آئے گی تو
میں اس سے نمٹ لوں گا' مجھے اطمینان اس لئے تھا کہ میں نے جائے وقوعہ پر اپنا ایسا کوئی
ثبوت نہیں چھوڑا تھا جس سے میں قانون کے شکنجے میں آ سکوں۔ میں نے اپنے کمرے میں
آ کر الماری سے گولیوں کا ڈبا نکال کر اس میں سے تین گولیاں نکالیں۔ اس ریوالور کا چیمبر
کھول کر اس میں گولیاں بھرتے ہوئے میں نے سوچا' تیسری گولی نے کسے موت کا نشانہ
بنایا ہو گا۔

دوسرے دن صبح دس بجے دفتر میں کرائم رپورٹر عبدالمالک مناف کے قتل کے
بارے میں جو تفصیلات لے کر آیا تھا اس کے مطابق دھان منڈی میں واقع فوٹو اسٹوڈیو کے
مالک کو فردوسی لانچ پر پُراسرار حالت میں قتل کر دیا گیا جو اس نے کرائے پر لے رکھی تھی۔
اسے ساڑھے سات اور آٹھ بجے رات کے درمیان گولی مار کر قتل کیا گیا تھا۔ آٹھ بج کر
بیس منٹ پر ایک گمنام عورت نے پولیس کو ٹیلیفون پر اطلاع دی تھی کہ وہ آٹھ بجے
رات زنجیرہ سے صدر گھاٹ ٹرمینل اپنی موٹر بوٹ میں جاتے ہوئے فردوسی لانچ کے قریب
سے گزری تو اس نے گولیاں چلنے کی آواز سنی تھی۔ پولیس کے پریس ریلیز کے مطابق
مناف جو چھ سات برس پہلے روزنامہ اتفاق کا کرائم رپورٹر تھا اس نے ملازمت سے کنارہ
کش ہونے کے بعد مجرمانہ زندگی کا آغاز کر دیا تھا۔ اس نے جو فوٹو اسٹوڈیو کھولا تھا وہ محض

ایک ڈھال تھی اپنی مجرمانہ سرگرمیوں کو چھپانے کے لئے۔ اس نے بلیک میل کرنے کا پ
اختیار کیا ہوا تھا۔ مناف کو کسی نے فریب اور منصوبے کے تحت قتل کر دیا تھا۔ اس کا قا
یقیناً کوئی ایسا فرد تھا جسے وہ برسوں سے بلیک میل کر رہا تھا۔ وہ دو ہزار گز کے بنگلے میں اکی
رہتا تھا اور شاہانہ زندگی گزار رہا تھا۔ اس کے اسٹوڈیو اور گھر میں ایک تصویر بھی ای
نہیں مل اور نہ نام و پتے جس سے پتا چل سکے کہ وہ کسے بلیک میل کر رہا تھا۔ اس کے گھ
سے جو ڈائری ملی ہے اس کے وہ تمام صفحات غائب تھے جس میں ان افراد کے نام و پ
درج تھے جنہیں وہ بلیک میل کر رہا تھا۔ پولیس بڑی سرگرمی سے تفتیش کر رہی ہے، بہ
جلد سنسنی خیز انکشافات کی توقع ہے۔

پھر مجھے ایک خیال آیا کہ وہ کون سی ہستی ہے جسے کویتا بلیک میل کر کے ایک کر
ٹاکا وصول کرنے والی ہے۔ یہ بات اس نے اس روز مناف سے کہی تھی۔ یہ کوئی معمو
رقم نہ تھی، وہ کسی کو بھی بلیک میل کرتے وقت اس بات کا خیال رکھتی تھی کہ وہ منظر عا
پر نہ آئے۔ اسے جہاں اپنے آپ کو پس پردہ رکھنا ہوتا تھا وہ وہاں مناف کو استعمال کر
تھی۔ مناف کو قتل کرنے کے بعد اب وہ کس کے ذریعے بلیک میل کرے گی اور ر
وصول کرے گی، یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

ٹیلیفون پر اس کے لہجے سے سرشاری ٹپک رہی تھی اور اس کے ہاں شراب ا
جوئے کی جو محفل جمی تھی اس سے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ مناف کی موت کا جشن منا ر
ہو۔

دن کے بارہ بجے دفتر میں کویتا کا ٹیلیفون آیا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ وہ شام
وقت کوچ سے ڈھاکا پہنچ رہی ہے۔ وہ اس وقت کومیلا سے بول رہی ہے۔ وہ جھوٹ بو
رہی تھی مجھے اس کی کوئی پروا نہیں تھی۔ میں نے اس وقت نیلما کو ٹیلیفون کیا کہ
میرے ساتھ لنچ کرے۔ اس کا دفتر زیادہ دور نہیں تھا۔ وہ ٹھیک ایک بجے جھرنا ریسٹورن
پہنچ گئی۔ میں نے لنچ کے دوران اسے کل رات کا واقعہ بڑی تفصیل سے سنایا۔ نیلما کا ک
تھا کہ کویتا نے کسی بہت بڑی وجہ کی بناء پر مناف کو قتل کر کے اپنے پیروں پر کلہاڑی مار
ہے۔ وہ اب لاکھوں کی رقم بیگمات سے وصول نہیں کر سکے گی یا پھر وہ کسی دوسرے شخص
کو مہرہ بنائے گی۔ نیلما نے مزید کہا کہ ابو سرکار کے دفتر کے دو سراغرساں کویتا کی حرکات
وسکنات پر گہری نظر رکھے ہوئے ہیں۔ اب تک اس کے خلاف شواہد نہیں مل سکے ہیں۔
وہ بڑی گہری، ذہین اور صحرائی لومڑی کی طرح عیار عورت ہے۔ وہ بھی کویتا کے پیچھے ہا

دھو کر پڑی ہوئی ہے کسی بھی دن اس کے خلاف کوئی نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے۔

☆=====☆=====☆

نجم السحر سہ پہر کی چائے لے کر میرے کمرے میں آئی تو میں نے لکھنا موقوف کر
دیا۔ یوں تو میں اسے دن میں چھتیس مرتبہ دیکھتا اور بات کرتا تھا۔ وہ مجھ سے بڑی بے
تکلف بھی تھی۔ میں اسے سیکرٹری کم ایک مخلص دوست زیادہ سمجھتا تھا۔ میں نے کبھی
اسے بحیثیت ایک عورت کے نہیں دیکھا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے مجھے جن
نظروں سے دیکھا تو وہ پہلی مرتبہ میں نے محسوس کیا تھا۔ وہ بلند قامت اور حسین عورت
تھی۔ وہ آج سفید لباس میں تھی جو میری کمزوری تھا۔ وہ سفید ساڑھی میں ملبوس راج
ہنس کی طرح گردن اونچی کئے کمرے میں چائے کی ٹرے لئے داخل ہوئی تھی اس کی چال
میں وقار تھا، تمکنت تھی، بلاشبہ وہ ایک ایسی عورت تھی جسے مرد پانے کی آرزو کرتا ہے۔

اس نے میری طرف سینڈوچز کی پلیٹ بڑھائی تو میں نے اس کی آنکھوں میں
جھانکتے ہوئے کہا۔ "میں ایک ذاتی نوعیت کا سوال کروں تو کچھ خیال تو نہیں کرو گی؟"

اس کے چہرے پر سرخی سی آ گئی۔ وہ پلکیں جھپکا کر بولی۔ "آپ شاید یہ کہنا چاہتے
ہیں کہ میں نے شادی کیوں نہیں کی؟"

"نہیں۔" میں زیر لب مسکرا دیا۔ "تمہارے لئے ایک بہت موزوں رشتہ میری نظر
میں ہے، تمہارا اور اس کا جوڑ بہت اچھا رہے گا۔"

"شادی۔" اس کا چہرہ زرد پڑ گیا، دوسرے لمحے وہ اپنے آپ کو سنبھالتی ہوئی بولی۔
"میں اب اس عمر میں شادی کر کے کیا کروں گی، شادی کے بغیر میں ایک پُرسکون زندگی
گزار رہی ہوں، شادی کر کے آدمی پاتا کم ہے اپنے آپ کو کھوتا زیادہ ہے۔ آپ نے کیا
پایا؟"

"اگر میں تم جیسی عورت سے شادی کرتا تو شاید بہت کچھ پالیتا، کویتا ایک اچھی بیوی
ثابت نہ ہو سکی۔"

"اب تو آپ کو قید بامشقت کی سزا کاٹنی ہے۔" وہ دلکش انداز سے مسکرائی۔
"شادی بھی قید بامشقت ہے کیونکہ اکثر شوہر شکی مزاج، تنگ نظر اور حاکمانہ ذہنیت کے
ہوتے ہیں، وہ بیوی کو عورت نہیں گائے سمجھتے ہیں۔"

"نہ ہر عورت کویتا جیسی ہوتی ہے نہ مرد تمہارے خیال جیسا، جمیل آفندی کے
بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ وہ ایک کامیاب اور نامور ایڈووکیٹ ہے وہ بہت پیارا آدمی

ہے' تم بھی جانتی ہو اور اس سے کئی بار مل چکی ہو۔ وہ اڑتیس برس کا ہو چکا ہے مگر تمہیں دیکھ کر آہیں بھرتا ہے۔ تمہارا تصور اسے سونے نہیں دیتا۔" میں ہنس پڑا۔

"میں نے اس باب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا ہے سر!" وہ ایک دم بے حد سنجیدہ ہو گئی۔ وہ سرد اور سپاٹ لہجے میں کہنے لگی۔ "میری زندگی میں اب کسی مرد کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مجھے مردوں سے سخت نفرت ہے' میں مردوں کو اچھی نظروں سے دیکھتی ہوں میں کسی بھی شخص سے ملتی ہوں تو اسے ایک مخلص دوست کی حیثیت سے دیکھتی ہوں۔ جمیل آفندی واقعی بہت پیارے آدمی ہیں۔ میں ان سے ایک دوست کی طرح ملتی ہوں آپ ان سے کہئے کہ وہ میرا خیال دل سے نکال دیں۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں ساری زندگی شادی نہیں کروں گی مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔"

"کیا مسٹر سعید الکبیر آج کل کچھ زیادہ ہی مصروف ہیں؟" میں نے اسے جذباتی دیکھ کر موضوع بدلا۔ "ان سے تین چار دن سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی نہ وہ اس دفتر میں آئے انہوں نے ٹیلیفون پر بھی کوئی بات نہیں کی۔"

"وہ بہت کم اپنے دفتر آ رہے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔ "وہ امریکی صدر سے انٹرویو کے سلسلے میں امریکی سفارت خانے روز جا رہے ہیں۔ وہائٹ ہاؤس سے ابھی کوئی جواب موصول نہیں ہوا ہے۔ شاید دو تین دنوں میں کوئی حتمی جواب موصول ہو جائے۔"

"امریکی صدر کا انٹرویو لینے امریکہ کون جائے گا؟" میں نے تجسس سے پوچھا۔

"میں اور مسٹر سعید الکبیر۔" نجم السحر نے جواب دیا۔ اس کا چہرہ کسی خیال سے دمک اٹھا۔ اس کی آنکھوں میں خواب کا عکس لہرانے لگا۔ وہ اس بہانے امریکہ کی سیر و تفریح کا خواب دیکھ رہی تھی۔

"باس کو ٹیلیفون کر کے آج یا کل رات کا اپائنٹ منٹ لے لینا۔" میں نے کہا۔ "میں ان سے کچھ اہم معاملات پر تبادلہ خیال کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے اپنا خوشنما سر نفی کے انداز میں ہلایا۔ "وہ دو دن بہت مصروف ہیں۔ آپ کو شاید ہی وقت دے سکیں۔"

"یہ بات تمہیں کس نے بتائی؟"

"ان کی سیکرٹری نے۔" نجم السحر نے جواب دیا۔ "مجھے دو دن کی چھٹی چاہئے؟"

"وہ کس لئے؟" میں نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"چٹا گانگ میں میری جو آنٹی رہتی ہیں ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ ان کو کل ہی ہسپتال میں داخل کیا گیا ہے میں چاہتی ہوں کہ ان کی عیادت کے لئے جاؤں۔ شاید پھر مجھے موقع ملے یا نہ ملے۔"

"تمہاری جگہ کون سنبھالے گا؟"

"مسز میمونہ چوہدری۔" نجم السحر بولی۔ "وہ مرحوم سعید الرحمان کی ایک ڈیڑھ برس پرائیویٹ سیکرٹری رہ چکی ہے۔"

☆======☆======☆

شام کے وقت میرے ریوالور کی تیسری گولی کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ بینا نامی ایک جوان عورت کو کسی نے کل رات گولی مار کر قتل کر دیا تھا۔ اس کے جسم سے برآمد ہونے والی گولی بھی وہی تھی جو مناف کے بدن سے نکلی تھی۔ گویا ان دونوں کو ایک ہی قاتل نے ایک ہی ریوالور سے ہلاک کیا تھا۔ بینا' مناف کی محبوبہ تھی اسے زنجیرہ میں اس کے اپنے مکان میں کل شام سات بجے قتل کیا گیا تھا اسے قتل کرنے کے ایک گھنٹے بعد مناف کو بھی قتل کر دیا گیا تھا۔ بینا کے قتل کی اطلاع اس کی پڑوسن نے آج دوپہر دی تھی۔ قتل کی یہ کارروائی انتقامی معلوم ہوتی تھی۔ اس لئے کہ اسے گولی مار کر قتل کرنے کے بعد تیز دھار چھری سے اس کا چہرہ بری طرح بگاڑ دیا گیا۔ یہ قتل کی لرزہ خیز واردات تھی۔ پولیس کو جائے واردات پر قاتل کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔

شام پانچ بجے نجم السحر چھٹی لے کر چلی گئی تاکہ وہ آج ہی سات بجے کی فلائٹ سے چٹاگانگ روانہ ہو سکے۔ ٹھیک چھ بجے میرے ڈائریکٹ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ میں اس وقت اپنا کام سمیٹ چکا تھا' اٹھنے ہی والا تھا۔ اس ٹیلیفون کا نمبر کویتا' سعید الکبیر' عبدل' نجم السحر اور میری جان تمنا نیلما کے سوا کسی اور شخص کے علم میں نہیں تھا۔ میں سمجھا کہ نیلما یا کویتا کا ٹیلیفون ہو گا۔ میں نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف ایک نامانوس مگر دلکش آواز نے میرے کانوں میں رس گھول دیا۔ "مسٹر ارشاد چوہدری! میں آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

میں سمجھ گیا کہ یہ کویتا کی کوئی سہیلی ہو گی۔ کویتا نے اسے میرا یہ ٹیلیفون نمبر دیا ہو گا۔ میں نے بیزاری سے کہا۔ "فرمایئے۔"

"کیا آپ مجھے اپنا کچھ قیمتی وقت دینا پسند فرمائیں گے؟" اس نے شوخ لہجے میں کہا۔

"کس لئے؟" میں نے ناگواری سے پوچھا۔

"اس لئے کہ میں آپ کو کچھ اہم معلومات بیچنا چاہتی ہوں جو ذاتی طور پر آپ کی دلچسپی کا باعث ہوں گی۔" وہ کاروباری لہجے میں بولی۔

میں سنبھل کر بیٹھ گیا مگر میں نے خود پر قابو پایا۔ میں اپنا اشتیاق اس پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا میرے ذہن میں فوری طور پر جو خیال آیا وہ یہ تھا کہ یہ لڑکی شاید مناف کے بارے میں کچھ معلومات پہنچانا چاہتی ہو گی۔ مناف کے قتل کی سنسنی خیز خبر شام کے تمام اخبارات میں شہ سرخیوں سے شائع ہو گئی تھی بلکہ اس خبر سے اخبارات کے صفحے سیاہ ہوئے تھے' مگر اس کی محبوبہ کے قتل کی خبر نہیں چھپی تھی اس لئے کہ اس کے قتل کی اطلاع آج دو بجے ملی تھی۔ میں نے بظاہر بے پروائی سے دریافت کیا۔ "یہ کس قسم کی معلومات ہیں؟"

"آپ کی حسین و جمیل اور نوجوان بیوی کویتا کے بارے میں۔" اس نے بڑے پرسکون لہجے میں کہا۔

"مجھے اس قسم کی معلومات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" کویتا کا نام اس کی زبان سے سنتے ہی میں فوراً سمجھ گیا کہ کویتا نے مناف کو قتل کرنے کے بعد مجھے بلیک میل کرنے اور اس فلم کے عوض تین لاکھ کی رقم وصول کرنے کے لئے اس لڑکی کو مہرہ بنایا ہے۔ میرا یہ ٹیلیفون نمبر بھی کویتا نے اسے دیا ہے۔ میں نے ترش روئی سے کہا۔ "میں اس کے بارے میں تم سے کہیں زیادہ جانتا ہوں۔ لہٰذا اس موضوع پر کوئی گفتگو نہیں ہو سکتی۔"

وہ ہنسی' اس کی ہنسی بڑی زہریلی تھی جو میرے دل میں نیزے کی انی کی طرح چبھ گئی ہو۔ وہ تمسخرانہ انداز سے بولی۔ "اگر میں مسٹر سعید الکبیر کے بارے میں ایسی سنسنی خیز' حیرت انگیز اور ناقابل یقین معلومات فراہم کروں جو آپ کے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں ہے تو کیا آپ ان سے کوئی دلچسپی نہیں لیں گے؟" وہ توقف کر کے سابقہ انداز سے ہنسنے لگی۔

"مسٹر سعید الکبیر کے بارے میں؟" میں ایک دم سے اچھلا جیسے مجھے بجلی کا سنسنا دینے والا جھٹکا لگا ہو۔ دوسرے لمحے میرے اندر نفرت اور غصے کی شدید لہر اٹھی۔ کہیں یہ کویتا کی کوئی نئی چال تو نہیں۔ میں اپنے غصے کو دبا نہ سکا میں بھڑک اٹھا۔ "تمہیں شرم نہیں آتی ہے کہ ایک نیک سیرت اور فرشتہ خصلت شخص کے بارے میں بکواس کر رہی ہو۔"

"مسٹر ارشاد چوہدری! پلیز' اپنے آپ کو قابو میں رکھیں۔" اس نے سنجیدہ ہو کر بڑی شائستگی سے کہا۔ "میری بات کا آپ نے اتنا برا کیوں منایا ہے میں نے انہیں گالیاں تو نہیں دی ہیں۔"

"تم جو ان کی کردار کشی کرنا چاہتی ہو۔" میں نے تیز لہجے میں کہا۔ "پورے بنگلہ

دلیش میں صحافت کے میدان میں اس جیسا فرشتہ صفت شخص شاید ہی کوئی اور ہو۔"

"فرشتہ صفت؟" وہ طنزیہ لہجے میں کہنے لگی۔ "انسان تو غلطی کا پتلا ہوتا ہے۔ نہ فرشتہ آدمی بن سکتا ہے' نہ آدمی فرشتہ بن سکتا ہے' جسے آپ فرشتہ صفت سمجھ رہے ہیں وہ مٹی کا ایک پتلا ہے۔ میں ان پر جھوٹی تہمت نہیں لگا رہی ہوں میرے پاس اس کا ثبوت موجود ہے اگر آپ ان معلومات کو خریدنے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے ہیں تو نہ سہی۔ اس کے خریداروں کی کوئی کمی نہیں ہے میں یہ بات اچھی طرح سے جانتی ہوں کہ اس کے قدردان کون ہیں؟ وہ اس کی کتنی قیمت دے سکتے ہیں؟"

وہ غلط نہیں کہہ رہی تھی۔ سعید الکبیر کے دشمنوں کی کوئی کمی نہیں تھی۔ وہ ہر وقت ان کی کمزوری اور برائیوں کو معلوم کرنے کے لئے شکاریوں کی طرح گھات میں تھے تاکہ ان سے انتقام لے سکیں۔ ان کی عزت خاک میں ملا دیں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ یہ بات دشمن تک پہنچے۔ میں نے کچھ سوچ کر اپنے لہجے میں پیدا نرمی کرتے ہوئے پوچھا۔ "تمہیں اس کی کتنی قیمت چاہئے؟"

"پچیس ہزار ٹاکا۔" اس کی زبان سے فوراً نکل گیا جیسے اس نے پہلے ہی سے اس کی قیمت مقرر کر رکھی تھی۔

"پچیس ہزار ٹاکا؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ چند لمحوں کے بعد کہا۔ "تم صرف معلومات پہنچانے کی بہت زیادہ قیمت طلب کر رہی ہو۔"

"مسٹر سعید الکبیر کی عزت کے مقابلے میں یہ قیمت کچھ بھی نہیں ہے۔" اس کا انداز پھر کاروباری ہو گیا۔

"مگر اس وقت میری جیب میں پچیس سو ٹاکا بھی نہیں ہیں۔" میں نے کہا۔ "کیشیئر بھی نہیں ہے۔ رقم اتنی بڑی ہے کہ شاید ہی کسی سے مل سکے۔ ایسا کرو' کل کا کوئی وقت مقرر کر لو۔ میں رقم لے کر پہنچ جاؤں گا۔"

"آپ نے سنا نہیں کہ آج کا کام کل پر مت ڈالو۔ نیک کام میں دیر نہیں ہونا چاہئے۔"

"مسئلہ رقم کا ہے ورنہ میں تم سے ابھی مل سکتا ہوں۔"

"ایک دن کا ادھار ہو سکتا ہے۔" وہ شوخی سے بولی۔

"ادھار؟" مجھے بڑی حیرت ہوئی یقین نہیں آیا۔ "اگر تمہیں مجھ پر بھروسہ ہے تو ایک دن کا ادھار کر لو۔"

"آپ اس دنیا میں میرے لئے ایک ایسی ہستی ہیں جس پر میں بھروسہ کر سکتی ہوں۔" اس نے ایک لمبی اور ٹھنڈی سانس لی' مجھے ایسا لگا جیسے وہ میرے عشق میں گرفتار ہے۔ "اگر آپ نے کسی وجہ سے رقم ادا نہیں کی تو میں معاف بھی کر سکتی ہوں۔"

"جب تم مجھ پر اتنا بھروسہ کرتی ہو تو میں اسے ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔" میں نے کہا۔ "کیا یہ ملاقات آج ہو سکتی ہے؟"

"جی ہاں۔" اس نے جواب دیا۔ "آپ آج رات آٹھ بجے میرے اپارٹمنٹ پر تشریف لے آئیں۔" اس نے اپنا پتہ سمجھایا۔

میں نے اس کا پتا کاغذ پر نوٹ کرتے ہوئے کہا۔ "تم اس وقت میرے دفتر کیوں نہیں چلی آتی ہو۔ یہاں بڑے اطمینان و سکون سے بات ہو سکتی ہے۔"

"میں کسی وجہ سے آپ کے دفتر آنے سے معذور ہوں۔"

"تم نے اپنا نام نہیں بتایا؟"

"میرا نام شمشاد قاضی ہے۔ پلیز! آپ ٹھیک وقت پر پہنچ جائیے گا۔ یعنی آٹھ بجے رات' اس لئے کہ مجھے تیار ہو کر نو بجے ایک تقریب میں شرکت کے لئے جانا ہے۔" اس نے اپنی بات ختم کر کے جلدی سے ریسیور رکھ دیا جیسے کوئی اس کے کمرے میں آ رہا ہو۔

میں تھوڑی دیر تک سکتے کی سی کیفیت میں بیٹھا رہا۔ میرے ذہن میں ایک عجیب سی کشمکش ہو رہی تھی۔ میں سوچنے لگا کہ وہ مجھے سعید الکبیر کے بارے میں کیا بتانا چاہتی ہے؟ ایک ایسے شخص کے بارے میں جو بے داغ کردار کا مالک ہے جو کروڑ پتی ہوتے ہوئے بھی عورت' جوا اور شراب سے اتنی ہی دور ہے جتنا آسمان' زمین سے۔ وہ ایک اصول پسند شخص تھا۔ بدکار' بددیانت' سمگلروں' قاتلوں اور سماج دشمن عناصر کے خلاف جنگ کرنے والا۔ اس کی زندگی ہر شخص کے لئے آئینہ تھی۔ اس کی کیا کردار کشی ہو سکتی ہے؟ اس کے خلاف کچھ کہنے کے لئے کسی کے پاس ہے کیا؟ کس کی مجال ہے جو اس پر انگلی اٹھا سکے۔

میں نے دوسرے پہلو پر سوچا' کہیں میرے خلاف کوئی سازش یا منصوبہ تو نہیں ہے؟ کورتا میرے راستے میں کوئی نیا جال تو نہیں بچھا رہی ہے؟ میں اس روز سے اس کے جال میں جو پھنسا ہوں اس سے آج تک نکل نہیں سکا ہوں۔ دوسری مرتبہ بال بال بچ گیا۔ تیسری مرتبہ میرا کیا حشر ہو گا میں نہیں جانتا نہ کچھ کہہ سکتا تھا' کہیں ایسا نہ ہو کہ میں شمشاد سے ملنے جاؤں اور اس کی لاش خون میں لت پت پڑی ہو۔ اسے میرے ہی ریوالور

سے گولی مار کر قتل کیا گیا ہو۔ میں نے فوراً ہی اپنی جیب دیکھی، شکر ہے جیب میں ریوالور موجود تھا۔

میں نے سوچا کہ کویتا کو مجھے قتل کرنے میں فائدہ نہیں بلکہ زبردست نقصان ہوگا ویسے یہ لڑکی کویتا کی آلۂ کار معلوم نہیں دیتی تھی۔ میں تھوڑی دیر کی ذہنی کشمکش کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ مجھے شمشاد سے ہر صورت میں ایک ملاقات کرلینا چاہئے' جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ اللہ نگہبان ہے۔ عزت' ذلت' زندگی اور موت اس کے ہاتھ میں ہے۔ یہ میری نہیں بلکہ ایک عظیم شخص کی عزت کا سوال ہے اس پر آنچ آرہی تھی' اگر یہ شخص بدنام ہوگیا تو سب کچھ خاک میں مل جائے گا۔ انسانیت کی موت واقع ہو جائے گی۔

میں نے اپنا ریوالور نکال کر احتیاطاً اس کا چیمبر چیک کیا۔ اس میں چھ گولیاں تھیں میں نے نیلما کو اس خیال سے ٹیلیفون کیا کہ اسے بھی ساتھ لے لوں۔ وہ میرے قریب رہ کر میری حفاظت تو کر سکے گی۔ کسی پر نظر تو رکھ سکے گی۔ وہ دفتر میں نہیں تھی کسی کیس کے سلسلے میں نارائن گنج گئی ہوئی تھی میں نے سوچا کہ سعید الکبیر کو آگاہ کر دوں کہ ان کی زندگی میں ایک زبردست طوفان آنے والا ہے وہ ہوشیار' چوکنا اور تیار رہیں۔ میں نے ان کے دفتر ٹیلیفون کیا ان کا دفتر نئی عمارت میں واقع تھا جو بیس گز پر اس عمارت کے عقب میں واقع تھی۔ ان کے آفس انچارج نے بتایا کہ وہ تین بجے کسی ضروری کام سے اپنے گھر چلے گئے۔ میں نے ان کے گھر پر ٹیلیفون سے رابطہ قائم کیا تو ان کی بیگم نے بتایا کہ وہ پانچ بجے کی فلائٹ سے جیسور چلے گئے ہیں اور ان کی واپسی تین دن بعد ہو گی۔

جس وقت میں شانتی نگر پہنچا اس وقت آٹھ بجنے میں دس منٹ باقی تھے۔ میں نے اپنی گاڑی ایک ویران اور سنسان سڑک پر روک کر نقلی داڑھی اور مونچھیں لگالیں تاکہ کوئی مجھے شناخت نہ کر سکے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ یہاں کے کسی مکین کی نظروں میں آؤں۔ مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ شمشاد قاضی کس قسم کی عورت ہے۔ میرے دفتر کے ایک آدمی نے بتایا کہ سویرا اپارٹمنٹس کے تقریباً تمام بلاک میں فلم اور شو بزنس سے وابستہ افراد رہتے ہیں۔ کچھ مشتبہ قسم کی لڑکیاں اور ماڈل گرلز بھی رہتی ہیں۔

اس نے غلط نہیں کہا تھا میں پارکنگ لاٹ پر گاڑی روک کر بلاک جی کی طرف بڑھا تو میں نے مشکوک قسم کی عورتوں کو دیکھا جو مردوں کے ہمراہ گاڑیوں میں سوار ہو رہی تھیں اور کچھ گاڑی سے اتر کر لفٹ کی طرف بڑھ رہی تھیں کچھ عورتیں نشے میں ڈوبی ہوئی تھیں اور انہیں اپنا ہوش نہ تھا۔

سب سے آخری بلاک "جی" ہی تھا۔ ہر بلاک کی چھ منزلیں تھیں ہر اپارٹمنٹ کارنر تھا۔ شمشاد کا اپارٹمنٹ بھی چھٹی منزل پر تھا۔ اس کے سامنے والے اپارٹمنٹ کے دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔ زینے پر گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ انجانے خطرے کا احساس ہوا کہ کہیں کویتا نے مجھے بلیک میل کرنے کے لئے نیا کھیل نہ کھیلا ہو۔ گو میں اپنے دل کو سمجھاتا آیا تھا کہ ایسی کوئی بات نہیں اس کا کویتا سے کوئی تعلق نہیں ہے مگر اب جانے کیوں یہ احساس بڑھ رہا تھا کہ سارا چکر کویتا ہی کا چلایا ہوا ہے۔ میں نے یہاں آکر بڑی غلطی کی مجھے فوراً واپس چلا جانا چاہئے۔ مگر مجھے دیر ہو چکی تھی۔ میں اطلاعی گھنٹی کا بٹن اس خیال سے پہلے دبا چکا تھا۔ دوسرے لمحے دروازہ کھل گیا۔ دروازے پر ایک جوان لڑکی مہک رہی تھی۔ اس کی عمر بیس بائیس برس سے زیادہ نہ ہو گی۔ وہ زیادہ حسین تو نہ تھی لیکن اس قدر پُرکشش تھی کہ میرے جذبات میں ایک ہلچل سی مچ گئی وہ لڑکی نہیں ایک قیامت تھی۔ اس کی رنگت گہری سانولی تھی مگر اس کے چہرے پر ایک عجیب سا نکھار تھا۔ اس نے کریم کلر کی ساڑھی اور کالے رنگ کا بغیر بازوؤں والا لباس پہنا ہوا تھا جس کی وجہ سے اس کے متناسب جسم کی دلکشی مزید بڑھ گئی تھی۔ اس کے خدوخال بڑے غضب کے تھے۔ بڑی بڑی چمکیلی اور سیاہ آنکھیں تھیں۔ خوبصورت ہونٹوں پر تبسم کی پنکھڑیاں کھل رہی تھیں۔ ایک ایسی لڑکی لگ رہی تھی جو کسی اخلاق کی پابند نہیں ہوتی۔

وہ مجھے دیکھ کر چونکی تھی۔ میں نے بہروپ بھرا ہوا تھا۔ وہ مجھے پہچان نہ سکی تھی۔ اس کے چہرے پر ناگواری سی چھا گئی۔ اس نے اپنا منہ بگاڑ کر پوچھا۔ "آپ کو کس سے ملنا ہے؟"

"تم سے۔" میں مسکرا دیا۔ "تم مس شمشاد قاضی ہو نا؟ میرا نام ارشاد ہے۔"

"آپ ارشاد صاحب ہیں؟" اس نے مجھے گہری نظروں سے دیکھا۔ پھر وہ تیز لہجے میں بولی۔ "آپ جھوٹ بول رہے ہیں؟ کیا میں ارشاد صاحب کو نہیں پہچانتی۔ آپ مجھے بے وقوف بنا رہے ہیں۔" پھر ایک دم سے اس کی چہرے پر خوف سا چھا گیا۔ وہ پیچھے ہٹ کر دروازہ بند کرنے لگی۔

میں نے بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھ کر دروازے میں اپنی ٹانگ پھنسا دی۔ "سنو میں بہروپ بھر کے آیا ہوں تاکہ مجھے کوئی شناخت نہ کر سکے۔" میں نے یہ کہتے ہوئے اسے داڑھی اور مونچھیں الگ کر کے دکھائیں۔ "اب تو تمہیں یقین آگیا کہ میں کون ہوں۔"

"اوہ میرے خدایا!" وہ مجھے غور سے دیکھ کر میٹھی آواز میں بولی۔ اس کے چہرے پر اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔ ایک لمبی سانس لے کر سانسوں کے زیر و بم پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگی۔ پھر آنکھیں کھول کر مجھے دزدیدہ نظروں سے دیکھا اور مسکراتی ہوئی بولی۔ "آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا مسٹر ارشاد چوہدری! آپ کو یہ بہروپ بھرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"میں نہیں چاہتا کہ کوئی مجھے دیکھے اور چہ میگوئیاں کرے۔"

"آپ بہت محتاط آدمی ہے ہیں۔ اچھا آپ کیا پینا پسند فرمائیں گے؟" اس نے مجھے نشست گاہ میں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے اس دیش کی مایہ ناز ہستی میرے غریب خانے پر قدم رنجہ فرمائے مجھے اعزاز بخشے اور میں اس کی کچھ خاطر بھی نہ کر سکوں۔" وہ شوخی سے بولی۔

"میں چونکہ اس وقت سینڈوچز اور کافی پی کر چلا ہوں اس لئے کسی چیز کی خواہش نہیں۔ صرف ایک گلاس پانی پلا دیں۔"

وہ کچن کی طرف لہراتی ہوئی بڑھ گئی۔ بڑی مستانہ چال تھی۔ سراپا بھی پُر شکوہ تھا۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی تو میں نے اس کے اپارٹمنٹ کا جائزہ لیا۔ ایک لگژری فلیٹ تھا۔ تمام کمرے نہایت آراستہ و پیراستہ تھے۔ ہر کمرہ ایئر کنڈیشنڈ بھی تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ اپنے حسن و شباب سے بہت دولت سمیٹ رہی ہے۔ ایسی پُرکشش لڑکی کے قدر دانوں کی کوئی کمی نہ تھی۔ ناجائز دولت والے جیسے اس کی پرورش کر رہے تھے وہ اکیلی تھی۔ ہم دونوں کے سوا کوئی نہ تھا۔ مجھے ایک انجانا سا خوف محسوس ہوا کہ میں کسی جال میں پھنس گیا ہوں مگر اب جبکہ اوکھلی میں سر دے دیا تھا تو پھر ڈرنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں محتاط اور چوکنا ہو گیا۔ میں نے کمروں کی طرف دیکھا۔ ان کے دروازے کھلے اور پردے ایک طرف ہٹے ہوئے تھے۔ ان میں مجھے کوئی دکھائی نہیں دیا۔ کوئی کسی کمرے کے ملحق باتھ روم میں کیمرہ لئے چھپا ہوا ہو' میں کہہ نہیں سکتا۔ مجھے ہر لمحہ ہوشیار رہنے کی ضرورت تھی۔ مجھے بلیک میل کرنے کے لئے اس سے خطرناک لڑکی اور کیا ہو سکتی تھی۔ میں نے اس کے آنے کی آہٹ سنی تو میں نے فوراً اپنا ہاتھ کوٹ کی جیب میں ڈال کر جیبی سائز کے ٹیپ ریکارڈر کا سوئچ آن کر دیا۔ یہ ٹیپ ریکارڈر دفتر میں ہوتا تھا۔ جب کوئی سیاسی لیڈر یا کسی پارٹی' انتظامیہ کا آدمی بات کرنے اور دھمکی دینے آتا تو اس کی گفتگو ٹیپ کرتا

جاتی تھی۔ میں اسے سیاسی تقریبات میں بھی لے جاتا تھا۔ میں اسے امریکہ سے لے کر آیا تھا۔

شمشاد ایک گلاس پانی لے آئی۔ میں نے گلاس لے لیا۔ میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ وہ میرے صوفے پر میرے پاس بیٹھنے کے بجائے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔ میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ میں نے پانی پینے کے بعد اس سے کہا۔ "فرمائیے۔"

"میں سب سے پہلے آپ کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ مسٹر سعید الکبیر کو ان کے دفتر کے شعبہ سراغرسانی کے سربراہ صبور خان نے یہ اطلاع دی ہے کہ آپ کی اہلیہ کویتا' شہر کی بیگمات کو نہ صرف منشیات فروخت کر رہی ہیں بلکہ انہیں شراب اور جوئے کی لت بھی ڈال رہی ہیں۔ شاید انہیں بلیک میل بھی کرتی ہیں اور وہ خود بھی ہیروئن استعمال کرتی ہیں۔"

"میری عزت اور شہرت کو داغدار کرنے کے لئے میرے دشمن میرے اخبار کے دفتر کے لوگوں کو خرید رہے ہیں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ اس کے علاوہ کہہ بھی کیا سکتا تھا۔ "اس قسم کی باتیں میں نے اور بھی بہت سارے لوگوں سے سنی ہیں۔ سنتا رہتا ہوں مگر کسی کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔"

"مسٹر سعید الکبیر ایک ہفتے سے سخت پریشان ہیں اور شدید قسم کے ذہنی دباؤ کا شکار ہیں۔" اس نے کہا۔

یہ میرے لئے نئی اطلاع تھی میں نے صفائی پیش کی۔ "کام کی زیادتی کی وجہ سے کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے۔"

"اصل بات یہ نہیں ہے۔" اس نے بڑی آہستگی سے کہا۔

"پھر کیا بات ہے؟" میں چونک کر سوالیہ نظروں سے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"انہیں کوئی بلیک میل کر رہا ہے۔" وہ پُراسرار انداز سے بولی۔

"بلیک میل کر رہا ہے؟" میں اچھل پڑا اور پھر ہنس پڑا۔ "کیا فرشتہ صفت لوگوں کو بھی بلیک میل کیا جا سکتا ہے؟"

"آپ کو میری بات کا یقین نہیں آئے گا لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ انہیں بلیک میل کیا جا رہا ہے۔ وہ اب تک بلیک میلر کو پانچ لاکھ ٹاکا کی ادائیگی کر چکے ہیں۔ وہ شاید بلیک میلر سے ملنے کے لئے جیسور گئے ہیں۔"

"انہیں کس لئے بلیک میل کیا جا رہا ہے؟ کوئی وجہ تو ہو گی؟"

"ان کی زندگی میں کوئی حسین عورت آئی ہے وہ ان کی غیر قانونی بیوی بنی ہوئی ہے۔"

"ہشت۔" میں نے تیز لہجے میں کہا۔ "یہ بے سروپا الزام ہے۔ اس عمر میں وہ کسی عورت میں دلچسپی کیسے لے سکتے ہیں اور پھر وہ اس قدر بلند آدمی ہیں کہ ان کا پستی میں گرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"آپ کو میری بات کا یقین کیوں نہیں آرہا ہے؟"

"اس لئے کہ یہ بے پر کی باتیں ہیں۔" میں نے کہا۔ "کیا تم اس عورت اور بلیک میلر کا نام بتا سکتی ہو؟"

"نہیں۔" اس نے سرہلایا۔ "میں مسٹر سعید الکبیر کی واپسی کے چار پانچ دن بعد بتا سکوں گی البتہ اس بلیک میلر کے بارے میں اتنا بتا سکتی ہوں کہ وہ کوئی مرد ہے مگر اس کی آواز میں نسوانیت سی جھلکتی ہے۔ وہ دفتر میں آکر مسٹر سعید الکبیر سے رقم وصول کر کے لے گیا تھا۔"

"یہ ساری باتیں تمہارے علم میں کیسے آئیں؟ کیا ان کے دفتر کی کسی لڑکی نے تمہیں بتایا تھا؟" میں نے متعجب ہو کر پوچھا۔

وہ زیر لب مسکرا دی۔ "میں ان کے دفتر میں ٹیلیفون آپریٹر ہوں۔ اس لئے مجھے بے شمار باتوں کا علم رہتا ہے۔"

"اوہ۔" میں چونکا۔ اب ساری بات میری سمجھ میں آگئی۔ "اچھا یہ بتاؤ کہ بلیک میلر کے پاس سعید الکبیر کے خلاف کس قسم کا ثبوت ہے؟ تصویریں ہیں یا فلم ہے؟ یا آڈیو کیسٹ ہے؟"

"صرف فلم ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "اس بلیک میلر نے ان سے فلم کی ہی بات کی تھی۔"

"تم نے یہ معلومات مجھے کس لئے پہنچائیں؟" میں نے پوچھا۔

"اس لئے کہ آپ میرے باس کو تباہی سے بچا سکیں۔" اس نے جواب دیا۔

"یہ کس قسم کی ہمدردی ہے کہ ان معلومات کے عوض مجھ سے پچیس ہزار کی رقم طلب کر رہی ہو۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اگر مجھے ان سے ہمدردی نہ ہوتی میں انہیں بڑی آسانی سے بلیک میل کر کے لاکھوں [illegible] وصول کر لیتی۔" وہ بولی۔ "مسٹر سعید الکبیر میرا مطالبہ مان لیتے۔"

"کیا تمہارے نزدیک کسی کو بلیک میل کرنا بہت آسان اور معمولی سی بات ہے؟" میں نے اس کے چہرے پر اپنی نگاہیں مرکوز کر دیں۔

"آسان بھی ہے اور مشکل بھی۔" اس کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی۔ وہ اپنی لمبی لمبی پلکیں جھپکاتی ہوئی کہنے لگی۔ "باس جیسے آدمی کو بلیک میل کرنا بہت آسان ہے۔ اس لئے کہ وہ ایک عزت دار اور ذی حیثیت شخص ہیں۔ عوام میں ان کا ایک امیج ہے۔ وہ ایک ایسے اخبار کے مالک ہیں جو غلط لوگوں کو آئینہ دکھا رہا ہے۔ ان کے نزدیک عزت جان سے زیادہ پیاری اور قیمتی ہے۔"

"ایسی بات تھی تو تم نے ان سے رابطہ قائم کر لیا ہوتا۔" میں نے تیز لہجے میں کہا۔ "اس طرح تم زیادہ فائدے میں رہتیں۔"

"میں کسی وجہ سے ان سے ملنا اور اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتی۔ اسی وجہ سے نگاہ انتخاب آپ پر ٹھہری۔"

"کیا میں تمہیں سب سے زیادہ بیوقوف شخص نظر آیا ہوں؟" میں تلخی سے بولا۔

"نہیں یہ بات نہیں۔" وہ سنبھل کر بولی۔ "مجھے آپ ہی سب سے زیادہ مخلص اور ہمدرد شخص دکھائی دیئے جو اس مصیبت میں باس کے کام آسکتے ہیں اور اس بلیک میلر سے نجات دلا سکتے ہیں۔ اس پورے ادارے میں آپ کے سوا کوئی اعتبار کے لائق نہیں ہے۔"

"کیا یہ بات تمہارے علم میں ہے کہ وہ عورت کون ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟ وہ کہاں رہتی ہے؟" میں نے پوچھا۔ "مسٹر سعید الکبیر اس سے چوری چھپے کہاں ملتے ہیں؟ اس کے گھر پر یا کسی اور مقام پر؟"

"میں نے بلیک میلر اور باس کی گفتگو سے جو اندازہ کیا ہے اس کے مطابق وہ عورت داری کے علاقے میں رہتی ہے۔" شمشاد بتانے لگی۔ "وہ دونوں جیداد پور کے اس مکان میں ہر جمعرات کی شب کو ملتے ہیں جو جھیل کے پاس ہے۔ وہ دونوں جمعہ کی شام تک ساتھ رہتے ہیں۔ اس کا نام نہیں معلوم ہو سکا ہے۔ بلیک میلر نے اس کا نام نہیں لیا باس سے صرف اتنا کہا تھا کہ آپ کا انتخاب بڑا لاجواب ہے۔"

"وہ کون ہو سکتی ہے؟" میں ذہن پر زور دے کر سوچنے لگا۔ "شاید کوئی اداکارہ ہو؟"

"میں جمعرات کے روز معلوم کر لوں گی کہ وہ عورت کون ہے اور اس کا نام کیا ہے؟"

"وہ کیسے؟"

"میں جمعرات کے روز مسٹر سعید الکبیر کا غیر محسوس انداز سے تعاقب کر کے معلوم کر لوں گی کہ وہ عورت کون ہے اور اس کا کیا نام ہے؟"

"تم یہ سب کچھ کس لئے جاننے کی کوشش کرو گی؟ کیا بلیک میل کرنے کے لئے؟"

"بلیک میل کرنے کے لئے نہیں۔" وہ ایک دم سے ہنس پڑی۔ "آپ سے مزید پچیس ہزار روپے وصول کرنے کے لئے۔"

"یہ ایک طرح سے اپنے باس کو پس پردہ بلیک میل کرنا ہی ہوا۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کیا تم مجھے اس طرح اس بات کے لئے مجبور نہیں کر رہی ہو کہ میں مسٹر سعید الکبیر سے ان معلومات کے عوض رقم وصول کر کے تمہیں پہنچاؤں؟"

"اصل بات یہی ہے۔" اس کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔ "مگر یہ دوسری اور آخری قسط ہو گی۔"

"آخر کیوں؟"

"مجھے ایک خواب ناک زندگی گزارنے کے لئے ایک بڑی رقم کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔" وہ شانے اور سینے پر ساڑھی کا پلو درست کرتی ہوئی کہنے لگی۔ "کیا آپ کو میرے فلیٹ اور رہن سہن سے اس بات کا اندازہ نہیں ہو رہا ہے کہ میں کیسی حسین زندگی گزار رہی ہوں۔ کیا ایک ٹیلیفون آپریٹر جس کی تنخواہ اٹھارہ سو ٹاکا ہے وہ ایسے ٹھاٹھ باٹھ سے رہ سکتی ہے؟"

"کیا تم پچاس ہزار ٹاکا میں ساری زندگی شاہانہ انداز میں گزار لو گی؟" میں اس کی چمکیلی سیاہ آنکھوں میں جھانکنے لگا۔

"ہرگز نہیں۔" اس نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیا۔ "میں یہ رقم ختم ہونے سے پہلے کوئی اور راستہ تلاش کر لوں گی۔ مجھ جیسی عورت کے لئے انجانے راستوں کی کوئی کمی نہیں ہے مجھے کوئی بھی موقع ملتا ہے تو میں اس سے استفادہ کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔"

"یہ تم ٹیلیفون آپریٹر کی ملازمت کس لئے کر رہی ہو؟" میں نے اس پر اعتراض کیا۔ "یہ ڈھونگ رچانے کی کیا ضرورت ہے؟ جبکہ تمہاری پانچوں انگلیاں گھی میں ہیں۔"

"اس لئے کہ مجھ پر کوئی انگلی نہ اٹھا سکے۔" اس نے جواب دیا۔ "لوگ میرے بارے میں کچھ کہتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ میں ملک کے سب سے بڑے اشاعتی

ادارے میں کام کرتی ہوں۔ پولیس بھی اس ادارے کا نام سن کر خوف کھاتی ہے۔"

اس نے جو جواز پیش کیا وہ میری سمجھ سے بالاتر تھا۔ ایسی عورت کا کسی بھی ادارے میں کام کرنا کسی بھی طرح مناسب نہیں تھا۔ میں نے سوچا سعید الکبیر سے کہہ کر کسی دن اس کی چھٹی کرا دینا ہی بہتر ہو گا۔ ایسی عورتیں ادارے کے لئے بدنامی کا سبب بنتی ہیں۔

میں نے اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک دیکھی تو میرے اندر خوف کی لہر آئی۔ ایک انجانا خطرہ منڈلانے لگا۔ یہاں میرا ایک پل رکنا بھی کسی طرح مناسب نہیں تھا۔ میں جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ "میں حسب وعدہ کل تمہیں رقم پہنچا دوں گا۔"

"آپ ایک بات کا خیال رکھیں میں رات نو بجے کے بعد گھر پہ نہیں ہوتی ہوں۔" وہ مجھے چمکیلی نظروں سے دیکھنے لگی۔ "آپ جب بھی میرے ہاں تشریف لائیں رات آٹھ اور نو بجے کے درمیان آئیں۔ میں رات ایک دو بجے سے پہلے نہیں لوٹتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ وقت کا خیال رکھوں گا۔" میں دروازے کی طرف بڑھا۔

وہ میرا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی۔ "آپ نے کیا فیصلہ کیا؟"

"کیسا فیصلہ؟"

"میں سعید الکبیر کی محبوبہ کا نام ان کی ملاقات کی جگہ کے بارے میں معلومات فراہم کروں کہ نہیں؟"

"ان معلومات کے ساتھ مجھے بلیک میلر کا نام و پتا بھی چاہیئے۔"

اس نے مجھے تھوڑی دیر کے لئے روکنا چاہا مگر میں معذرت کر کے نکل آیا۔ میں نے نیچے آ کر پارکنگ لاٹ کی طرف بڑھتے ہوئے دربان کو دیکھا تو اس کی طرف غیر ارادی طور پر بڑھ گیا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ وہ اپارٹمنٹ کس کا ہے جس میں شمشاد رہتی ہے۔ دربان مجھے بتاتے ہوئے جھجکا تو میں نے اس کی مٹھی سو ٹاکا کے نوٹ سے گرم کر دی۔ اس نے مجھے بتایا کہ یہ پولیس انسپکٹر عارف جمال کا اپارٹمنٹ ہے۔ شمشاد اس کی محبوبہ ہے۔ رات نو بجے کے بعد پولیس افسران اپنی اپنی محبوباؤں کے ساتھ آتے ہیں اور یہاں محفل نشاط جمتی ہے۔

پولیس انسپکٹر عارف جمال بہت ہی خبیث قسم کا شخص تھا۔ اس نے شمشاد کو جس مقصد سے یہاں ملازمت کرنے کے لئے رکھا تھا وہ اب ڈھکا چھپا نہیں رہا تھا۔ شمشاد آپریٹر کم، جاسوسہ زیادہ تھی۔ وہ خطرے کی گھنٹی تھی۔ اس نے سعید الکبیر کی نجی زندگی کا ایک ایسا راز معلوم کر لیا تھا جو کسی کے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں تھا۔ پتا نہیں وہ کون بلیک میلر

تھا۔ میرا خیال ایک لمحے کے لئے کویتا کی طرف گیا۔ وہ شاید مناف کی آڑ میں بلیک میل کر رہی ہو، مگر وہ بلیک میلر مناف نہیں تھا۔ بقول شمشاد کے اس بلیک میلر کی آواز نسوانی تھی۔ وہ کسی وجہ سے شاید مجھ سے جھوٹ بول رہی تھی۔

شمشاد کی جانب سے اس بات کا خطرہ بھی تھا کہ وہ مجھے بلیک میل کرے۔ اس لئے کویتا کی منشیات فروشی اور اس کی دوسری برائیاں اس کے علم میں آگئی تھیں۔ اس کا بھی امکان تھا کہ وہ شاید بلیک میل نہ کرے اس لئے کہ عارف جمال اس تاک میں ہو گا کہ وہ کویتا کو رنگے ہاتھوں پکڑے۔ وہ اب تک کویتا پر شاید اس لئے ہاتھ نہیں ڈال سکا تھا کہ اسے موقع اور ثبوت نہیں ملا تھا۔ اب تو عجیب و غریب صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔ بد قسمتی میرے اور سعید الکبیر کے گرد اپنا حصار تنگ کر رہی تھی۔ کسی بھی لمحے کسی بھی دن ہم دونوں کی عزت خاک میں مل سکتی تھی۔ ویسے میرا دل کہہ رہا تھا کہ سعید الکبیر اس قدر پست ذہن کے مالک نہیں ہیں۔ وہ کسی عورت کی خاطر اپنی عزت، اخبار کی ساکھ اور گھریلو زندگی کو تباہ و برباد نہیں کر سکتے۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ کوئی زبردست طوفان آنے والا ہے۔ شمشاد ایک زہریلی ناگن تھی۔ اس پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ موقع ملتے ہی ڈسنے سے باز نہیں آئے گی۔ وہ کویتا سے کہیں گہری اور خطرناک عورت تھی۔

میں گھر پہنچا تو کویتا موجود تھی۔ اس نے بڑے والہانہ انداز اور گرمجوشی سے میرا استقبال کیا۔ میں جانتا تھا کہ یہ اس کی اداکاری ہے۔ اس نے مجھے قتل کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ کسی کی دعا کام آگئی تھی جو میں بچ گیا تھا۔ اب تو میں بھی اداکار بن گیا تھا۔ میں نے اسے ذرہ برابر بھی محسوس نہیں ہونے دیا کہ میں اس کی شاطرانہ چال کا شکار ہونے سے بچ گیا ہوں۔ نہ اس پر یہ ظاہر کیا کہ اس نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ مناف سے ملنے لانچ پر گیا تھا اور میرے ساتھ کیسا لرزہ خیز واقعہ پیش آیا تھا۔

تعجب کی بات تھی کہ اس نے میرے انتظار میں کھانا نہیں کھایا تھا۔ عبدل نے اس کی پسندیدہ ڈش مرغ پلاؤ بنائی تھی۔ کھانے کی میز پر اس نے خود ہی مناف کے قتل کے واقعے کا موضوع چھیڑا۔ وہ سرشاری کے لہجے میں کہنے لگی۔

"مبارک ہو کہ تمہیں اس موذی سے نجات مل گئی۔ وہ زندہ ہوتا تو تین لاکھ کی رقم اس کی نذر ہو جاتی۔"

"اس کے زندہ رہنے اور مجھے بلیک میل کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"زندہ رہنے سے فرق کیوں نہیں پڑتا؟" کویتا کے چہرے پر استعجاب چھا گیا۔ "وہ تمہیں کسی بھی صورت میں نہیں بخشتا۔"

"میں نے تہیہ کر لیا تھا اس ذلیل، کمینے شخص کو ایک کوڑی بھی نہیں دوں گا۔ میں دیکھتا کہ وہ کیا کرتا؟"

"وہ نہ صرف میری بلکہ تمہاری عزت بھی نیلام کر دیتا۔" وہ غصیلے لہجے میں بولی۔ "تمہیں یہ اچھا لگتا؟"

"کسی کی عزت نیلام کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔" میں نے تیز و تند لہجے میں کہا۔ "میں اسے پھانسی کے پھندے تک پہنچا دیتا، لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔ قدرت نے اس سے بڑا ہی بھیانک انتقام لیا۔ ہر خبیث کا ایک روز ایسا ہی انجام ہوتا ہے۔"

"تمہیں اندازہ نہیں کہ وہ کیسا خطرناک شخص تھا۔ اس سے شیطان بھی پناہ مانگتا تھا۔ تم تو اس کا بال تک بیکا نہیں کر سکتے تھے۔" وہ منہ بگاڑ کر بولی۔

"اس کی موت سے بہتوں کا بھلا ہو گیا۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ فلم کہاں چلی گئی جس سے وہ ہمیں اور دوسروں کو بلیک میل کر رہا تھا۔ پولیس کے پریس ریلیز کے مطابق اس کے ہاتھ کوئی چیز نہ لگ سکی۔ اگر پولیس کو وہ فلم مل جاتی تو کیا ہوتا؟ مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ اس کا کوئی پارٹنر ہے جس نے اسے قتل کر کے اس کی ساری چیزیں غائب کر لیں۔"

کویتا کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ اس نے اپنے آپ کو فوراً سنبھال لیا۔ وہ تیز لہجے میں بولی۔ "تم ایسے کہہ رہے ہو جیسے میں اس کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہوں۔"

اسی لمحے مجھے پچھتاوے کا احساس ہوا کہ میں اس روز اپنا جیبی سائز کا ٹیپ ریکارڈر کیوں نہیں لے گیا تھا۔ اگر میں لے گیا ہوتا تو کویتا آج میری اسیر ہوتی۔ میں اس سے ان تصویروں اور نیگیٹوز کے سودے کی پوزیشن میں ہوتا۔ اس کی اور مناف کی گفتگو کا ٹیپ اس کے لئے وبال جان بن جاتا۔ وہ اس کیسٹ کے بدلے میں میری چیزیں مجھے واپس کر دیتی۔ اس طرح میں اس مار آستین سے نجات پا لیتا۔ اسے طلاق دے کر اپنی زندگی سے نکال باہر کرتا۔

کھانے کی میز پر اس کے اور میرے درمیان تلخ اور تیز و تند گفتگو ہوتی رہی۔ گھر کی فضا میں تلخی گھل مل گئی تھی۔ میں نے اس سے یہ کہا تھا کہ اب چونکہ مناف اس دنیا سے جا چکا ہے اور پولیس کے ہاتھ وہ فلم بھی نہیں لگی ہے۔ عزت داغدار ہونے سے بال بال

بچ گئی ہے اس لئے اب وہ ایک اچھی عورت بن جائے۔ تمام برائیوں سے توبہ کر لے اس بات نے اس چراغ پا کر دیا تھا۔

☆======☆======☆

صبح میں دفتر پہنچا تو نو بج رہے تھے۔ دس بجے شمشاد کا ٹیلیفون آیا کہ وہ دو تین دن کے لئے اپنے کسی دوست کے ہاتھ بارہ بجے کی فلائٹ سے سلہٹ جا رہی ہے۔ وہ رقم واپسی پر لے لے گی۔ پھر میں نے صبح کے تمام اخبارات دیکھے۔ سوائے ہمارے اور اتفاق اخبار کے ہر اخبار نے مناف اور اس کی محبوبہ کے قتل کی واردات کی خبر صفحہ اول پر نمایاں طور پر شائع کی تھی جبکہ ان دونوں اخباروں نے اس خبر کو اندر کے صفحات پر جگہ دی۔

بارہ بج کر دس منٹ پر میمونہ چوہدری نے انٹر کام پر مجھے بتایا کہ انسپکٹر عارف جمال مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ اس کا نام سنتے ہی میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا میں سمجھ گیا کہ وہ کس لئے آیا ہے۔ وہ کویتا کے خلاف کوئی ثبوت لے کر آیا تھا اور شاید سعید الکبیر کے بارے میں بھی بات کرنے آیا تھا۔ میں نے اس لمحے سوچا کہ مجھے ہر قسم کے حالات کا سامنا کرنا چاہئے۔ شمشاد بیگم کو وہ چارے کے طور پر استعمال کر رہا ہے۔ میں نے اپنے دل کو سمجھایا کہ مجھے خائف ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ اس کے پاس کویتا کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہو گا۔ مگر میں جانتا تھا کہ میں اپنے دل کو فریب دے رہا ہوں۔ انسپکٹر عارف جمال ایک خبیث قسم کا پولیس انسپکٹر ہے۔ اس کے خلاف اخبار میں دو تین مرتبہ لکھا جا چکا ہے۔ اس نے کویتا کے خلاف یقیناً تحقیقات کی ہو گی۔

میں نے اسے تھوڑی دیر انتظار کرایا تاکہ اپنی گھبراہٹ پر قابو پا سکوں۔ جس وقت وہ اندر داخل ہوا میں اپنی کیفیت پر کسی قدر قابو پا چکا تھا۔ میری ابھی تک اس سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی اور نہ میں نے اسے کبھی کہیں دیکھا تھا۔ میں نے اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر خفیہ ٹیپ ریکارڈر پر دوسرا کیسٹ چڑھا دیا تھا۔ میں نے اسے دیکھا۔ وہ پولیس افسر کم ایک ڈاکو زیادہ لگ رہا تھا۔ معلوم نہیں کیا بات تھی کہ میرے دیش کے پولیس والے قانون کے محافظ کم' چور' ڈاکو زیادہ لگتے تھے۔ وہ اپنا حلیہ ہی ایسا بنا کر رکھتے تھے کہ لوگ انہیں دیکھ کر ڈر جائیں۔ وہ ہر شخص کو مجرم سمجھتے اور حقارت کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ اخلاق' شرافت اور انسانیت انہیں چھو کر بھی نہیں گئی تھی۔ عارف جمال کو دیکھ کر مجھے ایسا لگا کہ کوئی ڈاکو میرے کمرے میں کسی ڈاکے کے نیت سے داخل ہوا ہے؟ وہ بیالیس' پینتالیس برس کا ہو گا۔ پست قد تھا۔ اس قدر موٹا بھدا اور بے ڈول سا تھا کہ

اس پر گینڈے کا دھوکا ہو رہا تھا۔ اس کی توند بہت زیادہ باہر نکلی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر پھٹکار برس رہی تھی۔ اس کی آنکھیں چھوٹی تھیں اور ان میں سے کینہ جھانک رہا تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرایا تو اس کا چہرہ اور خوفناک ہو گیا تھا۔

"مجھے آپ سے ملنے کی بڑی خواہش تھی مسٹر ارشاد!" اس نے مجھ سے بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملایا۔ میں نے دل میں نفرت سے کہا کہ مگر میں تمہاری صورت تک دیکھنا نہیں چاہتا۔ میں نے رسمی طور پر اسے قریب والی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ کرسی پر بیٹھ کر اس نے مجھے گہری نظروں سے دیکھا۔ "جیسا میں نے آپ کے بارے میں سنا اس سے کہیں بڑھ کر آپ کو پایا۔ واقعی آپ بہت خوبصورت اور وجیہہ ہیں۔ امریکہ میں تھے تو آپ نے ہالی ووڈ کا رخ کیوں نہیں کیا؟ آپ کو تو فلم لائن میں آنا چاہئے تھا۔"

"مگر مجھے فلم لائن' شہرت اور دولت سے کبھی دلچسپی نہیں رہی ہے۔"

"اس کے باوجود آپ کو یہ تینوں چیزیں بن مانگے مل گئی ہیں۔ آپ بڑے خوش نصیب ہیں۔" اس کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔

اس کے لہجے میں جو جذبہ کار فرما تھا میں اس کی تہہ تک پہنچ گیا تھا۔ تاہم میں نے اس سے رسمی طور پر پوچھا۔

"آپ کیا پینا پسند فرمائیں گے؟"

"کریم کافی اور چکن سینڈوچ!" اس نے آرڈر دینے کے انداز میں کہا۔

میں انٹر کام پر میمونہ چوہدری کو کافی اور سینڈوچز کا کہہ کر اس سے مخاطب ہوا۔

"فرمائیے' آپ نے کیسے زحمت کی؟"

"ایک منٹ' ابھی عرض کرتا ہوں۔" اس نے توقف کر کے اپنی جیب سے سگریٹ کی ڈبیا اور ایک خوبصورت سا لائٹر نکالا۔ مجھے اس کا پرسکون' پراعتماد انداز پریشان کرنے لگا۔ اب لگ رہا تھا کہ کوئی بم پھٹنے والا ہے۔ اس نے ایک لمبا کش لے کر اس کا دھواں فضا میں چھوڑتے ہوئے کہا۔

"مناف اور اس کی محبوبہ کے قتل کے کیس کی تحقیقات میرے سپرد ہوئی ہے۔ میں اسی سلسلے میں حاضر ہوا تھا۔"

مجھے اپنے رگ وپے میں سردی کی لہر اترتی محسوس ہوئی۔ اس لئے کہ ان دونوں کو میرے ہی ریوالور سے قتل کیا گیا تھا۔ تاہم میں نے اپنے آپ کو فوراً سنبھالا۔ اس کی کینہ توز آنکھیں میرے چہرے پر میرے دل کی کیفیت کو پڑھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ "مگر

میرا اس قتل کے کیس سے کیا واسطہ؟" میں نے مسکرانے کی کوشش کی تو مسکرا نہ سکا۔

"میں آپ کو الزام تو نہیں دے رہا۔" اس کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔ "آپ تحقیقات کے زمرے میں اس لئے آتے ہیں کہ ان دونوں کو جس ریوالور سے قتل کیا گیا وہ اعشاریہ اڑتیس بور کا ریوالور ہے۔ ساختہ جرمنی' اس کا نمبر 6780۔ 'لائسنس نمبر 3226 ہے۔ اس شہر میں کل سولہ افراد کے پاس یہ ریوالور ہے۔ مقتولین کے جسموں سے جو گولیاں نکلی ہیں اس سے یہ ظاہر ہوا ہے کہ اس ریوالور سے انہیں قتل کیا گیا ہے۔ لہٰذا میں رسمی طور پر تحقیقات کے لئے حاضر ہوا ہوں۔"

"میں آپ سے ہر طرح کا تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں۔" مجھے اپنی آواز کھوکھلی سی محسوس ہوئی۔

"آپ ان دونوں کے قتل والے دن شام چھ بجے سے رات نو بجے تک کہاں تھے؟"

پہلے تو میں نے سوچا کہ اس سے کہوں کہ میں دفتر میں موجود تھا۔ پھر ایک فوری خیال آیا کہ اس نے دفتر کے کسی شخص سے معلوم کر لیا ہو گا کہ میں دو دن قبل دفتر سے کس وقت اٹھا تھا۔ یہ جھوٹ میرے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ "میں فلم دیکھنے گیا ہوا تھا۔"

"کیا آپ مجھے اپنا ریوالور دکھانا پسند فرمائیں گے؟" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

میں نے اپنی جیب سے ریوالور نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس نے ریوالور کو پہلے تو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ پھر اس کا چیمبر کھول کر چیک کیا۔ پھر وہ مجھے ریوالور واپس کرتے ہوئے بولا۔ "کیا آپ کی مناف سے ملاقات تھی؟"

"نہیں۔" میں صاف مکر گیا۔

چپراسی دروازے پر دستک دے کر اندر داخل ہوا۔ وہ کافی اور سینڈوچز لایا تھا۔ اس نے سینڈوچز پر ہاتھ صاف کرنے اور کافی پینے تک کویتا اور سعید الکبیر کے موضوع پر بات نہیں کی۔ وہ مجھے مناف اور اس کی محبوبہ کے بارے میں بتاتا رہا کہ ان دونوں کا قتل نہ صرف پُراسرار بن گیا ہے بلکہ معمہ بھی۔ جس نے بھی ان دونوں کو قتل کیا ہے۔ ایک منصوبے کے تحت کیا ہے۔ قاتل پیشہ ور اور چالاک تھا۔ اس نے اپنا سراغ نہیں چھوڑا ہے۔ مگر وہ قانون کے آہنی ہاتھ سے بچ نہیں سکے گا۔

اس نے رخصت ہوتے وقت مجھ سے بھاری لہجے میں کہا۔ "آپ جس طرح اپنے

اخبار میں جرائم اور مجرموں کی بیخ کنی میں مصروف ہیں میں اسے ذاتی طور پر بے حد پسند کرتا ہوں مگر آپ پولیس کے خلاف لکھ کر نہ صرف اپنا وقت برباد کر رہے ہیں بلکہ اپنے پیروں پر کلہاڑی مار رہے ہیں۔"

"میں پولیس کے نہیں بلکہ مجرموں کے خلاف لکھ رہا ہوں۔ مجھے دھمکی یا ہدایت دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میرے نزدیک قانون سے بالاتر کوئی چیز نہیں ہے۔"

"دیکھئے مسٹر ارشاد!" وہ بے حد سنجیدہ ہو کر تیکھے لہجے میں کہنے لگا۔ "یہ امریکہ یا یورپ نہیں ہے۔ یہ ایشیا ہے۔ ایشیا کے کسی بھی ملک میں آپ چلے جائیں وہاں آپ کو پولیس راج ملے گا۔ اسے قانون کی کوئی پروا نہیں ہوتی ہے۔ آپ وزیر' گورنر اور وزیر اعلیٰ سے تو لڑ سکتے ہیں مگر پولیس سے نہیں' آپ نے میرے خلاف اپنے اخبار میں لکھا کہ میں نے تھانے میں عورتوں سے زیادتی کی' تین آدمی میرے تشدد سے ہلاک ہو گئے۔ میں منشیات کے اڈوں کی سرپرستی کرتا ہوں حکومت نے عدالت نے میرے خلاف کیا کر لیا جب کہ میرے خلاف ثبوت بھی تھا۔ پولیس سے کوئی جیت نہیں سکتا ہے۔ بہتر ہے آپ صرف سیاستدانوں اور لیڈروں کے خلاف زہر اگلتے رہیں۔"

"یہ باتیں میں نے بہت سے پولیس افسروں سے بھی سنی ہیں۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔ "مجھے میرے مشن سے کوئی باز نہیں رکھ سکتا ہے۔"

"لیکن آپ میری زبان سے پہلی مرتبہ سن رہے ہیں۔" عارف جمال مسکرایا۔ اس کی استہزائی مسکراہٹ بہت معنی خیز تھی اس کا کوئی بھی مطلب آسانی سے اخذ کیا جا سکتا تھا۔ وہ ایک طرح سے مجھے دھمکی دے رہا تھا۔

"میں چاہوں تو آپ کو قتل کے کیس میں بڑی آسانی سے پھنسا سکتا ہوں۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کسی بے گناہ کو مجرم' مجرم کو بے گناہ ثابت کرنا پولیس کا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ اگر آپ نے میرے یا پولیس کے خلاف لکھا تو میں آپ کو مناف کے قتل کے کیس میں کبھی بھی پھنسا کر تختہ دار پر چڑھا دوں گا۔"

"تمہارا خیال ہے کہ مناف کو میں نے قتل کیا ہے؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ "تم مجھ پر ہاتھ ڈالنے سے اس لئے قاصر ہو کہ تمہارے پاس میرے خلاف کوئی ثبوت نہیں تم بلاوجہ گھما پھرا کے بات کر رہے ہو تاکہ میں تم سے خوف زدہ ہو کر تمہارے خلاف لکھنا بند کر دوں؟"

"نہیں آپ جیسے لوگ کبھی قتل نہیں کرتے۔" اس نے گردن ہلا کر اقرار کیا۔ "میں

آپ پر واضح کر رہا ہوں کہ پولیس کے خلاف قلم اٹھانے سے کیا نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ پولیس کی انتقامی کارروائی سے ڈرو۔"

میں نے اس کی متکبرانہ بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ چلا گیا۔ میں نے سکون واطمینان کا سانس لیا۔ میں نے اس کی گفتگو ٹیپ کرلی تھی۔ اب مجھے اس کی ذات سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اگر اس نے کبھی کسی وجہ سے مجھ پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تو میں اس ٹیپ کو اس کے خلاف استعمال کر سکتا تھا۔ وہ میرے جال میں پھنس گیا تھا۔ اب میں اس کا ناطقہ بھی بند کر سکتا تھا۔ وہ میرا بال بیکا نہیں کر سکتا تھا اور پھر میرے دیش میں ایسی لاقانونیت بھی نہیں تھی کہ وہ قانون کو پامال کر سکے۔ حکومت نے کئی نااہل اور کالی بھیڑوں کو معطل کر کے جیل میں ڈال دیا تھا۔

شمشاد نے اسے کویتا اور سعید الکبیر اور میری آمد کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ ورنہ وہ مجھے اس لپیٹ میں بھی لے لیتا۔ شمشاد یہ کھیل اپنے تئیں کھیل رہی تھی۔ شاید شمشاد نے اسے اس لئے نہیں بتایا ہو گا کہ وہ اس رقم میں اسے حصہ دار بنانا نہیں چاہتی ہو گی۔ کویتا کی وجہ سے ایک ایک کر کے کئی محاذ کھلتے جا رہے تھے۔ مناف کا محاذ بند ہوا تھا کہ شمشاد نے اپنا محاذ کھول لیا تھا۔

نیلما نے مجھے ایک خبر کے سلسلے میں اپنے دفتر سے ٹیلیفون کیا تو میں نے اسے لنچ پر مدعو کیا۔ اس نے لنچ کے لئے معذرت کر لی۔ البتہ رات آٹھ بجے اس نے کونپل ریسٹورنٹ میں ملاقات کا وقت طے کر لیا۔ ٹھیک آٹھ بجے میں وہاں پہنچ گیا۔ آج دفتر میں بہت کام تھا میں کہہ آیا تھا کہ نو بجے تک واپس آؤں گا۔ نیلما بھی ٹھیک وقت پر پہنچ گئی۔ میں نے اسے تقریباً تمام واقعات کسی قدر تفصیل سے سنا دیئے۔

وہ مجھ سے تشویش کے لہجے میں بولی۔ "آپ سب سے پہلے اپنا ریوالور بدل لیں۔"

"وہ کس لئے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"اس لئے کہ یہ ریوالور بہت عام ہو گئے ہیں اور غیر قانونی طور پر بڑی آسانی سے دستیاب ہیں۔" اس نے جواب دیا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی بیوی آپ کے ریوالور سے کسی کو قتل کر کے ریوالور جائے واردات پر پھینک دے۔ تب آپ پولیس کو کیسے مطمئن کریں گے کہ یہ قتل آپ نے نہیں کیا ہے۔"

"ریوالور پر میرے ہاتھ کے نشان ہوئے تو پولیس مجھے گرفتار کرے گی اور الزام دے گی۔" میں نے کہا۔ "میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ میرا ریوالور چوری ہو گیا تھا۔"

"آخر آپ اس کی نوبت ہی کیوں آنے دینا چاہتے ہیں؟" وہ پہلو بدل کر بولی۔

"مگر میں جو دوسرا ریوالور خریدوں گا کیا وہ کسی دوسرے کے پاس نہیں ہو گا؟"

"آپ کوئی ایسا ریوالور خریدیں جو کسی اور اعشاریہ کا ہو۔" وہ کہنے لگی۔ "کوئی چھ سات دن ہوئے ہیں سویڈن کے ساختہ ریوالور مارکیٹ میں آئے ہیں وہ 36 اعشاریہ کے ہیں۔ خوبصورت بھی ہیں اور خطرناک بھی۔ یہ پہلی بار اس ملک میں درآمد کئے گئے ہیں۔ ہیں۔"

میں نے چونک کر سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ "یہ بات تمہیں کس نے بتائی؟"

"میں پستول خریدنے اس دکان پر گئی تھی۔" وہ کہنے لگی۔ "باس نے مجھے اسلحے کا لائسنس بنا کر دیا ہے اس لئے کہ ان کے دشمن بہت ہیں انہوں نے حفظ ماتقدم کے طور پر تمام اسٹاف کے لئے اسلحہ رکھنا لازمی قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے خواتین اسٹاف سے کہا ہے کہ وہ مارشل آرٹ بھی سیکھیں میں بھی جوڈو کراٹے سیکھ رہی ہوں۔ آپ کو سن کر حیرت ہو گی میں نے تھوڑے ہی دنوں میں بڑی مہارت حاصل کر لی ہے۔"

"بہت خوب۔" میں نے اسے تعریفی نظروں سے دیکھا۔ "تم نے بڑی برق رفتاری سے اپنے آپ کو بدل لیا ہے۔"

"آج کل جو فضا اور حالات ہیں اس کے لئے ضروری ہے کہ عورت اپنی حفاظت خود کرے۔" وہ بولی۔ "کل دو لڑکوں نے مجھے سرراہ چھیڑا تھا۔ میں نے پہلی بار ان پر اپنے فن کا مظاہرہ کیا تو وہ خاک چاٹتے دکھائی دیئے۔ میرا خیال ہے اب میں کسی بھی خطرناک بدمعاش سے نمٹ سکتی ہوں۔" ہم دونوں کو یہاں بیٹھے ہوئے ساڑھے نو بج گئے۔ وقت صلاح ومشورے میں ہی گزر گیا۔ نیلما کا کہنا تھا کہ میں شمشاد سے ہوشیار رہوں۔ وہ عارف جمال سے بھی کہیں زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ عارف جمال سے اب گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس ٹیپ کی حفاظت بے حد ضروری ہے۔ اگر یہ ٹیپ کویتا کے ہاتھ لگ گیا تو وہ عارف جمال کو بلیک میل کرنے سے باز نہیں آئے گی۔ عارف جمال اس وقت ملک کے تمام پولیس افسران سے زیادہ مالدار شخص ہے۔ سعید الکبیر کی عزت کو شمشاد کے ہاتھوں سے بچانا بہت ضروری ہے۔ اب کویتا بیگمات کو بلیک میل کرنے کے لئے کوئی نیا مہرہ تلاش کرے گی۔ اس نے مناف کی محبوبہ کو شاید اس لئے پہلے قتل کیا تھا کہ وہ کویتا کے منصوبے سے آگاہ ہو چکی تھی۔ اس کے خیال میں، میں کسی وجہ سے کویتا کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچ گیا۔ یا تو اسے مہلت نہ مل سکی یا اس کے پاس کوئی اسلحہ نہیں تھا۔ اس کے

پاس جو ریوالور تھا وہ مناف کے کیبن میں گر گیا یا اس نے اس خیال سے دانستہ فرش پر
پھینک دیا تھا کہ اسے میرے آنے کی امید نہیں رہی تھی۔ عرشے پر اس نے میرے سر پر
کسی چیز سے ضرب لگائی تھی اور میں بے ہوش ہو گیا تب اسے قتل کرنے کا موقع ملا تھا
اس وقت میرے ہاتھوں میں ریوالور تھا وہ میرے ہاتھ سے ریوالور چھین کر قتل کرتی تو
آواز دور تک گونج جاتی۔ اس وقت شاید موٹر بوٹ کشتیاں اور لانچیں گزر رہی ہوں۔ وہ
اس لئے بھی فرار ہو گئی ہو گی کہ اسے میرے جلد ہوش میں آنے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہو گا۔

مجھے اندازہ نہ تھا کہ نیلما اس قدر ذہین ہے جب کوئی حسین عورت ذہانت کی بات
کرتی ہے تو وہ قیامت بن جاتی ہے۔ میں دفتر جاتے ہوئے نیلما کے بارے میں سوچ رہا تھا
کہ میں کویتا کا شوہر ہوتے ہوئے نیلما کی محبت سے باز نہیں رہ سکتا بلکہ ہم دونوں ہی ایک
دوسرے کی محبت میں گرفتار تھے۔ میں جب بھی اس سے ملا اس کی محبت اور مشوروں نے
میرے حوصلے اور استقلال کو بڑی تقویت پہنچائی ہے۔ کویتا نے مجھ پر جبر کر کے شادی کی
تھی وہ قانونی اور شرعی اعتبار سے میری جائز بیوی ہوتے ہوئے بھی ناجائز بیوی کی طرح
تھی۔ ایک تو اس نے مجھے بلیک میل کر کے شادی کی تھی۔ دوسرا اس نے میرا سارا ذہنی
سکون چھین لیا تھا۔ وہ ایک تتلی بنی ہوئی تھی۔ میلنگ میل کا پیشہ اس نے اپنا رکھا تھا۔
اس کے علاوہ منشیات فروشی اور اس کا استعمال کرنے لگی تھی میں ایک ایسی عورت سے
کس طرح سے محبت کر سکتا اور اسے دل میں جگہ دے سکتا تھا۔ وہ راہ راست پر ہوتی تو
شاید میں نیلما کی طرف کبھی نہیں دیکھتا۔ میں نیلما سے محبت کرنے پر مجبور تھا۔

تیسرے دن شام کے وقت مجھے اطلاع مل گئی تھی کہ نجم السحر چٹا گانگ سے واپس
آ چکی ہے۔ دوسرے دن صبح کی فلائٹ سے سعید الکبیر جیسور سے واپس آ رہے ہیں۔ اس
دن شمشاد نے مجھے سلہٹ سے ٹیلیفون کیا تھا کہ وہ کل صبح کی فلائٹ سے ڈھاکا آ رہا
ہے۔ میں ٹھیک آٹھ بجے اسے پچیس ہزار ٹاکا پہنچا دوں۔ اسے رقم کی سخت ضرورت ہے۔

☆======☆======☆

دوسرے دن صبح کویتا ناشتے کی میز پر آئی تو اس نے ایسا سنگھار کیا ہوا تھا کہ جیسے وہ
کسی فلم کے سیٹ پر جا رہی ہو۔ اس کے بے ہودہ لباس نے میرے تن بدن میں آگ لگا
دی۔ وہ جیسی بھی تھی میری بیوی تھی۔ اس پر میرے نام کا لیبل چسپاں تھا۔ اب جو بھی
دیکھے گا وہ یہی کہے گا کہ یہ ارشاد کی بیوی ہے۔

بے حیائی اور بے شرمی کی بھی حد ہوتی ہے اس کا لباس ایسا تھا کہ جسم کسی آتش

فشاں کی طرح پھٹ پڑنے کے لئے تیار تھا۔ اس وقت عبدل گھر پر نہیں تھا۔ اس نے
عبدل کو کسی کام سے دانستہ باہر بھیج دیا تھا۔ میں کویتا کے لباس پر سخت معترض ہوا لیکن
اس نے کان نہیں دھرا۔ اس نے اپنے پرس سے ایک کاغذ نکال کر میری طرف بڑھایا۔ یہ
پندرہ سولہ خواتین کے ناموں کی فہرست تھی جو بڑے گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ ہر
نام کے آگے ان کا ٹیلی فون نمبر' گھر کا پتا اور چار یا پانچ لاکھ کی رقم ہندسوں میں تحریر تھی۔

میں نے فہرست پر ایک اچٹتی سی نگاہ ڈالنے کے بعد حیرت سے پوچھا۔ "یہ کیا
ہے؟"

"یہ ان خواتین کی فہرست ہے جنہیں تم ٹیلی فون کر کے ان سے رابطہ قائم کرو گے
اور جو رقمیں درج ہیں وہ ان سے وصول کرو گے۔" وہ معنی خیز انداز سے مسکرانے لگی۔

"پھر وہ رقم تم میرے حوالے کر دو گے؟"

میں سمجھ تو گیا تھا پھر بھی انجان بن کر' بڑی معصومیت سے پوچھا۔ "یہ خواتین کس
خوشی میں تمہیں اتنی بڑی رقمیں ادا کریں گی؟"

"فلمیں ملنے کی خوشی میں جس میں انہیں منشیات خریدتے اور استعمال کرتے دکھایا
گیا ہے۔" اس کی مسکراہٹ گہری اور لہجہ زہریلا ہو گیا۔ "جس روز وہ رقم ادا کرنے کا
وعدہ کریں گی اس روز تم مجھ سے ان کی فلم کے ٹکڑے لے کر جاؤ گے جو پچیس سے
پچاس فٹ کے درمیان ہیں۔"

"گویا تم انہیں اس طرح بلیک میل کر رہی ہو جس طرح مناف نے کیا تھا؟" میں
نے اسے غور سے دیکھا۔ "تمہارے پاس ان خواتین کی فلمیں کہاں سے آئیں؟ یہ تو شاید
مناف کے پاس تھیں؟"

"میں انہیں بلیک میل نہیں کر رہی ہوں بلکہ راہ راست پر لا رہی ہوں کہ وہ آئندہ
یہ شوق نہ پالیں۔ وہ ایسی شخصیات کی بیگمات ہیں جو انتظامیہ میں بڑے عہدیدار ہیں۔ قوم
کو جب یہ معلوم ہو گا کہ ان کی بیگمات نشہ کرتی ہیں تو ایک ہنگامہ کھڑا ہو جائے گا۔
حکومت ہل جائے گی۔ اس کے علاوہ یہ شراب نوشی بھی کرتی ہیں اور جواء بھی کھیلتی
ہیں۔" اس نے سانس لینے کے لئے توقف کیا۔ پھر کہنے لگی۔ "میں نے مناف سے رابطہ
قائم کیا تو اس نے میرے ہاتھ ان کی فلمیں بیچ دیں کیونکہ اسے اپنی موت کا خوف لاحق ہو
گیا تھا اس کے ہم پیشہ ان چیزوں کے حصول کے لئے اسے قتل کرنے پر تل گئے تھے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے میں تمہارے اس گھناؤنے دھندے میں شامل ہو جاؤں گا۔"

"شامل نہیں ہونا ہے بلکہ ان شرفاء سے ان کی بلیک منی وصول کرنا ہے جس کی وجہ
سے وہ عیش کر رہے ہیں۔"

"میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ ان فلموں کو چولہے میں ڈالو۔ کہیں تمہیں مناف کی
طرح لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔"

"پچاس ساٹھ لاکھ روپے کا نقصان کر لوں؟" اس نے منہ بگاڑ کر کہا۔ "میں نے
مناف کو ان فلموں کے عوض بیس لاکھ ٹاکا ادا کئے ہیں۔"

"میرا خیال تو یہ ہے کہ تم اس رقم کو بھول جاؤ۔ کیونکہ میں تمہارا آلۂ کار کسی قیمت
پر نہیں بن سکتا۔"

"اگر تم نے میرا کہا نہیں مانا تو پھر ساری قوم تمہاری فاتحہ پڑھے گی۔" وہ تمسخرانہ
بولی۔

"اس کام کے لئے کیا میں ہی رہ گیا ہوں۔" میرے اندر نفرت اور غصے کی لہر اٹھی
میں نے ترش روی سے کہا۔

"ہاں۔" اس نے نخوت سے سر ہلایا۔ "تم میرے زر خرید شوہر ہو۔ میں تمہاری
محسن ہوں۔ کیا تم میرے احسان کا یہ بدلہ دے رہے ہو کہ میرا ایک ذرا سا کام نہیں کر
سکتے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ تم پھانسی کے پھندے.........."

"بکواس بند کرو۔" میں پھٹ پڑا۔ "تم نے مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا۔ میں نے کتنی
بڑی غلطی کی کہ میں تمہاری دھمکی میں آگیا۔ اس گیدڑ کی سو سال کی زندگی سے تو شیر کی
ایک دن کی عزت کی زندگی بہتر تھی۔"

"تم قاتل ہو، احسان فراموش ہو، کمینے اور ذلیل آدمی ہو۔ یاد رکھو تمہیں میرا کام ہر
صورت کرنا پڑے گا۔"

کویتا نے مجھے گالیاں دیں تو میں برداشت نہ کر سکا۔ وہ میرے بائیں ہاتھ پر بیٹھی
تھی۔ اس کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔ میں نے اس کے منہ پر پوری طاقت سے
زوردار تھپڑ رسید کیا کہ وہ کرسی سمیت الٹ کر فرش پر جاگری۔ فرش پر چونکہ قالین بچھا
ہوا تھا اس لئے اسے زیادہ چوٹ نہیں آئی۔ وہ فوراً ہی سنبھل کر کھڑی ہو گئی۔ اپنا لباس
اور بال درست کرتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ ایک لمحے کے لئے بھونچکی سی رہ گئی تھی
اسے شاید توقع نہیں تھی کہ میں اس پر ہاتھ چھوڑ دوں گا۔ دوسرے لمحے اس کی آنکھوں
میں خون اتر آیا۔ وہ کسی وحشت زدہ شیرنی کی طرح مجھ پر جھپٹی۔ اگر میں اس کے دونوں

ہاتھ مضبوطی سے پکڑ نہیں لیتا تو وہ اپنی انگلیوں کے لمبے لمبے ناخن میری گردن میں پیوست
کر دیتی یا پھر میری آنکھیں پھوڑ دیتی۔

کویتا نے اپنی کلائیاں چھڑانے کے لئے اپنی پوری طاقت جیسے صرف کر دی۔ وہ
میرے مقابلے میں بہت نازک اور کمزور سی شے تھی۔ میرے ہاتھوں کی گرفت اتنی مضبوط
اور اس قدر سخت تھی کہ اس کی کلائیاں چٹخنے لگی تھیں۔ وہ یکبارگی درد سے کراہ اٹھی۔
نفرت اور غصے سے اس کا چہرہ جل رہا تھا۔ اس لمحے وہ مجھے بہت بدصورت اور گھناؤنی لگ
رہی تھی۔ اس کے سارے جسم میں ایک ہیجان سا آگیا تھا۔ سانسیں بے ترتیب ہو رہی
تھیں۔ جب اس نے اپنی ہر کوشش اور جدوجہد ناکام دیکھی تو اس نے جھک کر چاہا کہ
میرے ہاتھ پر اپنے دانت گاڑ دے۔ میں نے برق رفتاری سے اس کا ایک ہاتھ چھوڑ دیا۔
پھر اسی تیزی سے اس کا ایک ہاتھ پیچھے لے جا کر موڑ دیا۔ پھر اس کا دوسرا ہاتھ پیچھے لے
گیا۔ اب وہ بے دست و پا ہو گئی تھی۔ پوری طرح میرے قابو میں آگئی۔ وہ بہت اچھلی،
تڑپی اس کا بس نہ چلا تو وہ گالیاں بکنے لگی۔ ایسی گالیاں کہ شاید ایک بازاری عورت بھی
زبان پر نہ لائے۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ اس کا سر زور سے دیوار میں دے ماروں لیکن
میں نے فوراً اپنے غصے پر قابو پایا۔ اسے اتنے زور سے دھکا دیا کہ وہ قلابازی کھاتی، لہراتی
ہوئی، کسی کٹی پتنگ کی طرح فرش پر جاگری۔

میں چاہتا تو اس کے چہرے کا جغرافیہ بگاڑ دیتا۔ اسے اس کی بدتمیزی کا مزہ چکھا دیتا۔
مگر ایک عورت سمجھ کر اسے میں نے بخش دیا تھا۔ میں یوں بھی کسی عورت پر ہاتھ اٹھانا
مردانگی نہیں سمجھتا تھا۔ مجھے اس لمحے احساس ہوا کہ میں نے اس کے ساتھ زیادتی کر دی
ہے۔ میری نفرت اور غصے میں کچھ کمی آنے لگی۔

کویتا ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی لیکن اس کی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ مجھے ایسا
لگ رہا تھا اس کی آنکھیں جیسے ابل کر باہر آگئی ہوں۔ وہ قریب پڑی تپائی پر ہتھیلیاں ٹکا کر
آہستہ آہستہ کھڑی ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے بال بکھر گئے تھے اور لباس بے
ترتیب ہو گیا تھا وہ مجھے کسی خونخوار چڑیل کی طرح گھور رہی تھی جیسے میرا نرخرہ اپنے
دانتوں میں دبا کر خون پی جائے گی۔ اس کا وہ رخسار سرخ ہو رہا تھا جس پر میرا زوردار تھپڑ
پڑا تھا۔

میں کویتا کی طرف بڑھا۔ "میرا ارادہ ہرگز تمہیں مارنے کا نہیں تھا۔ مجھے افسوس
ہے کہ میں نے.........."

وہ تیزی سے میری بات کاٹتے ہوئے جذباتی انداز سے بولی۔ "تمہارا بس چلے تو تم مجھے قتل کر دو.......... تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تاکہ تم پھانسی پر نہ چڑھ سکو لیکن میں تمہیں بتا دوں، تم نے مجھے قتل بھی کر دیا تو بچ نہ سکو گے۔ وہ تصویریں اور فلم میں نے ایک ایسے شخص کے پاس رکھوا دی ہیں جو میری موت پر انہیں پولیس کے حوالے کر دے گا۔"

"تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "مجھے تمہیں قتل کرنا ہوتا تو کب کا کر چکا ہوتا۔"

"ہاں، میں نے تمہیں غلط سمجھا۔" وہ اس طرح تن کر کھڑی ہو گئی جیسے وہ مجھ پر حملہ آور ہونے کی تیاری کر رہی ہو۔ میری نرمی سے اس کا حوصلہ جیسے بڑھ گیا تھا۔ "میں تمہیں بخشوں گی نہیں۔ میں اب سمجھ گئی ہوں کہ تم اس لئے شیر ہو رہے ہو کہ نیلا ابو سرکار کے ہاں ملازمت کر رہی ہے۔ ابو سرکار تمہیں سعید الرحمان کے قتل سے بری کروا دے گا۔ یہ حسرت بھی پوری کر کے دیکھ لو۔"

"تم کمرے میں جا کر آرام کرو۔" میں نے مفاہمانہ انداز سے کہا۔ "تمہیں اس وقت غصے میں کچھ سجھائی نہیں دے رہا ہے۔"

"میں آرام نہیں کروں گی بلکہ پولیس سٹیشن جاؤں گی۔" وہ غضب ناک ہو کر بولی۔ "میں کہوں گی کہ یہ اس عظیم شخص کا کارنامہ ہے جو روزنامہ آفاق کا ایڈیٹر ہے۔ جو حقوق نسواں اور حقوق انسانیت کی بات کرتا ہے۔"

پھر میرا غصہ عود کر آیا۔ "اگر تم نے گھر سے باہر قدم نکالا تو تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گا۔"

"کیا کہا؟ تم میری ٹانگیں توڑو گے؟" اس کی آنکھیں چنگاریاں برسانے لگیں۔ اس پر دوبارہ وہی جنون طاری ہو گیا۔ وہ مجھ پر جھپٹی میں چونکہ چوکنا تھا اس لئے وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ پھر وہ چیخ پکار اور گالم گلوچ پر اتر آئی۔ میرا خون کھولنے لگا۔ میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ باز نہیں آئی۔ جب اس نے میری ماں کی شان میں گستاخانہ جملے ادا کئے تو پھر مجھ پر دیوانگی طاری ہو گئی۔ میں نے پھر اس کے منہ پر تین چار زوردار تھپڑ رسید کئے۔ اس نے میرا منہ نوچنے اور تھوکنے کی کوشش کی تھی۔ ہاتھا پائی بھی کی۔ اس وجہ سے اس کے کپڑے بھی پھٹ گئے۔ جب اس نے میری ماں کو فاحشہ کہا تو میں نے میز سے پھل کاٹنے والی چھری اٹھا لی۔ پھر میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "اگر تم

نے میری ماں کے خلاف ایک لفظ بھی کہا تو یہ چھری تمہارے پیٹ میں اتار دوں گا۔"

میرے ہاتھ میں چھری اور میرے چہرے کے تاثرات دیکھ کر وہ سہم گئی لیکن اس نے بے خوفی ظاہر کرنے کے لئے اپنے پھٹے ہوئے لباس کی طرف دیکھا جو بے حد قیمتی اور بالکل نیا تھا۔ آج ہی اس نے اسے پہلی بار پہنا تھا مجھے اس لباس کے پھٹ جانے سے خوشی ہوئی تھی۔ یہ لباس تو اس لائق بھی نہیں تھا کہ کوئی اداکارہ پہن کر فلم میں کام کرے مگر اسے بڑا دکھ ہوا تھا۔ نفرت اور غصے سے اس کا چہرہ تمتمانے لگا۔ پھر وہ میری طرف پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی تو اس کی آواز گلے میں اٹک رہی تھی۔ "تم نے مجھے بری طرح مارا ہے۔ تمہیں جلد ہی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا سمجھے.........."

"تم ایک بات کان کھول کر سن لو۔" میں نے ترش روی سے کہا۔ "تم پولیس کے پاس میری تصویریں اور فلم لے کر جاؤ گی تو تم بھی بچ نہ سکو گی۔ اس لئے کہ میرے پاس تمہاری وہ فلم اور تصویریں ہیں جو مجھے مناف نے دی تھیں۔ وہ تمہیں بھی جیل میں سڑانے کے لئے کافی ہیں اور تم شاید یہ بات بھی جانتی ہو کہ منشیات فروشی اور اس کا استعمال کتنا بڑا جرم ہے اور اس کی کتنی سخت سزا ہے۔"

وہ بری طرح چونکی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ "وہ تمہارے پاس نہیں میرے پاس ہیں۔"

"نہیں، وہ میرے پاس ہیں۔ میں نے اسے بڑی حفاظت سے سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔"

اس لمحے اس کا چہرہ مردے سے بھی بدتر ہو گیا۔ اسے جیسے میری بات کا یقین نہیں آیا۔ وہ ایک دم تیزی سے گھومی اور خواب گاہ کی طرف لپکی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ فلم اور تصویریں اور میری الماری میں ہوں گی۔ وہ انہیں الماری سے نکالنا چاہتی تھی۔ میں بھی چھری میز پر رکھ کر اس کے پیچھے برق سرعت سے لپکا اور اسے کمرے کی دہلیز پر جا لیا۔ اس کا ہاتھ پکڑ کے اسے روک لیا تو اس نے ایک جھٹکے سے چھڑانے کی کوشش کی میں نے اس کا دوسرا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔ "سنو، یہ چیزیں گھر پر نہیں ہیں۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔" وہ ناگن کی طرح پھنکاری اور کسمسانے لگی۔

میں نے اس کے ہاتھ چھوڑ دیئے اور اپنی جیب سے الماری کی چابیاں نکال کر اس کی طرف بڑھائیں۔ "تم اپنی تسلی کر سکتی ہو۔" وہ ایک دم سے سرد ہو گئی۔ ایک ٹک چابیوں

کو دیکھنے لگی۔ اس نے میرے ہاتھ سے چابیاں نہیں لیں۔ دوسرے لمحے وہ تیر کی مانند کمرے میں داخل ہوئی اور بستر پر شہتیر کی طرح گر پڑی اور تکئے میں منہ چھپا کر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میں چند لمحوں کے بعد بستر پر اس کے پاس بیٹھ گیا۔ میں خود بھی نہیں چاہتا تھا کہ بات بڑھے۔ یہ بات دونوں کے حق میں نہیں جاتی تھی۔ بدنامی رسوائی اور ذلت مجھے پسند نہیں تھی۔ وہ تو سزا پا کر رہا ہو جاتی۔ میں ناکردہ گناہ کی سزا پاتا اور سولی پر چڑھ جاتا۔ پولیس کے پاس جانا کسی بھی لحاظ سے میرے لئے مفید نہیں تھا۔

کویتا کی حالت ایک شکست خوردہ سپاہی کی سی ہو رہی تھی۔ وہ جس سے فائدہ اٹھانا چاہ رہی تھی وہ اس کے لئے نقصان دہ بن گئی تھی۔ اب اس کی گردن میرے ہاتھ میں آ گئی تھی۔ اب میں بھی اسے بلیک میل کرنے کی پوزیشن میں آگیا تھا مگر ایک لحاظ سے اب بھی اسی کا پلہ بھاری تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا اس سے کسی قسم کی دشمنی مول لوں۔ میں کر نیک دل کمزور آدمی کی طرح اس سے صلح کرنے کی تدبیر سوچنے لگا۔

چند لمحوں کے بعد اس کے بالوں کو بڑی محبت سے آہستہ آہستہ سہلانے لگا۔ اس نے میرا ہاتھ جھٹکا نہیں' میں سمجھ گیا کہ اس نے اندازہ کر لیا کہ اس کا کھیل ختم ہو گیا ہے' وہ یک لخت اٹھی اور بستر سے نکل کر فرش پر دو زانو ہو کر اپنا آنسوؤں سے بھیگا ہوا چہرہ میرے گھٹنوں میں دے کر گڑگڑانے لگی۔ "مجھے معاف کر دو۔"

مجھے توقع نہیں تھی کہ وہ ایک دم سے برف کی مانند پگھل جائے گی۔ اس نے مجھ سے معافی مانگی یہ بات میرے لئے حیران کن تھی۔ مگر مجھے اس کی بات کا اعتبار نہیں آیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ ریاکاری اور منافقت سے کام لے رہی ہے تاکہ وہ فلم اور تصویریں حاصل کر سکے۔ میں نے اسے آزمانے کے خیال سے کہا۔ "میں تمہیں ایک شرط پر معاف کر سکتا ہوں۔"

اس نے سر اٹھا کر بھیگی بھیگی آنکھوں سے دیکھا۔ "کس شرط پر؟"

"مجھے میری فلم اور تصویریں واپس کر دو تو میں تمہیں صدق دل سے معاف کر دوں گا۔" میں نے کہا۔

وہ سوچنے لگی۔ چند لمحوں کے بعد بولی۔ "میں یہ چیزیں تمہیں دے دوں گی مگر میری بھی ایک شرط ہے۔"

"مجھے یہ چیزیں ملنے کے بعد میں تمہاری ایک نہیں دس شرطیں ماننے کے لئے تیار ہوں۔"

"تم نیلما سے نہیں ملو گے؟"

"میں نیلما سے نہیں ملوں گا لیکن تمہیں ایک اچھی بیوی بننا ہو گا۔ مجھے بیوی کی ضرورت ہے تتلی کی نہیں۔" میں نے کہا۔ "اس کے علاوہ تم منشیات فروشی اور اس کے استعمال سے بھی توبہ کر لو گی۔ شراب کو کبھی بھولے سے بھی ہاتھ نہیں لگاؤ گی۔ نہ جواء کھیلو گی اور نہ ہی کسی کو بلیک میل کرو گی؟"

اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا تو وہ سرد ہو رہے تھے۔ وہ بڑے سکون اور پُراعتماد لہجے میں بولی۔ "میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں ان تمام برائیوں سے ابھی اور اسی وقت سے قطع تعلق کر لوں گی۔ میں تمہاری آئیڈیل عورت کی طرح بننے کی کوشش کروں گی۔"

میں نے اسے اٹھا کر بستر پر اپنے پاس بٹھا لیا تو اس نے اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا۔ مجھے اس کے اس اظہار محبت کے انداز پر ذرا برابر بھی اعتبار نہیں آیا۔ وہ ایک رنگین تتلی تھی۔ مکار لومڑی کی طرح تھی۔ میں اسے اور اس کے وعدوں کی حقیقت کو جانتا تھا پھر بھی اس مسئلے کو فوری طور پر نمٹانا اشد ضروری تھا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کوئی نیا کھیل کھیل جائے۔ میں نے اس کو قریب کر لیا اور محبت پاش لہجے میں بولا۔ "کویتا! تم واقعی اچھی بیوی بن گئیں تو میرے لئے اس سے بڑی دولت کوئی نہ ہو گی۔"

"اس کے لئے تمہیں اس دیوار کو گرانا ہو گا جو ہمارے درمیان کھڑی ہوئی ہے۔" وہ میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر رونے لگی۔ "تم مجھے وہ فلم اور تصویریں واپس کر دو تاکہ میں ذہنی سکون سے زندگی گزار سکوں۔"

"جب تم کہو گی میں وہ چیزیں واپس کر دوں گا لیکن تمہیں اس کے بدلے میری چیزیں بھی واپس دینا ہوں گی۔"

"مجھے منظور ہے۔" اس نے مدھم لہجے میں کہا۔ "تم میری چیزیں لا دو۔ پھر میں تمہاری چیزیں تمہیں دے دوں گی۔"

"تم میری چیزیں مجھے اس ہاتھ دو گی اور اپنی چیزیں اس ہاتھ لو گی۔" میں نے تجویز پیش کی۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے اپنا چہرہ اوپر اٹھا کر مجھے مخمور نگاہوں سے دیکھا۔ "تم میری چیزیں لے کر آج سہ پہر کے وقت مگ بازار کے بنگلے پر پہنچ جانا۔"

"مگ بازار کا بنگلہ؟ یہ کس کا گھر ہے۔" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"میری ایک دیرینہ سہیلی اکبری کا مکان ہے۔" اس نے جواب دیا۔ پھر مجھے اس نمبر اور گلی کا نام بتایا۔

لوگ کہتے ہیں کہ بڑا مزہ ہے اس ملاپ میں جو صلح ہو جائے جنگ ہو کر' اس نے مجھے محبت بھری نظروں سے دیکھا اس نے تجدید محبت میں بڑی گرمجوشی دکھائی۔ اس طرح اس نے مجھے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ اس کا دل میری طرف سے صاف ہو چکا ہے۔ مگر مجھے یہ سب کچھ فریب اور ڈھونگ لگا۔ وہ ایک اچھی اداکارہ تھی۔ عورت جب بھی کسی مرد کو بے وقوف بنانا چاہتی ہے تو اپنی دل فریب اداؤں سے اس کو لبھاتی ہے۔ میں اس کی اس حرکت پر اپنے دل میں ہنس کر رہ گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنی الماری سے ایک نیا جوڑا لے کر بدلنے کے لئے باتھ روم گئی تو میں نے اپنی جیب سے چابیاں نکال کر الماری کھولی۔ خفیہ دراز سے کویتا کی فلم اور تصویریں نکال کر جیب میں رکھ لیں۔ یہ کویتا کی وہی فلم اور تصویریں تھیں جو مجھے مناف نے دی تھیں اور اس کے ماسٹر پرنٹ کے تین چار لاکھ ٹاکا طلب کئے تھے۔ پس پردہ صیاد تو کویتا تھی۔ آج صیاد خود اپنے ہی دام میں آ گیا تھا۔ میں نے اس سے جھوٹ بولا تھا کہ وہ فلم اور تصویریں الماری میں نہیں ہیں۔ میں نے اس کی طرف الماری کی چابیاں بڑھا کر نفسیاتی حربہ آزمایا تھا جو کارگر ثابت ہوا تھا۔

☆======☆======☆

میں دفتر پہنچا تو نجم السحر موجود تھی۔ وہ بڑی تر و تازہ دکھائی دے رہی تھی اس کے چہرے پر ایک عجیب نکھار اور دمک تھی۔ اس کی آنکھوں میں خمار سا بھرا ہوا تھا۔ وہ بہت خوش دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے میرے دریافت کرنے پر بتایا کہ اس کی آنٹی کی طبیعت سنبھل گئی ہے۔ وہ اب ہسپتال سے گھر آ گئی ہے۔ اس کی صحت یابی نے اسے ایک عجیب خوشی سے ہمکنار کیا تھا۔

میں نے ڈاک ایک طرف رکھ دی۔ میز کی دراز سے ٹیپ ریکارڈر نکال کر اس میں شمشاد قاضی والا ٹیپ چڑھانے لگا تو اس نے پوچھا۔ "یہ کیا ہے؟"

"یہ ایک بہت ہی بری خبر ہے جسے سن کر تم پر بجلی آ گرے گی۔" میں نے جواب دیا۔

میں نے ٹیپ آن کر دیا۔ وہ بڑی خاموشی اور توجہ سے سننے لگی۔ اس کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ پھر سفید پڑ گیا۔ پھر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ جب اس نے ساری باتیں سن لیں تو میں

نے اسے آف کر دیا۔ وہ چند لمحوں تک سکتے کی کیفیت میں بیٹھی رہی۔ ساکت و جامد سی ہو گئی۔ پھر وہ چونک کر بولی۔ "یہ سراسر جھوٹ اور بہتان ہے۔ ہرزہ سرائی ہے ایک فرشتہ صفت آدمی کے خلاف' وہ ہرگز ایسے نہیں ہیں۔"

تھوڑی دیر تک میں اس سے صلاح و مشورہ کرتا رہا کہ باس سے اس موضوع پر بات کروں کہ نہیں' انہیں اعتماد میں لے کر کہوں کہ اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں ان کی ہر ممکن مدد کرنے اور بلیک میلر سے نجات دلانے کے لئے تیار ہوں۔ نجم السحر نے مجھ سے کہا کہ وہ اس موضوع پر لنچ میں بات کرے گی۔ اس لئے کہ کام بہت پھیلا ہوا ہے۔ اس وقت تک وہ کوئی تدبیر بھی سوچ لے گی۔

دن کے بارہ بجے شمشاد کا ٹیلیفون آیا وہ بہت خوش لگ رہی تھی میں نے اس سے پوچھا۔ "تم نے کیسے ٹیلیفون کیا؟"

"آج رات آپ پچیس ہزار ٹاکا لے کر پہنچ رہے ہیں نا؟"

"ہاں۔" میں نے کہا۔ "اگر تمہیں جلدی ہے تو تم میرے دفتر آ کر رقم لے جا سکتی ہو۔"

"میں نے اس لئے آپ کو ٹیلیفون کیا ہے کہ آپ رات پچاس ہزار کی رقم اور لیتے آئیں۔"

"وہ کس لئے؟"

"اس لئے کہ میں نے سعید الکبیر کی ایک فلم بلیک میلر سے دھوکے سے حاصل کر لی ہے جس میں وہ اپنی محبوبہ کے ساتھ کاکس بازار کے ساحل پر راز و نیاز میں مصروف ہیں۔ فلم بہت صاف اور واضح ہے۔ محبوبہ کا نام بھی معلوم ہو گیا ہے اور بلیک میلر کا بھی۔ اس فلم کی قیمت صرف پچاس ہزار ٹاکا ہے۔ کیا اسے آپ خریدنا پسند فرمائیں گے؟"

"میں فلم دیکھ کر ہی کچھ کہہ سکوں گا۔"

"آج آپ آ کر فلم لے جائیں۔ اسے پروجیکٹر پر دیکھ کر اچھی طرح سے اپنا اطمینان کر لیں۔ پھر آپ اس کی ادائیگی کریں مجھے آپ پر بھروسا ہے۔"

ٹیلیفون پر گفتگو کا سلسلہ منقطع ہوتے ہی نجم السحر میرے کمرے میں آ گئی۔ اس کا چہرہ سفید پڑا ہوا تھا۔ اس نے ٹیلیفون پر ہم دونوں کی گفتگو سن لی تھی وہ مجھ سے پھنسی پھنسی آواز میں بولی۔ "آپ اس فلم کو ہر قیمت پر خرید لیں۔ اگر یہ فلم عارف جمال یا کسی اور شخص کے ہاتھ لگ گئی تو بہت برا ہو گا۔ سب کچھ تباہ ہو جائے گا باس کی برسوں کی

عزت ایک لمحے میں خاک میں مل جائے گی۔"

"یہ عورت کون ہے جس نے باس جیسے شخص کو اپنا اسیر بنا لیا ہے؟" میں نے پوچھا۔ "کیا تمہیں کچھ اندازہ ہے؟"

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔ "فلم دیکھنے کے بعد ہی پتا چلے گا کہ وہ کون ہے۔"

"جو عورت بھی ہو گی بلاشبہ وہ بہت حسین ہو گی۔" میں نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"عورت حسین ہو یا جوان ہو اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں۔" وہ دل گرفتہ لہجے میں بولی۔ "اصل بات اس ادارے کی عزت ہے سعید الکبیر کی عزت ہے۔ ان کی ذات پر حرف آنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مشن ختم ہو کر رہ جائے گا جو انہوں نے چلا رکھا ہے۔ سعید الکبیر کو تو چاہئے تھا کہ وہ اس عورت سے شادی کر لیتے دوسری شادی کرنا جرم تو نہیں ہے۔"

"تم کس لئے اس قدر پریشان ہو رہی ہو؟" میں نے اسے دلاسا دیا۔ "میں آج رات جا کر اس سے فلم لے آؤں گا۔ پھر نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔"

میں سہ پہر کے وقت دفتر سے نکل کر مگ بازار پہنچا مجھے امید نہیں تھی کہ وہاں کویتا ہو گی اگر ہو گی تو میری چیزیں مجھے دے دے گی۔ پھر بھی میں ایک موہوم امید لے کر پہنچا۔ اطلاعی گھنٹی بجانے پر دربان کے بجائے اکبری نے دروازہ کھولا۔ اکبری تیس بتیس برس کی ایک پرکشش عورت تھی۔

وہ بھی شمشاد قاضی ٹائپ کی عورت تھی وہ مجھے نشست گاہ میں لے کر پہنچی تو میں نے کویتا کو اپنا منتظر پایا۔ اس کا چہرہ سوجا ہوا تھا۔ میرے زوردار تھپڑ نے اس کے چہرے کو بگاڑ کر رکھ دیا تھا میک اپ کی تہہ نے اس کے چہرے کو کسی قدر بہتر بنا دیا تھا۔ وہ اسی بے ہودہ لباس میں تھی جس پر میں نے صبح اعتراض کیا اور پھاڑ دیا تھا۔ یہ دوسرے رنگ کا نیا لباس تھا اس نے مجھے جلانے کی غرض سے اس لباس کو دوبارہ پہنا تھا۔

میں نے نشست گاہ میں ان دونوں کے سوا کسی اور کو نہیں دیکھا۔ کویتا نے چھوٹتے ہی مجھ سے سرد مہری سے پوچھا۔ "فلم اور تصویریں لائے ہو؟"

"ہاں!" میں نے جیب سے لفافہ نکال کر اسے دکھایا اور پوچھا۔ "میری فلم، تصویریں اور نیگیٹوز تم لائی ہو؟"

اس نے اپنے چرمی پرس میں سے ایک پھولا ہوا لفافہ نکال کر میری طرف بڑھایا۔ "یہ رہا لفافہ اس میں تمہاری تمام چیزیں ہیں۔"

پھر ہم دونوں نے اس ہاتھ لے اور اس ہاتھ دے کے مصداق لفافے دیئے اور میں نے اس کے ہاتھ سے لفافہ لے کر اسے کھول کر دیکھا تو اس میں ردی بھری ہوئی تھی اس میں نہ تو فلم تھی نہ تصویریں اور نہ نیگیٹوز تھے۔ میں نے چونک کر حیرت سے کویتا کی طرف دیکھا تو وہ مجھے استہزائی نظروں سے دیکھ رہی تھی اس کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ ناچ رہی تھی۔

میں نے غصے سے لفافے کے پرزے پرزے کر کے فرش پر پھینک دیئے۔ "یہ کیا حرکت ہے؟"

کویتا پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔ وہ چند لمحوں کے بعد ہنسی پر قابو پا کے خشونت سے بولی۔ "تم نے کیا مجھے احمق سمجھ رکھا تھا؟ میں نے تم سے انتقام لیا ہے تمہیں تو شرم بھی نہیں آئی تھی ایک عورت پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے' میں تمہاری بیوی تھی کوئی زر خرید لونڈی نہیں۔"

"سارا جھگڑا صبح ہی رفع دفع ہو گیا تھا۔" میں نے اپنے غصے کو ضبط کرتے ہوئے بڑی نرمی سے کہا۔ "ہم دونوں نے آپس میں ایک نیا معاہدہ کیا تھا کہ ایک نئی اور خوشگوار زندگی کا آغاز کریں گے۔ تم نے اس وقت بددیانتی کی ہے۔"

"کیسا معاہدہ؟ کون سا معاہدہ؟ کس بات کا معاہدہ؟ اس پر مٹی ڈالو۔" وہ تلخی سے بولی۔

"کویتا!" میرے پورے جسم میں کھولن ہونے لگی۔ میں نے ہذیانی لہجے میں کہا۔ "تم واقعی ایک ذلیل ترین عورت ہو مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ تم کسی شریف آدمی کی بیٹی نہیں ہو۔ تمہاری ماں بھی شاید تم جیسی عورت تھی۔"

"میں کہتی ہوں بکواس بند کرو۔" اس کی آنکھیں شعلہ بن گئیں۔ اس کا جسم غصے سے کانپنے لگا۔ وہ حقارت سے بولی۔ "تم میری نظروں کے سامنے سے دفع ہو جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں تمہیں شوٹ کر دوں۔"

میں نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "تم نے میرے ساتھ فراڈ کر کے اچھا نہیں کیا۔ تمہیں اس کی سزا ضرور ملے گی۔"

"سنو مجھے دھمکی دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔" وہ ناگن کی طرح پھنکاری۔ "یہاں سے جانے سے پہلے میری ایک بات غور سے سنتے جاؤ' آج سے تم میرے زر خرید غلام ہو۔ تمہیں میری ہر بات ماننا ہو گی۔ اگر تم نے حکم عدولی کی تو یاد رکھو میں تمہیں سولی پر

چڑھانے میں ایک دن بھی دیر نہیں کروں گی۔ اب تم میرے رحم و کرم پر ہو۔"

"کیا تمہیں اس رقم کی ضرورت ہے جس کا مطالبہ مناف نے کیا تھا؟"

"ہاں!" وہ زہرخند لہجے میں کہنے لگی۔ "میں نے صبح جو تمہیں بیگمات کی فہرست دی تھی کہ ان سے رقمیں وصول کر کے مجھے پہنچاؤ وہ میں بیڈ روم میں رکھ آئی ہوں۔ تم کل سے ان سے رابطہ قائم کرنا شروع کر دو گے میں تم سے روزانہ کی رپورٹ لیا کروں گی۔"

میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ اس سے بحث کرنا اور الجھنا فضول تھا اور پھر میں یہاں سے جلد سے جلد نکل جانا چاہتا تھا میں بجلی کی سی سرعت سے باہر نکل آیا۔ پھر میں نے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اس کا انجن جلدی سے اسٹارٹ کیا۔ دوسرے لمحے گاڑی ایک جھٹکے سے آگے بڑھی۔ میں نے عقبی آئینے میں دیکھا تو میرے لبوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ رینگ گئی۔ بنگلے کے گیٹ پر میں نے کویتا کو پیچ و تاب کھاتے اور لال پیلے ہوتے دیکھا۔ اسے گیٹ پر میرے تعاقب میں آنے میں چند لمحوں کی دیر اس لئے ہو گئی تھی کہ میں نے اسے جو لفافہ دیا تھا' اسے چاروں طرف سے ٹیپ لگا کر بند کیا ہوا تھا۔ اسے ٹیپ الگ کرنے میں چند لمحوں کی دیر ہو گئی تھی۔ جب اس نے لفافہ کھول کر دیکھا ہو گا تو اس میں ایک بیس برس پرانی بنگلہ فلم کا تیس فٹ کا ٹکڑا اور بندر کی دو پوسٹ کارڈ سائز کی تصویریں تھیں جن میں وہ منہ چڑا رہے تھے۔ ہم دونوں ہی نے ایک دوسرے کو دھوکا دیا تھا۔

☆======☆======☆

میں دفتر پہنچا تو شام کے پانچ بجے رہے تھے نجم السحر کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ وہ ٹوٹی ٹوٹی سی نظر آ رہی تھی۔ اس نے سعید الکبیر کو بلیک میل کرنے کا بڑا جذباتی اثر لے لیا تھا۔ اس کے دل میں سعید الکبیر کے لئے بڑا احترام اور عقیدت تھی۔ وہ ذہنی طور پر اس قدر الجھی ہوئی تھی کہ میں نے اس سے کہا کہ وہ گھر جا کر آرام کرے اس کی رائے یہ تھی کہ شمشاد سے فلم حاصل کرنے کے بعد سعید الکبیر کو دے دی جائے اور انہیں سمجھایا جائے کہ وہ اس عورت سے شادی کر لیں یا پھر اس سے ہمیشہ کے لئے قطع تعلق کر لیں ورنہ کب تک یہ راز چھپا رہے گا۔ اگر کسی دشمن کے علم میں یہ راز آ گیا تو وہ رائی کا پہاڑ بنا دے گا۔

نجم السحر شام چھ بجے اپنے گھر چلی گئی۔ میں سات بج کر چالیس منٹ پر دفتر سے شمشاد کے ہاں جانے کے لئے نکلا۔ شانتی نگر میں جو پارک تھا میں نے اپنی گاڑی روک لی

جگہ سنسان اور ویران تھی۔ میں نے بہروپ بھرا۔ میں نے اپنی گاڑی سویرا پارکنگ لاٹ پر کھڑی نہیں کی۔ اس لئے کہ ایک تقریب کی وجہ سے وہاں جگہ نہیں تھی۔ مہمانوں کی گاڑیوں سے وہ جگہ بھر گئی تھی میں نے کچھ فاصلے پر گاڑی روک لی۔ سویرا اپارٹمنٹس کے احاطے میں اتنی رونق اور چہل پہل تھی کہ کسی نے مجھے غور سے نہیں دیکھا۔ دربان بھی دکھائی نہیں دیا۔ وہ مجھے دیکھتا تو مجھے ضرور پہچان لیتا۔ اس لئے کہ میں نے اسے اس روز ٹپ دی تھی۔

میں لفٹ سے شمشاد کے اپارٹمنٹ پر پہنچا۔ اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو میری نظر دروازے پر پڑی وہ مجھے کھلا ہوا دکھائی دیا۔ اس نے میری آمد کے خیال سے کھلا ہی رہنے دیا تھا۔ مجھے بھینی بھینی خوشبو سی محسوس ہوئی۔ میں نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اسے اندر کی طرف آہستہ سے دھکا دیا تو وہ بے آواز کھل گیا۔ میں نے اندر داخل ہو کر دروازہ بھیڑ دیا۔ میں نے دیکھا صرف نشست گاہ اور اس کی خواب گاہ میں روشنی ہو رہی تھی۔ باقی تمام کمروں سے اندھیرا جھانک رہا تھا۔ اندر سے پورا اپارٹمنٹ سینٹ کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔ یہ خوشبو اس کے کمرے سے آ رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اپنے لباس پر سینٹ کا اسپرے کر رہی ہو یا پھر سینٹ کی شیشی گر کر ٹوٹ گئی ہو۔ وہ شاید تیار ہو رہی تھی۔ میں اسے آواز دیتا ہوا اس کی خواب گاہ کی طرف بڑھا۔ اس لئے کہ اس نے میری آواز کا جواب نہیں دیا تھا۔ شاید اس نے میری آواز نہیں سنی تھی۔

میں کمرے کے باہر رک گیا۔ دہلیز پر ریشمی پردہ پڑا ہوا تھا مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے شمشاد نے بڑی آہستگی سے مجھے اندر آنے کے لئے کہا ہو۔ میں چند لمحوں کے بعد دہلیز پر لہراتا ہوا پردہ ہٹا کر اندر داخل ہوا تو میرے دل کی حرکت جیسے رک گئی۔ میرے قدم جیسے پتھر کے بن گئے۔ سردی کی لہر سی پورے جسم میں نیزے کی انی کی طرح کاٹتی ہوئی اتر گئی۔ شمشاد کی لاش بستر پر پڑی خون میں نہا رہی تھی۔ اس کے سینے میں چاقو اس طرح اتارا ہوا تھا جس طرح سعید الرحمان کے سینے میں پیوست تھا مگر شمشاد کو بڑے بہیمانہ انداز میں قتل کیا گیا تھا۔ اس کا پیٹ چیر دیا گیا تھا۔ اس کی آنتیں پیٹ کے اندر سے نکل کر ایک طرف ڈھیر ہو گئی تھیں۔ بستر پر فرش پر خون ہی خون پھیلا ہوا تھا۔ اس کے سینے میں خنجر تو شاید بعد میں اتارا گیا تھا' اس کے جسم میں اتنے گہرے زخم تھے کہ ہر زخم سے لہو رس رہا تھا۔ قاتل نے اس کی لاش کو مسخ کرنے کے لئے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ اس کی پُر تشدد

اور اذیت ناک موت کی گواہی اس کا ہر زخم دے رہا تھا مجھے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا بہت دشوار ہو رہا تھا۔ میں دیوار کا سہارا نہیں لیتا تو شاید گر پڑتا۔ میں نے ایک لمحے کے لئے اپنی آنکھیں بند کر لیں اس دل خراش نظارے نے میری ساری طاقت سلب کر لی مجھے دفعتاً الٹی سی محسوس ہوئی تو میں نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور اپنی طاقت مجتمع کرنے کی کوشش کی۔

میں نے اپنے آپ کو جلد ہی سنبھال لیا میں نے کمرے سے نکلتے وقت میز کی طرف دیکھا۔ میز پر اس کا پرس کھلا پڑا تھا اور اس کی ساری چیزیں بکھری پڑی تھیں۔ قاتل وہ فلم لینے آیا تھا اس کا قاتل بلیک میلر ہی تھا اس نے شمشاد کو بھی انتقام کا نشانہ بنایا تھا۔ وہ شاید نہیں چاہتا ہو گا کہ شمشاد بھی سعید الکبیر کو بلیک میل کر کے فائدہ اٹھاتی رہے۔ وہ بغیر فلم کے بھی بلیک میل کر سکتی تھی۔ اس لئے کہ اسے سعید الکبیر کی محبوبہ اور بلیک میلر کا نام بھی معلوم ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ شاید اس نے جیداد پور کے مکان کا بھی پتہ چلا لیا تھا۔

مجھے کچھ خبر نہیں کہ میں کیسے اور کس طرح اپنے دفتر پہنچا۔ میرا دماغ سنسنا رہا تھا اور دل کی حالت بھی بڑی غیر ہو رہی تھی۔ میں نے اپنے لئے پانی اور کافی منگوائی۔ میں نے چپراسی اور اپنے ماتحتوں سے کہہ دیا کہ مجھے کوئی ایک گھنٹے تک ڈسٹرب نہ کرے۔ کوئی ملاقاتی یا ٹیلیفون کال آئے تو ٹرخا دیا جائے کسی ماتحت کو کوئی ضروری بات کرنا ہو تو وہ انٹر کام پر بات کرے۔ اس لئے کہ میرے سر میں سخت درد ہو رہا ہے۔

میں نے کافی پینے کے بعد نجم السحر کو اس کے گھر ٹیلیفون کیا تو اس کی خادمہ نے بتایا کہ وہ سو رہی ہے۔ میں نے اسے جگانے کے لئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ٹیلیفون پر آئی تو اس کی آواز مرتعش سی ہو رہی تھی اور اس پر نیند کا غلبہ ہو رہا تھا۔ میں نے مختصر طور پر شمشاد کے قتل اور فلم کے نہ ملنے کے بارے میں بتایا تو اس کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا تھا۔ اس خبر سے جیسے اسے بجلی کا سا جھٹکا لگا تھا اس نے چند لمحوں کے بعد ریسیور سنبھال کر مجھ سے بھرائی آواز میں کہا۔ "سر! اب کیا ہو گا؟ اب کچھ بھی ہمارے پاس نہیں رہا۔"

"تم اپنا دل چھوٹا نہ کرو۔" میں نے اسے تسلی دی۔ "میں کل سعید الکبیر سے اس موضوع پر بات کرتا ہوں ان سے بلیک میلر کے بارے میں دریافت کر کے اس خبیث شخص سے ملتا ہوں میرا خیال ہے کہ جلدی سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

"آپ جیسا بہتر سمجھیں ویسا کریں۔" وہ غم زدہ لہجے میں بولی۔ "میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ ذہن ماؤف ہو گیا ہے۔ میں کچھ سوچنے کے قابل بھی نہیں رہی ہوں۔

شاید ساری رات سو بھی نہ سکوں۔"

"تم خواب آور گولیاں لے لو۔" میں نے اسے مشورہ دیا۔ "سوچ سوچ کر اپنا دماغ خراب مت کرو۔ تمہیں ذہنی سکون کی ضرورت ہے۔"

ٹیلیفون پر گفتگو کا سلسلہ منقطع کرکے بعد میں سوچنے لگا کہ کہیں عارف جمال نے شمشاد کو قتل تو نہیں کیا؟ شاید وہی بلیک میلر ہو۔ شمشاد نے شاید وہ فلم اس کے ہاں سے چرائی ہو۔ عارف جمال کے علم میں یہ بات آ گئی ہو وہ مشتعل ہو کر اسے قتل کر بیٹھا ہو۔ مگر وہ اسے اپنے اپارٹمنٹ میں قتل کیوں کرنے لگا وہ اسے کہیں بھی کسی بھی جگہ لے جا کر قتل کر سکتا تھا۔ اس کے لئے شمشاد کو قتل کر کے اس کے لاش ٹھکانے لگانا کچھ مشکل نہ تھا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ شمشاد کے قتل پر پولیس کیا قدم اٹھاتی ہے۔ عارف جمال کی شامت آتی ہے کہ نہیں۔ وہ کس طرح سے اپنا دامن بچاتا ہے۔

☆======☆======☆

میں رات گیارہ بجے دفتر سے نکلا اور گھر جاتے ہوئے کویتا کے بارے میں سوچنے لگا۔ آج کے واقعے نے ہمارے درمیان نفرت اور عداوت کی ایک ایسی دیوار کھڑی کر دی تھی جس کا گرنا اب ناممکن تھا۔ اب مجھے امید نہیں تھی کہ وہ میرے ساتھ رہے گی۔ اس لئے کہ وہ مجھ سے رقم وصول کرنے اور انتقام لینے کی کوشش کرے گی وہ ایک طرف یہ بھی چاہے گی کہ میں اس کے ہاتھوں کٹھ پتلی بن جاؤں جیسا کہ آج اس نے مجھے بڑی رعونت سے حکم دیا تھا کہ میں بڑے گھرانوں کی بیگمات سے فلم کے عوض رقم وصول کر کے اسے پہنچاتا رہوں۔ وہ پس پردہ رہنا چاہتی تھی وہ اس وجہ سے منظر عام پر نہیں آنا چاہتی تھی کہ ان بیگمات کو اس کی سازش اور منصوبے کا علم ہو جائے گا۔ اس لئے اس نے مناف کو مہرہ بنا کر رکھا تھا اور اب مجھے استعمال کرنا چاہتی تھیں اسے مجھ سے بہتر شخص کوئی نہیں مل سکتا تھا۔ میری حیثیت اور شخصیت کی وجہ سے سے رقم کی وصولیابی نہ صرف فوری بلکہ بڑی آسانی سے ہو جاتی۔ وہ مجھے ایک بلیک میلر ایڈیٹر بنانے پر تلی ہوئی تھی مگر اب وہ مجھے کسی بھی بات کے لئے مجبور اور پریشان کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ اس لئے کہ اس کی دکھتی رگ میرے ہاتھ آ گئی تھی۔

لیکن اب مجھے اس بہت زیادہ ہوشیار رہنے کی ضرورت تھی۔ میں اس امکان کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا کہ وہ مجھے قتل کرنے کوشش کرے گی اس لئے کہ مجھے راستے سے ہٹانے سے وہ دہرے فائدے میں رہتی۔ ایک تو یہ کہ وہ میری بلیک میلنگ سے بچ جاتی۔

دوسرے اسے میرا بینک بیلنس مل جاتا پھر میں نے امریکہ میں دو بیمہ پالیسیاں لے رکھی تھیں جس کا پریمیم میں ابھی ایک دوست کے توسط سے بھر رہا تھا۔ میری حادثاتی موت کی صورت میں اس کی دگنی رقم ملتی۔ میرے لئے اس سے بچنے کی ایک ہی صورت تھی کہ میں پہلی فرصت میں اسے طلاق دینے کی کوشش کروں۔ اسے طلاق دینا میرے لئے ہر لحاظ سے سود مند تھا۔

شمشاد کے لرزہ خیز قتل کی واردات کو میں اپنے دل و دماغ سے نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکا تھا اسے قاتل نے بڑے سفاکانہ اور وحشیانہ طریقے سے قتل کیا تھا۔ اس کی خون میں لت پت لاش میرے ذہن میں اس بری طرح چھائی ہوئی تھی کہ وہ مجھے چین لینے نہیں دے رہی تھی۔ وہ کاغذات پر ابھر آتی تھی میں نے کوئی ایک گھنٹے کے بعد ٹیلیفون پر پولیس کو ایک گمنام شخص کی طرف سے شمشاد کے قتل کی اطلاع دی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ عارف جمال اس کیس میں بری طرح پھنس جائے۔ میرے نزدیک وہی قاتل تھا۔ اس جیسا ظالم اور خبیث شخص ہی شمشاد کو اس بہیمانہ انداز سے قتل کر سکتا تھا اسے کیفر کردار تک پہنچانا ضروری تھا۔ گاڑی چلاتے ہوئے میں اس بات سے خوش ہو رہا تھا کہ عارف جمال اب شاید سعید الکبیر کو بلیک میل نہیں کر سکے گا۔ میں اس پہلو پر سوچتے سوچتے ایک دم سے اچھل پڑا۔ اگر اس وقت سڑک پر ٹریفک ہوتا تو میں ایکسیڈنٹ کر بیٹھتا۔ اب مجھے یاد آیا کہ میں نے کتنی بڑی حماقت کی اس وقت میری عقل نے کام کیوں نہیں کیا۔ میں نے بیرونی دروازے کے ہینڈل کو صاف کیوں نہیں کیا۔ پورے گھر میں' میں نے صرف اس کو ہاتھ لگایا تھا۔ عارف جمال نے شمشاد کو قتل کرنے کے بعد اس بات کا خیال یقیناً کیا ہو گا کہ اس کے ہاتھ کا نشان کسی چیز پر نہ آجائے اور وہ اس واردات کو کوئی اور رنگ دے کر اپنی جان بچا سکے۔

میں نے اپنی گاڑی چند لمحوں کے لئے سڑک کے کنارے کھڑی کر دی میں نے اسٹیئرنگ پر دونوں ہاتھ رکھ کر اس پر اپنا سر دے مارا کہ میں نے کتنی فاش غلطی کی۔ برے پھنسے ارشاد میاں۔ اگر پورے گھر میں کسی کا کوئی نشان نہیں ملا تو پھر میں شمشاد کے قتل کے الزام میں دھر لیا جاؤں گا۔ اب مجھے پچھتاوا ہو رہا تھا کہ میں نے پولیس کو ٹیلیفون پر کیوں اطلاع دی مجھے اس کا خیال پہلے کیوں نہیں آیا؟ اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اب مجھے پروانہ گرفتاری کا انتظار کرنا تھا یا پھر اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر کے اصل واقعہ بتانا چاہئے تھا۔ مجھے اچانک نیلما کا خیال آیا۔ ابو سرکار کا خیال

آیا۔ پروانہ گرفتاری آنے سے پہلے مجھے نیلما کے باس سے رابطہ قائم کرنا چاہئے۔ میں نے کل صبح نیلما سے رابطہ قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ابو سرکار مجھے اس دلدل سے نکال سکتے تھے یہ سوچ کر میرے دل کو ایک سکون کا سا احساس ہوا۔ کچھ فاصلے پر ایک کولڈ ڈرنکس کارنر تھا میں نے وہاں جا کر دو بوتلیں پیں تو میری ذہنی حالت کسی قدر قابو میں آئی۔

میں نے گھر پہنچ کر کویتا کی گاڑی اندر پارک دیکھی تو میری حیرت اور غصے کی انتہا نہ رہی۔ میں نے دل میں سوچا اب وہ بے شرم' بے غیرت میرے ہاں کیا لینے آئی ہے؟ کس منہ سے آئی ہے؟ میں نشست گاہ میں داخل ہوا تو وہ وی سی آر پر ایک سنسنی خیز جاسوسی فلم دیکھنے میں محو تھی۔ اس وقت اسکرین پر بہت خوفناک منظر تھا ایک حسین اور جوان عورت اپنے ہاتھ میں ایک خوفناک چاقو لے کر بستر پر گہری نیند سوئے ہوئے مرد کو قتل کرنے کے لئے آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی۔ عورت کے چہرے پر درندگی تھی اور اس کی آنکھیں اس طرح سرخ ہو رہی تھیں جیسے ابھی خون ٹپک پڑے گا۔ میں نے ایسے ہی تاثرات کویتا کے بھی دیکھے۔

وہ میری طرف وارفتہ انداز سے بڑھی جیسے سارے فاصلے عبور کر لے گی۔ اس کے سرخ و گداز ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی تھی وہ ایک انجانی دعوت دے رہی تھی۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے خود سپردگی جھانک رہی تھی۔ اس نے میری جانب اس طرح پیش قدمی کی جیسے ہمارے درمیان کوئی خلیج ہی نہیں ہے۔ اس نے میرے قریب پہنچ کر اپنی مرمریں باہیں میرے گلے میں حمائل کرنا چاہیں تو میں نے اسے بُری طرح جھڑک دیا۔

"تم کس لئے آئی ہو؟"

"یہ میرا گھر ہے اور میں شرعی اور قانونی طور پر تمہاری بیوی ہوں۔" وہ میری بات کا برا منائے بغیر ہنس کر بولی۔

"کیا بیوی ایسی ہوتی ہے؟" میں نے اسے نفرت بھری نظروں سے گھورا اور ایک دم بھڑک اٹھا۔ "تم بیوی کے نام پر ایک بہتان ہو۔ ایک عذاب ہو۔ مجھ اندازہ نہ تھا کہ تم اس قدر خبیث عورت ثابت ہو گی اور میرے ساتھ ایسا بھیانک مذاق کرو گی۔ کیا کوئی بیوی اپنے شریف النفس اور بے گناہ شوہر کو اس طرح ذلیل اور بلیک میل کرتی ہے۔ اب ہمارے راستے الگ الگ ہو چکے ہیں۔ اب ہم ایک چھت تلے نہیں رہ سکتے۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم ابھی اسی وقت اپنا بوریا بستر اٹھاؤ اور میری نظروں کے سامنے سے دفع ہو جاؤ۔ کل تمہیں طلاق نامہ اور مہر کی رقم میرا وکیل پہنچا دے گا۔"

"یہ تم عورتوں کی طرح جذبات کی رو میں بہہ کر باتیں کیوں کر رہے ہو؟" اس نے بڑے سکون سے کہا۔ "تم مجھ سے دشمنی مول لے کر خوش نہیں رہ سکتے۔ میری فلم اور تصویروں سے تم مجھے اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتے ہو جتنا میں تمہاری تصویروں سے تمہیں پہنچا سکتی ہوں۔ مجھے زیادہ سے زیادہ سال دو سال کی سزا ہو جائے گی مگر تم پھانسی پر لٹک جاؤ گے۔ تمہارے طلاق دینے یا نہ دینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مجھے مہر کی رقم کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارا دل مجھ سے بھر چکا ہے اور تمہاری اصل محبت تمہارے دل میں کروٹیں لے رہی ہے تو میں تمہیں اجازت دیتی ہوں کہ تم نیلما سے دوسری شادی کر لو۔ تم اسے اس گھر میں لا کر رکھنا چاہتے ہو تو رکھ سکتے ہو۔ میں اپنے فلیٹ میں چلی جاؤں گی۔ صرف ایک شرط پر کہ تم میرے بزنس پارٹنر بن جاؤ۔ میں تمہیں ففٹی ففٹی حصہ دوں گی۔ بولو' منظور ہے؟"

"نا منظور!" میں نے ہذیانی لہجے میں کہا۔ "اس سے تو بہتر ہے کہ میں پھانسی پر چڑھ جاؤں۔"

"تمہارا چہرہ اور آنکھیں بتا رہی ہیں کہ تم نہ صرف کسی الجھن اور کرب کا شکار ہو بلکہ ذہنی اور جسمانی طور پر بہت تھکے ہوئے ہو۔ اس لئے غصے میں ہو۔ میں تم سے زیادہ بحث کرنا اور الجھنا نہیں چاہتی۔ میں تمہیں سوچنے کے لئے تین دن کی مہلت دے رہی ہوں۔ تمہارا دماغ کام نہ کرے تو تم نیلما سے بھی مشورہ کر لینا۔"

"میں تمہاری کوئی بات سننا نہیں چاہتا۔" میں بگڑ گیا۔ "تم کون ہوتی ہو مجھے مشورہ دینے والی؟"

اس نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ وہ تھرکتی اور لچکتی ہوئی دوسرے بیڈ روم میں چلی گئی اور اس نے اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ میرے جی میں تو آیا کہ اسے گھر سے نکال باہر کروں۔ میں نے رات کے خیال سے چپ سادھ لی۔ کسی ہنگامے کے کھڑے ہونے پر محلے والے اور پڑوسی بھی جمع ہو سکتے تھے۔ مذاق بنتا اور رسوائی بھی ہوتی۔ لڑائی جھگڑے چیخ پکار' گالم [illegible] ور تک دوسروں کے لئے انتہائی نازیبا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے ہوں گے کہ ایک ایڈیٹر کی ازدواجی زندگی ایسی تلخ بھی ہو سکتی ہے۔

میں رات تین بجے تک جاگتا اور اپنی خواب گاہ میں ٹہلتا رہا تھا۔ میں نے خواب آور گولی بھی کھائی پھر بھی نیند گرفت میں نہیں آئی۔ مجھے شمشاد کے گھر کے دروازے پر اپنے ہاتھ کے نشان کا خیال اس کا لرزہ خیز قتل اور کویتا کا میرے یہاں چلے آنا اور اس کی

دھمکی سونے نہیں دے رہی تھی۔ میں ان پریشانیوں سے چھٹکارا پانے کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ بستر پر سونے کے لئے لیٹا تو ایک گھنٹے تک کروٹیں بدلتا رہا۔ آنکھ کب لگی کچھ پتا نہ چل سکا۔ بیدار ہوا تو صبح کے دس بج رہے تھے۔ عبدل نے مجھے بتایا کہ کویتا تھوڑی دیر پہلے ہی تیار ہو کر نکلی ہے۔

میں دفتر پہنچا تو دن کے بارہ بجنے میں بیس منٹ باقی تھے۔ نجم السحر کو میں نے بہت اداس اور نڈھال سا پایا۔ اس کی آنکھیں بھی سوجی ہوئی تھیں۔ وہ بھی ساری رات سو نہ سکی تھی۔ وہ پریشان تھی کہ فلم پھر سے بلیک میلر کے ہاتھ لگ گئی اور شمشاد کو قتل بھی کر دیا گیا۔ میں نے اسے بتایا کہ نماز بخشوانے لگا تو روزے کس طرح گلے پڑ گئے۔ میں اپنے ہاتھ کا نشان دروازے کے ہینڈل پر چھوڑ آیا ہوں۔ شمشاد کو درندہ صفت قاتل نے جس بے رحمی سے قتل کیا ہے اس کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا ہے۔ البتہ جانے اب میرے ساتھ کیا ہو گا۔

"آپ کا کچھ نہیں بگڑے گا۔" وہ تسلی دیتی ہوئی بولی۔ "حیرت کی بات یہ ہے کہ اس کے قتل کی کوئی اطلاع ابھی تک اخبار کے دفتر نہیں پہنچی۔ میری ایک اپنی سہیلی جو سویرا اپارٹمنٹ کے ڈی بلاک میں رہتی ہے۔ ڈی بلاک جو اتفاق سے بی بلاک کے عقبی حصے پر واقع ہے۔ اس نے بتایا کہ رات دس بجے کے بعد پولیس کی ایک گاڑی آئی تھی۔ پولیس نے بی بلاک کی چوتھی منزل کے ایک اپارٹمنٹ کی بیس پچیس منٹ تک تلاشی لی تھی جو پولیس انسپکٹر عارف جمال کا تھا جس میں اس کی ایک کزن شمشاد قاضی کوئی ایک مہینے سے رہ رہی تھی۔ پولیس کو ایک گمنام ٹیلیفون موصول ہوا تھا۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ ایک جوان عورت کو انتہائی بیدردی سے قتل کر دیا گیا۔ اطلاع دینے والے شخص نے خود اس عورت کی لاش دیکھی تھی۔ اس اپارٹمنٹ میں عورت کی لاش تو درکنار خون کا ایک دھبا تک کہیں نظر نہیں آیا۔ اس اپارٹمنٹ میں جو عورت رہتی تھی وہ تین چار دن ہوئے ملتان اپنے رشتہ داروں سے ملنے گئی ہوئی ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟" میں نے تعجب سے کہا۔ "میں نے خود اس کی لاش اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی۔ اس وقت اس کے اپارٹمنٹ میں کوئی نہ تھا۔ قاتل اسے قتل کر کے فرار ہو گیا تھا۔ اگر قاتل موجود ہوتا اور اس سے میری مڈبھیڑ ہوتی تو شاید وہ مجھے بھی قتل کر دیتا۔"

"ہو سکتا ہے قاتل آپ کی آواز سن کر یا اندر داخل ہوتا ہوا دیکھ کر ملحق غسل

خانے میں چھپ گیا ہو۔" اس نے اپنا خیال ظاہر کیا۔ "کیا آپ نے ملحقہ غسل خانہ یا
دوسرے کمرے دیکھے تھے؟"

"نہیں۔" میں نے پچھتاوے کے انداز سے سر ہلایا۔ "میں اس قدر سراسیمہ اور
خائف ہو گیا تھا کہ میری عقل کام نہیں کر رہی تھی۔ میں اس لئے کوئی کمرہ چیک نہیں کر
سکا اور وہاں سے اس لئے بھی جلد نکل گیا کہ کہیں کوئی آ نہ جائے۔ اب مجھے پچھتاوا ہو رہا
ہے کہ میں نے پورے گھر کی تلاشی نہ لے کر کتنی فاش غلطی کی۔"

"آپ نے تلاشی نہ لے کر اچھا کیا۔" وہ بولی۔ "قاتل سے مڈبھیڑ ہوتی تو کیا وہ آپ
کو ختم نہیں کر دیتا؟"

"میں تلاشی لیتا تو قاتل سے یقیناً میرا سامنا ہو جاتا اور میں اس سے ریوالور کے زور
پر فلم حاصل کر لیتا۔"

"ایسے موقع پر آپ جیسے آدمی کے ہوش و حواس کا گم ہو جانا فطری بات ہے
دراصل آپ ایک صحافی اور ایڈیٹر ہیں نہ کہ پولیس افسر۔ ویسے ہے دکھ اور پچھتاوے
بات کہ فلم حاصل کرنے کا ایک سنہرا موقع ہاتھ سے نکل گیا۔" وہ اداسی سے بولی۔

"یقین نہیں آ رہا ہے کہ پولیس کو شمشاد کی لاش نہیں ملی۔" میں نے کہا۔ "اس
لاش کا غائب ہونا ایک معمہ بن گیا ہے۔"

"یہ کوئی معمہ نہیں ہے۔" وہ کہنے لگی۔ "میرا دماغ یہ کہہ رہا ہے کہ بلیک میلر
عارف جمال ہے۔ شمشاد نے یہ فلم چرا کر اپنے پاس رکھ لی اور اس نے آپ کو ٹیلیفون
کیا۔ عارف جمال کو آپ کے پہنچنے سے شاید ایک ڈیڑھ گھنٹہ پہلے کسی طرح پتا چل گیا
کہ فلم اس کے پاس ہے اس نے مشتعل ہو کر شمشاد کو قتل کر دیا۔ اس کے پرس میں
فلم نکال کر اپنے پاس رکھ لی۔ وہ فلیٹ سے نکل رہا تھا کہ اس نے لفٹ کو اوپر آتے دیکھ
وہ الٹے قدموں واپس ہوا۔ اس نے باہر کا دروازہ بھیڑ دیا۔ کسی کمرے میں یا مقتولہ
کمرے کے ملحق غسل خانے میں جا کر چھپ گیا۔ پھر آپ اندر داخل ہو کر مقتولہ
کمرے میں پہنچے۔ تھوڑی دیر بعد نکل گئے۔ عارف جمال نے لاش کو ٹھکانے لگانے میں
نہیں کی۔ اس نے اپنے کسی آدمی کی مدد سے لاش کو غائب کیا ہو گا۔ کل رات چونکہ
تقریب تھی اور موسیقی کی محفل جمی تھی۔ اس لئے کسی نے دیکھا نہیں ہو گا کہ عارف
جمال اور اس کے آدمی لاش کو گاڑی کی ڈگی میں ڈال کر لے گئے۔ وہ بستر کی خون
چادر بھی لے گئے ہوں گے۔"

"تمہیں تو سراغ رساں یا پولیس افسر ہونا چاہئے۔" میں نے تعریفی نظروں سے اسے
دیکھا تو میری نگاہوں کی تاب نہ لا کر اس نے اپنی آنکھوں پر پلکوں کی چلمن گرا لی۔ "میں
تمہارے اس خیال سے اتفاق کرتا ہوں۔"

"اب صورت حال بڑی پیچیدہ ہو گئی ہے۔" وہ تشویش سے بولی۔

"تم آج ہی سعید الکبیر سے اس موضوع پر بات کرو اور انہیں تمام باتیں بتا دو۔"

"کون میں؟" وہ بوکھلا سی گئی۔ اس کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ "نہیں آپ بات کریں۔"

"تم برسوں سے ان کے قریب ہو اور ان کی پرائیویٹ سیکرٹری بھی رہی ہو۔ اس
لئے تم بہتر طریقے سے بات کر سکتی ہو اور پھر تم میری طرف سے مدد اور بھرپور تعاون کا
یقین دلاؤ۔ کسی طرح سے اس بلیک میلر کا نام ان سے معلوم کرو۔ بلیک میلر کا نام معلوم
ہونے سے اس سے نمٹنا یا سودے بازی کرنا آسان ہو جائے گا۔"

وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ اس کے حسین چہرے پر کرب سا چھا گیا اس کی
بڑی بڑی آنکھوں سے حزن و ملال جھانک رہا تھا۔ میں یہ بات سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ
سعید الکبیر اور ان کے ادارے سے کس قدر مخلص ہے۔ اسے اخبار کی عزت کتنی پیاری
ہے۔ چند لمحوں کے بعد وہ اپنی پلکیں جھپکاتی ہوئی کھوئے ہوئے انداز سے کہنے لگی۔ "مجھے
باس سے اس موضوع پر بات کرتے ہوئے خوف سا آ رہا ہے۔ اس لئے کہ وہ تند مزاج
آدمی ہیں۔ اپنے مزاج کے خلاف کوئی بات پسند نہیں کرتے کہیں وہ برہم نہ ہو جائیں کہ
ہم ان کے ذاتی معاملات میں دخل کیوں دے رہے ہیں؟"

"تم ان سے صاف صاف کہہ دینا کہ اب یہ ان کا ذاتی معاملہ نہیں رہا ہے اور یہ
ہمارے علم میں آ چکا ہے۔" میں نے کہا۔ "انہیں جو عزت اور شہرت حاصل ہے وہ کسی
لیڈر کو میسر نہیں۔ وہ بنگلہ دیش کے سب سے بااثر شخص ہیں۔ ایک ایسا شخص جو معاشرے
کی برائیوں کے خلاف برسرپیکار ہو جس کی بیوی فلاحی کاموں میں پیش پیش رہتی ہو۔ جس
نے سماج دشمن عناصر کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہوں۔ جو دوسروں کا اس بے رحمی اور
بیباکی سے محاسبہ کرتا ہو کہ وہ خودکشی کرنے پر مجبور ہو جاتے ہوں' اس کے ایک عورت
سے تعلقات ہوں یہ کتنی بھیانک بات ہے خدا معلوم وہ عورت کون ہے۔ وہ فلم بھی نہ
جانے کس قسم کی ہے۔ یہ فلم منظر عام پر آ جائے تو کیا ان کے دشمن انہیں بخش دیں گے؟
خود ان کی عزت اور اخباری برسوں کی ساکھ ایک دن میں متاثر ہو جائے گی۔ گھریلو زندگی
بھی بے حد تلخ اور اذیت ناک ہو جائے گی۔ تم انہیں سمجھاؤ کہ عزت ایک بار چلی جائے تو

اسے کسی قیمت پر واپس نہیں لایا جا سکتا۔"

اس نے میری مختصر سی تقریر بڑے غور اور توجہ سے سنی تھی۔ اس نے اپنا خوشنما سر ہلاتے ہوئے ایک گہری سانس لی۔ "آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ میں آج شام ہی ان سے بات کر کے آپ کو مطلع کروں گی۔"

مجھے سعید الکبیر کے وہ الفاظ یاد آنے لگے جو انہوں نے اخبار کی ادارت سپرد کرتے وقت کہے تھے کہ میں عورت شراب اور جوئے سے دور رہوں۔ خصوصیت سے عورت سے دور رہوں۔ انہوں نے مجھے اپنی مثال دی تھی کہ ان کا ریکارڈ آئینے کی طرح صاف و شفاف ہے کسی کی مجال نہیں کہ کوئی ان پر حرف گیری کر سکے۔

مگر وہ خود ایک ایسی عورت کے جال میں پھنس گئے تھے کہ ان کی عزت خطرے میں پڑ گئی تھی۔ انہوں نے اپنی شرافت اور پاکیزگی کا جو دعویٰ کیا تھا وہ اس کے برعکس نکلے تھے۔ انہوں نے اپنی بیوی اور بچی ہی کو نہیں ساری قوم کو دھوکا دیا تھا۔ وہ اس قدر پست اور گرے ہوئے آدمی نکلیں گے میں خواب و خیال میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔

وہ عورت کون ہو سکتی ہے جس نے نہیں اپنا اسیر بنایا ہے۔ میں سوچنے لگا۔ سوچتے سوچتے میرا ذہن روزی کی طرف چلا گیا۔ روزی دو تین سال پہلے اس ادارے کے خواتین کے ماہنامے "بیگم" کی مدیرہ تھی۔ میں نے کسی سے سنا تھا کہ وہ بڑی باصلاحیت مدیرہ تھی۔ سعید الکبیر اس کی قابلیت سے بڑے متاثر تھے۔ روزی نے صرف ایک برس اس ادارے میں ملازمت کی تھی۔ پھر کسی وجہ سے اس نے استعفیٰ دے دیا تھا۔ وہ آج بھی ان کی دوست تھی۔ روزی سنار گاؤں شیرٹن ہوٹل میں اپنا بوتیک اور ایک بیوٹی سیلون چلا رہی تھی۔ مگر اس کی شہرت پورے بنگلہ دیش میں تھی۔ اسے لوگوں نے بلیک بیوٹی کا خطاب دیا ہوا تھا۔ اس کے حسن و جمال کا شہرہ دور دور تک تھا۔ اس کے چہرے کے خدوخال میں جو تیکھا پن اور سراپا میں جو کشش تھی ایسی کوئی عورت پورے شہر میں نہ تھی۔ اس کے سیاہ بال بہت لمبے اور چمکیلے تھے اور اتنے ملائم کہ روشنی سے بنے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ اس کی رنگت اور شخصیت میں ایک حیران کن جاذبیت اور بے پناہ کشش تھی کہ اس نے مردوں کو دیوانہ بنایا ہوا تھا اس کے اسکینڈلوں کی کوئی کمی نہ تھی۔ وہ رسوائے زمانہ تھی۔ اس کا ایک اسکینڈل تو ایک وفاقی وزیر کے ساتھ بہت مشہور ہوا تھا۔ اس وزیر کو ملک چھوڑنا پڑا تھا۔ وہ کوئی نوجوان لڑکی نہ تھی۔ اڑتیس برس کی بھرپور عورت تھی۔ اس عمر میں بھی اس سے شادی کرنے کے امیدواروں کی کوئی کمی نہ تھی۔ وہ اب بھی ان کے

رسالے کے لئے مضمون لکھتی تھی۔ اس کے بوتیک اور بیوٹی سیلون کا اشتہار ہر شمارے میں سرورق کے دوسرے اور آخری صفحے پر شائع ہوتا تھا۔ یہ دونوں صفحات مخصوص کر دیئے گئے تھے۔ میری اس سے پریس کلب کی ایک تقریب میں ملاقات ہوئی تھی۔ میں نے اس کے بارے میں جیسا سنا تھا اس سے کہیں بڑھ کر پایا تھا۔ ایمان داری کی بات تو یہ ہے کہ اسے دیکھ کر میرا دل بھی دھڑک اٹھا تھا۔ دل کے کسی کونے میں اسے اپنانے کی خواہش نے جنم لیا تھا یہ روزی ہی سعید الکبیر کی محبوبہ تھی۔ مجھے یقین ہو چلا تھا۔

آخر وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔ نجم السحر سہ پہر کے وقت سعید الکبیر کے دفتر میں جا کر ان سے مل کر آئی تو اس کے چہرے سے مایوسی ٹپک رہی تھی۔ اس نے کوئی ایک گھنٹے تک ان سے اپنا سر کھپایا تھا۔ اس نے مجھے دل گرفتہ انداز میں بتایا کہ وہ نہیں چاہتے ہیں کہ کوئی ان کے ذاتی معاملات میں داخل اندازی کرے۔ وہ خود ہی کسی نہ کسی طرح اس بلیک میلر سے نمٹ لیں گے۔ وہ کسی بھی صورت میں بلیک میلر کا نام بتانے پر تیار نہیں ہوئے۔ وہ اس لئے بھی خوف زدہ ہو گئے ہیں کہ بلیک میلر نے اس فلم کی خاطر شمشاد کو سفاکانہ طور قتل کر کے اس کی لاش بھی غائب کر دی۔ وہ اس بلیک میلر سے اس لئے بھی الجھنا نہیں چاہتے کہ وہ ایک بے حد خطرناک شخص ہے اور بے رحم قاتل بھی۔ وہ اس بات پر برہم ہو رہے تھے کہ میں نے ان کی اجازت کے بغیر شمشاد سے ملاقات طے کرنے کی کوشش کیوں کی تھی۔ وہ اسے شک و شبہ کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنے کام سے کام رکھوں اور اس معاملے سے اپنے آپ کو دور رکھوں۔

یہ باتیں سن کر میرے اندر غصے کی لہر اٹھی کہ خلوص کا یہ صلہ دیا جا رہا ہے۔ میرا دماغ بھنا گیا۔ میں نے تیز لہجے میں پوچھا۔ "تم کیا کہتی ہو؟"

"میرا مخلصانہ مشورہ تو یہ ہے کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔" اس نے جواب دیا۔ "وہ نہیں چاہتے ہیں کہ ہم اپنی ٹانگ اڑائیں۔"

"اگر ایسی بات ہے تو میں آج ہی اخبار کی ادارات سے استعفیٰ دے دیتا ہوں۔"

"آپ اس قدر سنجیدہ اور جذباتی کیوں ہو رہے ہیں؟" وہ ایک دم گھبرا گئی اور پریشان ہو کر بولی۔

"اس لئے کہ کل ان کا اصل چہرہ بے نقاب ہو جائے گا تو ان کی اور اخبار کی بدنامی کی لپیٹ میں، میں بھی آ جاؤں گا۔"

"وہ کیسے؟" اس نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"وہ ایسے کہ مسٹر سعید الکبیر اپنے آپ کو دنیا والوں کے سامنے فرشتہ صفت بنا کر پیش کر رہے ہیں اور بدکار لوگ ہدف ملامت بن رہے ہیں۔ کل ان کی حقیقت کھل کر سامنے آئے گی تو کیا لوگ مجھے طعنہ نہیں دیں گے کہ میں نے ایک بہروپیے کے اخبار میں ملازمت کی۔ مجھے کسی پر تنقید کرنے سے پہلے اپنے باس کے گریبان میں جھانک کر دیکھنا چاہیے تھا۔"

"پلیز مسٹر ارشاد!" اس نے میرا غصہ سرد کرنے کے خیال سے میرے ہاتھ کی پشت تھپتھپائی۔ "میرا خیال ہے کہ یہ راز کبھی افشا نہیں ہو گا۔"

"وہ کیسے؟" میں نے تعجب ہو کر پوچھا۔

"وہ ایسے کہ مسٹر سعید الکبیر اس کا منہ بند کرتے رہیں گے یا پھر اسے منہ مانگی رقم دے کر فلم خرید لیں گے۔"

"اس بات کا قوی امکان ہے کہ وہ فلم ان کے ہاتھ نہیں بیچے گا بلکہ ان سے ماہانہ بھتہ وصول کرتا رہے گا۔ اس لئے کہ یکمشت رقم وصول کرنے میں اسے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ اگر یکمشت رقم کی بات ہوتی تو وہ فلم آج ان کے پاس ہوتی۔ انہوں نے کوشش کی ہو گی اس سے فلم خرید لیں۔ اس نے انکار کر دیا ہو گا۔ کیونکہ ایسی بڑی مچھلیاں قسمت سے ہی ہاتھ لگتی ہیں۔"

"گویا انہیں یہ بات منظور ہے کہ وہ بلیک میک ہوتے رہیں مگر انہیں یہ بات سخت ناپسند ہے کہ انہیں اس عذاب سے نجات دلائیں۔"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں۔" اس نے اپنے شانے اچکائے۔ اس کے چہرے پر ایک گھٹا سی چھا گئی۔

"مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ وہ اس بلیک میلر سے کچھ زیادہ ہی خوف زدہ ہو گئے ہیں۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "اب میرا فرض بنتا ہے کہ ان کے علم میں لائے بغیر میں اس فلم کو حاصل کرنے کی کوشش کروں۔"

"آپ اس فلم کو حاصل کر کے کیا کریں گے؟ اس سے آپ کو کیا فائدہ پہنچے گا؟"

"میں اس فلم کو حاصل کر کے اس بلیک میلر کے ہاتھ کاٹ دینا چاہتا ہوں۔" میں کہنے لگا۔ "کیا تم نے گہرائی میں جانے کی کوشش کی؟ تم نے یہ سوچا کہ اس بلیک میلر کے پیچھے اس بلیک میلر کا کیا جذبہ کار فرما ہے؟ شاید نہیں۔ اس نے شمشاد کا تقرر کرایا۔ یہ اور بات ہے کہ شمشاد کی نیت میں فتور پیدا ہو گیا۔ وہ ان سے نہ صرف رقم وصول کرتا رہے

گا بلکہ اپنے آدمی اخبار کے دفتر میں رکھواتا جائے گا۔ پھر وہ اس کی پالیسی پر اثر انداز ہوتا رہے گا۔ کسی اہم عہدے پر فائز ہو جائے گا۔ پھر یہ اخبار بد دیانت لوگوں کا ترجمان بن جائے گا اور ساری زندگی انہیں امداد دے کر دونوں ہاتھوں سے لوٹتا رہے گا۔"

"مجھے بھی اس کے آثار ایسے ہی دکھائی دے رہے ہیں۔" اس نے اپنا سر ہلا کر میری تائید کی۔

"سعید الکبیر کے بلیک میلر سے نجات پانے کا ایک راستہ تو موجود ہے۔"

"وہ کیا؟"

"وہ اس عورت سے دوسری شادی کر لیں جس کی وجہ سے یہ افتاد آن پڑی ہے۔ سانپ بھی مر جائے گا لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی۔"

"سعید الکبیر کسی قیمت پر دوسری شادی نہیں کر سکتے۔" وہ سرد اور سپاٹ لہجے میں بولی۔ "ان کی اہلیہ کوئی معمولی عورت نہیں ہے۔ وہ بڑے باپ کی بیٹی ہے۔ اس عورت کو ملک اور عوام میں جو عزت اور شہرت نصیب ہے وہ آج تک کسی عورت کو نصیب نہیں ہو سکی۔ اگر انہوں نے دوسری شادی کی حماقت کی تو ان کی اہلیہ کے بڑے بھائی جو فوج میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں وہ انہیں گولی مار دیں گے۔ انہوں نے اپنی سب سے چھوٹی بہن کے شوہر کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی جس نے ایک فلمی گلوکارہ سے دوسری شادی کر لی تھی۔ ان دونوں کو ملک چھوڑ کر فرار ہونا پڑا تھا۔ وہ اس ملک میں رہتے تو زندہ سلامت نہیں رہتے۔ اس بنا پر وہ اس عورت سے چوری چھپے ملنے پر مجبور ہیں۔ بلیک میلر ان کی اس کی کمزوری سے فائدہ اٹھا رہا ہے اور وہ دبے جا رہے ہیں۔"

"میں نے پتا چلا لیا ہے کہ ان کی محبوبہ کون ہے؟ اس کا نام کیا ہے۔" میں زیر لب مسکرایا۔

اس کا چہرہ متغیر سا ہو گیا لیکن اس نے دوسرے لمحے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ پھر اس نے پھنسی پھنسی آواز میں پوچھا۔ "کون ہے وہ؟"

"بلیک بیوٹی مس روزی بیگ۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ بات آپ کو کس نے بتائی؟" اس کا چہرہ سوالیہ نشان بن گیا۔ "کہیں شمشاد نے تو نہیں بتایا تھا؟"

"میں نے سنا کہ وہ بھی بلیک بیوٹی کی محبت میں گرفتار ہو گئے تھے جبکہ کچھ لوگ اسے گہری دوستی کا نام بھی دیتے ہیں۔"

"آپ نے غلط نہیں سنا۔" وہ ٹھہر ٹھہر کے پُرسکون لہجے میں کہنے لگی۔ "روزی کے استعفیٰ دینے کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان کا میل جول بہت بڑھ گیا تھا۔ ان کی دوستی کو غلط رنگ دیا جانے لگا تو روزی نے ملازمت کو خیرباد کہہ دیا۔ میں وثوق سے نہیں کہہ سکتی کہ وہ عورت روزی ہی ہے جس کی وجہ سے وہ بلیک میل ہو رہے ہیں۔ میں برسوں سے ان کی پرائیوٹ سیکرٹری رہی ہوں۔ انہوں نے مجھے بھنک تک نہیں لگنے دی کہ وہ کون عورت ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں اس قدر محتاط شخص نہیں دیکھا۔"

"مجھے روزی ہی پر شک ہو رہا ہے۔" میں نے کہا۔ "فلم کے ملنے پر اصل حقیقت کا پتا چل جائے گا۔"

"ہمیں فلم سے مطلب ہے عورت سے نہیں۔" وہ بولی۔

میں نے تھوڑی دیر بعد نیلما کو اس کے دفتر ٹیلیفون کیا۔ وہ دفتر میں موجود تھی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا اس کے دفتر میں پولیس انسپکٹر عارف جمال کے بارے میں کوئی کچھ جانتا ہے یا اس کے بارے میں کوئی فائل ہے؟ اس نے کہا کہ وہ نصف گھنٹے کے بعد بتائے گی۔ میرے اخبار کے دفتر کے شعبہ سراغرسانی میں اس کی جو فائل تھی اس میں اس کی نجی زندگی کے بارے میں کوئی خاص تفصیل درج نہیں تھی۔ نیلما نے نصف گھنٹے کے بعد ٹیلیفون کر کے عارف جمال کے گھر کا پتا دیا جو گمک بازار میں واقع تھا۔ اس نے بتایا کہ اس بنگلے میں اس کے ساتھ اس کی محبوبہ اکبری بھی ساتھ رہتی ہے۔ اکبری ایک بدقماش عورت ہے۔ وہ منشیات فروشی کے الزام میں چھ مہینے پہلے تین سال قید سخت کاٹ کر آئی ہے۔ اس کے علاوہ اس نے اپنے فلیٹ میں جو نیوا سکاٹن میں واقع ہے قمار خانہ کھول رکھا ہے۔ یہ قمار خانہ پولیس انسپکٹر عارف جمال کی سرپرستی میں چل رہا ہے۔

نیلما نے جو پتا دیا تھا یہ وہی تھا جہاں میں کویتا سے اپنی چیزیں لینے گیا تھا۔ میں نے سوچا کہ کویتا اکبری اور عارف جمال نے اپنا گروہ بنا رکھا ہے۔ وہ تینوں ایک دوسرے کے راز دار اور حصہ دار ہیں؟ اگر وہ پارٹنر ہیں تو کویتا بلیک میلنگ کے لئے آخر مجھے کیوں آلہ کار بنانا چاہتی ہے؟ وہ اکبری اور عارف جمال سے بھی یہ کام لے سکتی ہے۔ عارف جمال شاید اس لئے یہ کام کرنا نہیں چاہتا کہ وہ ایک پولیس افسر ہے۔ وہ اکبری کو بھی تو استعمال کر سکتی ہے۔ کیا عارف جمال نے میری تصویریں دیکھی ہوں گی؟ کویتا نے اسے میرے بارے میں بتایا ہو گا؟ وہ میرے بارے میں سب کچھ جانتا ہو گا؟ میرے ذہن میں بے شمار سوالات زہریلے کیڑوں کی طرح کلبلا رہے تھے۔

نیلما نے مجھے اکبری کے فلیٹ کا پتا دیا جو نیوا سکاٹن میں تھا۔ یہ قمار خانہ رات گیارہ بجے سے صبح پانچ چھ بجے تک جمعہ، سنیچر اور اتوار کی رات کو چلتا تھا۔ آج بدھ کا دن تھا۔ میں نے رات آٹھ بجے تک اپنا کام ختم کر لیا۔ اداریہ لکھ کر دے دیا۔ میں دفتر میں شفٹ انچارج سے یہ کہہ کر نکل آیا کہ رات دس بجے ایک چکر لگا لوں گا۔ نیوز ایڈیٹر دفتر میں آخری کاپی پریس جانے تک موجود ہوتا تھا اس لئے میری ایسی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں تھی۔

اکبری کا جس عمارت میں فلیٹ واقع تھا اس عمارت میں اس شہر کے وہ شرفاء رہتے تھے جن کے پاس غلط آمدنی تھی جو راتوں رات امیر کبیر بن گئے تھے۔ اس عمارت کے احاطے میں ایک سے ایک شان دار نئی اور پُرشکوہ گاڑیاں کھڑی تھیں۔ گیٹ پر دو مسلح دربان مستعد اور چوکنا تھے۔ انہوں نے گیٹ پر میری گاڑی روک کر مجھ پر سوالات کی بوچھاڑ کی تو میں نے ان کے جواب میں صرف اتنا کہا کہ میں اکبری کا مہمان ہوں۔ پھر انہوں نے مجھ سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ چوتھی منزل پر موجود جو دو فلیٹ تھے وہ اکبری کے ہی تھے۔ انہیں ایک کر دیا گیا تھا۔

میں خود کار لفٹ سے اوپر پہنچا۔ یہ عمارت چار منزلہ تھی۔ جدید ترین اور مغربی طرز کی بنی ہوئی تھی۔ اطلاعی گھنٹی مجھے تین تین منٹ کے وقفے سے کوئی تین مرتبہ بجانا پڑی تھی۔ میں ناامید ہو کر لوٹنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ اندر سے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ چند لمحوں کے بعد دروازہ کھلا تو اکبری دروازے پر تھی۔ اس نے تولیے کا گاؤن پہن رکھا تھا۔ اس کے بال گیلے تھے چہرے اور شانے پر بکھرے ہوئے تھے۔ ان میں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ اس کی گردن اور چہرے پر پانی کے صاف و شفاف قطرے ٹپک رہے تھے۔ اس کے ہاتھوں میں سفید ٹرکش تولیہ تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر حیرت چپک گئی۔ اس کی آنکھیں پھیل سی گئیں۔ اس کی حیرت بھری نظریں میرے چہرے پر مرکوز ہو گئیں۔

"مسٹر ارشاد! آپ؟"

"جی ہاں میں۔" میں زیرلب مسکرایا اور شوخی سے بولا۔ "اگر آپ کو اعتراض ہے تو چلا جاؤں؟"

"وہ اردو کا کیا شعر ہے۔" وہ چونک کر رسیلی آواز میں بولی۔ "وہ آئیں ہمارے گھر خدا کی قدرت ہے۔ کبھی ہم اپنے گھر کو کبھی ان کو دیکھتے ہیں۔ زہے نصیب' تشریف لائیں۔" وہ ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ گویا اس نے مجھے اندر آنے کی دعوت دی

تھی۔

میں اس کے قریب سے گزر کر اندر داخل ہوا تو اس کے جسم سے پھوٹتی خوشبو نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میں نشست گاہ میں پہنچ کر نہایت آراستہ فلیٹ دیکھ رہا تھا کہ وہ دروازہ بند کر کے آئی۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ اس فلیٹ میں اکیلی ہے۔ اس نے مجھ سے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔ "دروازہ کھولنے میں اس لئے دیر ہوئی کہ میں نہا رہی تھی۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں دس منٹ میں حاضر ہوتی ہوں۔"

وہ لہراتی ہوئی اپنے بیڈ روم میں جانے کے بجائے کچن کی طرف بڑھ گئی۔ میں صوفے پر بیٹھ گیا۔ چھوٹی سی میز جو میرے سامنے تھی اس پر ایک ایش ٹرے تھا جو سگریٹ کے ٹوٹوں سے بھرا ہوا تھا۔ لائٹر بھی تھا اور 555 سگریٹ کا پیکٹ بھی۔ شراب کی بوتل اور دو گلاس بھی تھے۔ بوتل میں نصف سے کم شراب تھی۔ جبکہ دونوں گلاسوں میں ایک ایک گھونٹ شراب بچی ہوئی تھی۔ میں اس فلیٹ کا جائزہ لینے لگا تو میری نگاہ معاً اس کے بیڈ روم کی طرف اٹھ گئی جو بالکل سامنے تھا۔ اس کا ریشمی پردہ ہٹا ہوا تھا۔ کمرے میں بہت تیز روشنی ہو رہی تھی۔ جیسے ساری بتیاں جلا دی گئی ہوں۔ سامنے پلنگ تھا بستر کی چادر کی شکنیں اپنی کہانی سنا رہی تھیں۔ فرش پر اس کے کپڑے بے ترتیبی سے بکھرے پڑے تھے۔ پلنگ کے عین سامنے قد آدم سنگھار میز تھی اس پر میک اپ کے لوازمات اور سینٹ کی اتنی ساری شیشیاں تھیں کہ اس پر کسی دکان کے کاؤنٹر کا دھوکا ہو رہا تھا۔ پھر میں فلیٹ کا جائزہ لینے لگا۔ جڑواں فلیٹ ہونے کی وجہ سے بے حد کشادہ ہو گیا تھا۔ اس کی نشست گاہ پر وسیع و عریض ہال کا گمان ہو رہا تھا۔ دائیں طرف دو بڑی بڑی میزیں تھیں ہر میز کے گرد چھ سات کرسیاں تھیں۔ اندر کے دو تین آراستہ و پیراستہ کمروں میں بھی میزیں اور کرسیاں تھیں۔ ایک کمرے کی میز پر میں نے چھ سات شراب اور سوڈے کی بوتلیں دیکھیں۔ اس پر واقعی قمار اور شراب خانے کا دھوکا ہو رہا تھا۔ آج چونکہ بدھ کا دن تھا اس لئے کوئی محفل نہیں جمی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ آئی تو ایک ٹرے میں لیمن اسکواش لے آئی۔ مجھ سے مترنم آواز میں بولی۔ "آپ اسے نوش فرمائیں۔ میں تیار ہو کر آتی ہوں۔" پھر وہ مجھے خمار بھری نظروں سے دیکھتی ہوئی اپنے بیڈ روم میں چلی گئی۔ اس نے پردہ کھینچ لیا۔ اس پردے نے تو اور ستم ڈھایا تھا۔ وہ دروازہ بند کر لیتی تو اور بات تھی۔ میں نے جب دیکھا کہ اسے تیار ہوتے وقت کسی بات کا ہوش نہیں ہے اور دانستہ ایسا کر رہی ہے تو میں اس صوفے پر سے

اٹھ کر سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔ اب وہ کمرہ میری پشت پر تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ رات کی رانی کی طرح مہکتی ہوئی آئی اور میرے سامنے بیٹھ گئی۔ میں نے جیب میں رکھے ٹیپ ریکارڈر کو غیر محسوس انداز سے آن کر دیا۔ وہ ایسے لباس میں تھی کہ حسن کی کرشمہ سازیاں واضح ہو گئی تھیں۔ اس نے میری آنکھوں میں تیکھی نظروں سے جھانکتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کو اس فلیٹ کا پتا کس نے بتایا؟"

"ڈھونڈنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے۔" میں نے ہنس کر جواب دیا۔

"میں آپ کیا خدمت کر سکتی ہوں؟ کہیں آپ کو کویتا نے تو میرے پاس نہیں بھیجا۔"

"نہیں، مجھے کویتا نے نہیں بھیجا ہے اور نہ ہی اس نے آپ کا پتا دیا ہے۔" میں کہنے لگا۔ "مجھے آپ کا پتا میرے ایک ایسے دوست کی معرفت ملا ہے جسے آپ شاید نہیں جانتی ہیں۔ میں یہاں اسی لیے آیا ہوں کہ ہم دونوں دوستوں کی طرح ایک دوسرے کے کام آئیں۔ یہ اسی وقت ممکن ہے کہ ہم اپنے اپنے خول سے نکل آئیں۔ ریاکاری اور منافقت سے کام نہ لیں۔ اس ملاقات کا علم عارف جمال اور کویتا کو بالکل نہ ہو۔ اس لئے کہ وہ دونوں آپ کے لئے وبالِ جان بن جائیں گے۔"

اس نے چونک کر مجھے گہری نظروں سے دیکھا۔ "آپ میرا تعلق عارف جمال سے کیوں جوڑ رہے ہیں؟"

"اس لئے کہ آپ نہ صرف اس کی محبوبہ ہیں بلکہ آلہ کار بھی ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "آپ اس کے بنگلے میں اس کے ساتھ غیر قانونی بیوی کی طرح رہتی ہیں۔"

اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ دوسرے لمحے وہ سنبھل کر بولی۔ "آپ مجھے اخبار کے ایڈیٹر نہیں بلکہ سراغ رساں لگ رہے ہیں؟ آپ میرے بارے میں اور کیا جانتے ہیں؟"

"عارف جمال نے آپ کو ایک تتلی کی طرح رکھا ہوا ہے۔" میں اسے بتانے لگا۔ "وہ آپ سے ایک نہیں بلکہ کئی کام لیتا ہے۔ آپ کی زیر نگرانی یہ قمار خانہ بھی چلا رہا ہے۔ اس کے عوض آپ کو کیا دیتا ہے؟ صرف قیمتی ملبوسات شراب اور جیب خرچ کے لئے ماہانہ دو ہزار ٹاکا آپ اس کی قید سے نکلنا بھی چاہیں تو نکل نہیں سکتی ہیں۔"

"ایسا لگتا ہے کہ کویتا نے آپ کو میرے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے؟"

"کویتا نے مجھے آپ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا اور نہ میں نے اس سے کچھ پوچھنے

کی کوشش کی۔" میں نے کہا۔ "یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے۔ اس کے بارے میں ساری دنیا جانتی ہے کہ وہ نہ صرف بد دیانت بلکہ سماجی برائیوں میں ملوث ہے۔ اس پر دولت کے حصول کا جنون سوار ہے۔ جب وہ کسی عورت کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتا ہے تو وہ اسے اپنے رحم و کرم پر رکھتا ہے۔ ایسا شخص کسی کو کیا دے سکتا ہے؟"

"آپ نے ٹھیک اندازہ لگایا۔" اس نے سر ہلا کر اعتراف کیا۔ "آپ مجھ سے کس قسم کا تعاون چاہتے ہیں؟"

"میں آپ سے دو کام لینا چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ "ہر کام کے عوض آپ کو دو لاکھ ٹاکا پیش کروں گا۔"

"دو لاکھ ٹاکا؟" وہ حیرت اور خوشی سے اچھل پڑی۔ "جلدی سے بتائیں کہ وہ کام کیا ہیں؟ کیا کسی کو قتل کرنا ہے؟"

"پہلے کام کا تعلق عارف جمال سے ہے۔" میں نے کہا۔ "اس کے پاس میرے باس سعید الکبیر کی ایک فلم ہے مجھے اس فلم کی ضرورت ہے۔ دوسرے کام کا تعلق کویتا سے ہے۔ اس کے پاس میری ایک فلم، تصویریں اور نیگیٹوز ہیں۔ میں اسے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ یہ دونوں چیزیں کسی بھی طرح ان سے حاصل کر کے مجھے پہنچا دیں اور یکمشت پوری رقم وصول کر لیں۔"

اس کا چہرہ لٹک گیا۔ وہ ایک لمبی سانس لیتی ہوئی مایوسی سے بولی۔ "آپ یقین کریں مجھے ان دونوں چیزوں کے بارے میں کچھ نہیں پتا۔ ان دونوں نے مجھے کبھی اپنے اعتماد میں نہیں لیا۔"

"میں اس روز کویتا سے اپنی چیزیں لینے آیا تو اس وقت آپ بھی تو موجود تھیں۔" اس کے جھوٹ پر میرا لہجہ تیز ہو گیا۔ "کیا آپ کو کویتا نے نہیں بتایا تھا کہ میں کس لئے آیا تھا؟ اس نے مجھے وہاں کیوں بلایا تھا؟"

کویتا نے میرے پوچھنے پر صرف اتنا بتایا تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو بلیک میل کر رہے ہیں۔ آپ کے پاس اس کی منشیات فروخت کرنے والی تصویریں ہیں جو مناف نے دی تھیں۔ کویتا کے پاس آپ کی ایسی تصویریں ہیں جس میں آپ امریکہ کے کسی نائٹ کلب میں عورت کے ساتھ رقص کر رہے ہیں۔ ان تصویروں کی اشاعت سے آپ کی عزت دو کوڑی کی ہو جائے گی۔"

"کیا واقعی عارف جمال نے کبھی آپ سے سعید الکبیر کی فلم کا تذکرہ نہیں کیا؟"

"جی نہیں۔" اس نے سر ہلایا۔ "انہیں کیا ضرورت پڑی ہے مجھے حصہ دار بنانے کی؟"

مجھے کچھ اندازہ نہ ہو سکا کہ وہ سچ بول رہی ہے یا چھپانے کی کوشش کر رہی ہے۔ میں نے اندھیرے میں ایک تیر چلایا۔ "پھر مجھے عارف جمال کی کسی اور محبوبہ سے رابطہ قائم کرنا پڑے گا۔ یہ رقم شاید اس کی قسمت میں لکھی ہو۔"

"اگر آپ مجھے ایک ہفتے کی مہلت اور چھ لاکھ ٹاکا دیں تو پھر میں یہ دونوں چیزیں آپ تک پہنچا سکتی ہوں۔"

اب بلی تھیلے سے باہر آئی تھی۔ میں چند لمحے تک سوچتا رہا۔ "مجھے منظور ہے۔"

"کام نہ صرف بہت مشکل ہے بلکہ بے حد خطرناک بھی ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ اس کی آنکھوں میں ایک چمک سی پیدا ہوئی۔ "میں اس کام کو انجام دینے کے بعد یہاں نہیں رہ سکوں گی۔ پڑوسی ملک فرار ہونا پڑے گا۔"

میں نے اس کے آخری جملہ پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ اس لئے کہ یہ اس کا مسئلہ تھا۔ میں جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا تو وہ میرے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے میرا ہاتھ تھام لیا اور مجھے مخمور نگاہوں سے دیکھتی ہوئی بولی۔ "باتوں میں آپ کی خاطر تواضع کا خیال ہی نہیں رہا۔ پلیز! تھوڑی دیر کے لئے رک جائیں۔ آپ پہلی بار اس غریب خانے پر تشریف لائے ہیں اور میں ...."

میں نے درمیان میں کہا۔ "یہ آپ کا گھر نہیں ہے۔"

"آپ سچ کہتے ہیں۔ میرا کوئی گھر نہیں ہے۔" اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔ اس کے چہرے پر کرب سا چھا گیا۔

تھوڑی دیر بعد میں اس کے فلیٹ سے نکل آیا۔ میں گاڑی میں دفتر جا رہا تھا تو میری نظر معاً روزی پر پڑی۔ میں نے کسی خیال کے زیر اثر گاڑی اس کے بنگلے پر روک لی۔ تھوڑی دیر بعد میں اس کے بنگلے کی نشست گاہ میں بیٹھا ہوا اس کا منتظر تھا۔ اس کی خادمہ نے بتایا تھا کہ وہ تھوڑی دیر پہلے ہی لوٹی ہیں۔ نہا چکی ہیں۔ تھوڑی دیر میں آ رہی ہیں۔

وہ تھوڑی دیر بعد آئی تو میں اسے دیکھتا رہ گیا حسن صرف گوری چمڑی کا نام نہیں ہے۔ حسن ہر رنگ میں ہوتا ہے۔ کالے رنگ کا حسن گورے رنگ میں کہاں۔ اسے جس کسی نے بھی بلیک بیوٹی کا خطاب دیا تھا بالکل ٹھیک دیا تھا۔ میں اسے آج دوسری مرتبہ دیکھ رہا تھا۔ اس کا حسن اور سراپا بے مثال تھا۔ اس کے شاداب بدن میں کچھ ایسا گداز تھا کہ

وہ میرے دل پر بجلی بن کر گرا تھا۔ وہ اس عمر میں بھی ایک ایسی قیامت نظر آرہی تھی کہ دل کی دھڑکنیں شور مچانے لگی تھیں۔

"کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہی ہوں۔" اس نے بڑی اپنائیت کے لہجے میں کہا اور بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملایا۔ "آپ نے مجھے بڑی عزت بخشی ہے۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

تھوڑی دیر تک رسمی باتیں ہوتی رہیں۔ وہ میری مدح سرائی کرتی رہی۔ میری پرستار تھی۔ جب سعید الکبیر کا تذکرہ آیا تو اسے میں نے صرف اتنا بتایا کہ کوئی انہیں بلیک میل کر رہا ہے۔ وہ نہ بلیک میلر کا نام بتا رہے ہیں اور نہ ہی اس موضوع پر وہ کسی سے بات کرنا پسند کرتے ہیں۔ بلیک میلر کے پاس ایک ایسی فلم ہے جس میں وہ کسی عورت کے ساتھ کاکس بازار کے ساحل پر سیرو تفریح کر رہے ہیں۔ میں نے اس سے پوچھا۔ "کہیں وہ آپ تو نہیں ہیں؟"

"نہیں مسٹر ارشاد!" اس نے اپنا سر ہلایا۔ "ہم صرف ایک اچھے دوست تھے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ میں ایک بدنام ترین عورت ہوں۔ اگر میرے تعلقات ان سے کسی بھی نوعیت کے ہوتے تو میں برملا اس کا اعتراف کرلیتی۔ وہ بڑے نفیس، نیک اور مخلص شخص ہیں۔ گو وہ میرے حسن و جمال سے بڑے متاثر تھے مگر کبھی انہوں نے مجھے چھوا تک نہیں۔ میں ان کا آج بھی بڑا احترام کرتی ہوں کہ وہ ایک عظیم انسان ہیں۔ میرے محسن بھی ہیں۔ انہوں نے مجھے آڑے وقت میں سہارا نہ دیا ہوتا آج میں شاید کال گرل ہوتی۔ مجھے ان لوگوں نے بدنام کر دیا، جن کی جھولی میں گر نہ سکی۔ میں ان سے کبھی ایسی جگہ نہیں ملی جس سے، کوئی بلیک میلر فائدہ اٹھا سکے۔"

"پھر وہ عورت کون ہو سکتی ہے۔" میرا تجسس اور بڑھ گیا۔

"میرا دماغ کچھ کام نہیں کر رہا ہے۔" وہ بولی۔ "کیا آپ کو نجم السحر نے کچھ نہیں بتایا؟ وہ برسوں ان کی پرائیوٹ سیکرٹری رہی ہے۔"

"وہ غریب خود حیران ہے۔"

"پھر تو وہ کوئی اداکارہ ہو گی۔" اس نے اپنا خیال ظاہر کیا۔ "فلم ان کی بڑی کمزوری ہے مجھے آج بھی اچھی طرح یاد کہ وہ مینا کماری، چترا سین اور مدھو بالا کو اتنا پسند کرتے تھے کہ اتوار کے روز گھر پر پروجیکٹر پر ان کی فلمیں دیکھتے تھے۔ وہ ان اداکاراؤں سے ملنے کے لئے بمبئی اور کلکتہ بھی جاتے تھے۔ ہماری فلم انڈسٹری کی اداکاراؤں میں انہیں پھندا

شرمیلی، کیوری اور شبانہ بھی بہت پسند تھی۔ رقاصہ جھرنا کے رقص پر تو وہ جان دیتے تھے۔ مجھے شک ہو رہا ہے کہ کہیں وہ جھرنا کے حسن و شباب کے اسیر تو نہیں ہو گئے۔ جسمانی طور پر کوئی اداکارہ اور رقاصہ جھرنا کے مقابلے کی پوری فلم انڈسٹری میں نہیں ہے۔"

جھرنا؟ میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا۔ میری نظروں کے سامنے ایک کوندا سا لپکا۔ روزی اس کے بارے میں غلط نہیں کہہ رہی تھی۔ میں نے اس کا رقص اور اس کی فلم تو نہیں دیکھی تھی البتہ اس کی تصویریں دیکھی تھیں۔ اس نے فلم لائن میں تین چار برسوں سے اپنے ہوشربا رقص سے بڑی دھوم مچا رکھی تھی۔ ان کے شوبزنس رسالے میں جھرنا کو آج بھی سب سے زیادہ کوریج دی جاتی تھی۔ وہ اس پر ریشہ خطمی تھے اس میں تعجب کی بات نہ تھی۔ عورت کے حسن و شباب سے مہلک ہتھیار دنیا میں کوئی نہیں اور وہ فرشتہ نہ تھے محض ایک انسان تھے۔

☆======☆======☆

میں نے دوسرے دن اپنا ریوالور الماری میں گولیوں کے ڈبے کے ساتھ رکھ دیا۔ دفتر والوں نے مجھے ایک دوسرے ریوالور کا لائسنس بنا کر میری درخواست پر کل ہی دیا تھا۔ میں اب پرانا ریوالور نیلما کے مشورے کے مطابق اپنے پاس رکھنا اور استعمال کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے جمع کرانے سے پہلے میں دوسرا ریوالور خریدنا چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے نیلما کی بتائی ہوئی دکان پر جا کر سوئیڈن کا بنا ہوا اعشاریہ 36 کا ریوالور خریدا جو خوبصورت بھی تھا اور خطرناک بھی۔ اس کی گولیوں کا ایک ڈبا بھی خرید لیا۔ پھر دفتر کی جانب ہو لیا۔ میں نے کویتا کی گاڑی کو مخالف سمت سے آتے دیکھا۔ وہ چند لمحوں کے بعد گزر بھی گئی۔ اس نے مجھے شاید دیکھا نہیں، دیکھا تو دانستہ نظرانداز کر گئی۔ وہ شاید اپنے فلیٹ جا رہی تھی۔ وہ رات گھر نہیں آئی تھی۔ اس کے چہرے پر تھکن کے آثار تھے اور اس کے پپوٹے بھاری ہو رہے تھے اس نے رات آنکھوں ہی میں کاٹی ہو اور مے نوشی کرتی رہی ہو۔

اب مجھے اس کی ذرہ برابر بھی پروا نہیں رہی تھی۔ میری بلا سے وہ کہیں بھی رہے اور کچھ بھی کرتی رہے۔ میں صرف یہ چاہتا تھا کہ کسی بھی طرح میری چیزیں جلد سے جلد مل جائیں۔ اس لئے کہ اس کی طرف سے میری جان کو روز بروز خطرہ لاحق ہو چکا تھا۔ وہ کسی بھی دن مجھے قتل کر سکتی تھی تاکہ میرا بینک بیلنس اور بیمہ کی رقم حاصل کر سکے۔

میری چیزیں مل جانے کی صورت میں مجھے اس خطرے سے ہمیشہ کے لئے نجات مل سکتی تھی۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میری چیزیں ملتے ہی میں اسے طلاق دے دوں گا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ اکبری کیا کارنامہ انجام دیتی ہے۔ اس سے ہوشیار رہنے کی ضرورت بھی تھی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کویتا کے اشارے پر مجھے کوئی فریب دے کر قتل کرنے کی کوشش کرے۔

میں نے دفتر پہنچ کر نجم السحر کو اکبری اور روزی سے ملاقات کا احوال سنایا مگر اسے میں نے کسی وجہ سے یہ نہیں بتایا کہ میں نے اکبری اور روزی کی گفتگو ٹیپ کرلی ہے اور کیسٹ میرے پاس ہے۔ اس کو پوری تفصیل سے آگاہ نہیں کیا۔ اس کے علم میں یہ بات نہیں تھی کہ کویتا مجھے بلیک میل کر رہی تھی۔ اس راز سے صرف اور صرف نیلما واقف تھی۔

تیسرے دن کویتا نے مجھ سے ناشتے کی میز پر انگریزی میں پوچھا کہ میں نے کیا فیصلہ کیا۔ عبدل کی موجودگی میں وہ مجھ سے اس مسئلے پر انگریزی میں گفتگو کرتی تھی۔ میں نے اس سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں کسی قیمت پر اس کے گھناؤنے کاروبار میں شریک نہیں ہو سکتا۔ مجھے پھانسی پر چڑھنا منظور ہے۔ ہاتھ نہیں کالے کرنے۔ اس پر وہ چراغ پا ہو کر اور دھمکی دیتی ہوئی چلی گئی۔

عبدل مجھ سے دو دن کی چھٹی لے کر اپنے گاؤں چلا گیا۔ میں نے دفتر جاتے ہوئے سوچا کہ میں یہ دو دن کیوں نہ کاکس بازار جا کر گزار لوں یا پھر کسی دوست کے ہاں۔ عبدل نے کویتا کو بھی ناشتے کی میز پر بتا دیا تھا کہ وہ دو دن کے لئے اپنے گاؤں جا رہا ہے۔ میں نے دفتر پہنچ کر نجم السحر سے کہا کہ وہ ایئر لائن کے دفتر ٹیلیفون کر کے معلوم کرے آج شام کاکس بازار یا چٹا گانگ جانے والی فلائٹ میں کوئی جگہ ہے۔ میں وہاں دو دن کے لئے جانا چاہتا ہوں اسی اثناء میں اکبری کا ٹیلیفون آگیا اس نے مجھے بتایا کہ سعید الکبیر کی فلم عارف جمال کے پاس ہے۔ یہ فلم اس نے اپنے مگ بازار والے بنگلے میں خفیہ تجوری میں محفوظ کر رکھی ہے۔ یہ خفیہ تجوری کس جگہ پر ہے وہ خود بھی نہیں جانتی۔ تاہم آج وہ کوشش کرے گی کہ اس کا پتا چلا سکے۔ اس کے حصول کی دوسری صورت یہ ہے کہ میں کل رات دس بجے بنگلے پر پہنچ جاؤں اور عقبی دروازے سے داخل ہو کر کچن کی کھڑکی سے اندر داخل ہو جاؤں بنگلے میں کوئی نہیں ہو گا۔ وہ عارف جمال کو فلیٹ پر ساری رات کے لئے روک لے گی۔ وہ یوں بھی ساری رات فلیٹ پر رقم کی وصولیابی کے لئے گزارتا

ہے۔ اس طرح میں اطمینان سے اس کا بیڈ روم دیکھ لوں۔ وہ خفیہ تجوری شاید پینٹنگز یا الماری کے پیچھے ہو گی۔ میں کسی طرح تجوری کھول کر اس میں سے فلم حاصل کر لوں اور فلم ملنے کی صورت میں اسے ایمانداری سے دو لاکھ کی رقم ادا کر دوں۔

اکبری کی کال نجم السحر نے ملائی تھی۔ اس نے ہم دونوں کی گفتگو سن لی تھی۔ اس نے میرے کمرے میں آکر مجھے مشورہ دیا کہ میں کل رات جا کر قسمت آزمائی کروں۔ میں نے اس سے کہا کہ سب سے بڑا مسئلہ تجوری کا کھولنا ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ اس کی چابی شاید الماری یا بستر کے نیچے سے مل جائے گی۔ وہ اس کی چابی اپنے ساتھ لئے پھرتا نہیں ہو گا۔ چونکہ خاصا وقت ملے گا اس لئے میں یہ کام بڑے سکون و اطمینان سے انجام دے سکتا ہوں۔ اس نے مجھے جو مشورہ دیا تھا وہ بڑا معقول تھا۔ میں نے اس سے کل رات جا کر قسمت آزمائی کرنے کا وعدہ کر لیا۔

مجھے سعید الکبیر کی فلم اور ان کے بلیک میل ہونے کی اب کوئی فکر نہیں رہی تھی۔ اس لئے کہ سعید الکبیر کا اصل چہرہ سامنے آگیا تھا۔ دوسری بات یہ تھی کہ وہ نہیں چاہتے تھے میں ان کے ذاتی معاملات میں دخل دوں۔ میں نے ان سے ٹیلیفون پر بات کرنا اور ملنا چاہا تو ان کی سیکرٹری نے مصروفیت کا بہانہ کر کے معذوری ظاہر کر دی تھی۔ انہوں نے شاید اپنی سیکرٹری سے کہہ دیا تھا کہ مجھے کسی نہ کسی بہانے ٹال دیا جائے۔ ایک تو میں نجم السحر کے کہنے اور اس تجسّس کی وجہ سے یہ فلم حاصل کرنا چاہتا تھا کہ دیکھوں تو وہ عورت کون ہے جو اس اخبار کا مشن تباہ کر رہی ہے۔

پڑوسی ملک بھارت میں ہندو مسلم فسادات شروع ہو گئے تھے اور اس کی آگ دوسرے صوبوں میں پھیل رہی تھی اس لئے میرا کام بڑھ گیا تھا اس کے اثرات یہاں بھی محسوس کئے جا رہے تھے۔ اس بات کا خوف دامن گیر تھا کہ کہیں یہاں بھی فسادات نہ پھیل جائیں۔ وزیر اعظم نے مجھے ذاتی طور پر ٹیلیفون کر کے کہا تھا کہ بنگلہ دیش کی فضا مکدر نہ ہونے دیں۔ میں خود بھی یہی چاہتا تھا اس لئے میں نے ایک لمبا چوڑا اداریہ لکھنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے ایک مضمون میں اس موضوع پر لکھ کر اشاعت کے لئے دے دیا تھا۔ میں رات نو بجے رات کا کھانا کھانے کے خیال سے اٹھا۔ کھانے سے فراغت پانے کے بعد اداریہ سپرد قلم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے کاکس بازار جانے کا پروگرام ملتوی کر دیا۔ یوں بھی آج ٹکٹ کا ملنا بہت مشکل تھا۔ میں کھانا کھانے کے ارادے سے دفتر کی عمارت سے باہر آیا۔ ایک چائنیز ریسٹورنٹ دو سو قدم پر تھا۔ میں پیدل چل پڑا۔ چونکہ دفتری ایریا

تھا۔ اس لئے شام چھ بجے ہی سناٹا چھا جاتا ایک ویرانی سی برسنے لگتی تھی۔ اس وقت سڑک سنسان پڑی تھی۔ ملگجے اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ دو پول کے بلب آخری مرتبہ ہونے والی ہڑتال اور ہنگامے کی نذر ہو گئے تھے۔ اس کی جگہ ابھی تک نئے بلب نہیں لگے تھے۔

میں نے کوئی پچاس قدم کا فاصلہ طے کیا تھا کہ اچانک نامعلوم سمت سے فائر کی آواز آئی اور ایک گولی سنسناتی ہوئی میرے سر پر سے گزر گئی۔ میری قسمت اچھی تھی یا اس گولی پر میرا نام نہیں لکھا تھا اس لئے میں بچ گیا۔ سچ ہے کہ مارنے والے سے بچانے والا بڑا ہے۔ مجھ پر پے درپے چار پانچ فائر ہوئے تھے۔ میں نے پہلے ہی فائر پر برقی سرعت سے ایک مال بردار ٹرک کی آڑ لے لی۔ یہ ٹرک خالی تھا۔ اس کا ڈرائیور اور کلینر بھی موجود نہیں تھا۔ میں دہشت زدہ اور سراسیمہ ہو گیا تھا لیکن میں نے جلد ہی اپنے حواس قابو میں کر لئے۔ اپنا ریوالور نکال لیا اسے چلانے کی نوبت نہیں آئی اس لئے کہ دفتر کے دربان نے اپنی بندوق سے ہوائی فائر کر دیا تھا جس کی وجہ سے بدمعاش بھاگ گیا اس فائر کے چند لمحوں کے بعد میں نے بغلی گلی میں ایک شخص کے دوڑنے ایک گاڑی کے اسٹارٹ ہونے اور تیزی سے روانہ ہونے کی آواز سنی۔

کوئی دس منٹ کے اندر اندر پولیس پہنچ گئی۔ سب انسپکٹر وصی چوہدری آیا تھا۔ اس نے اپنا خیال ظاہر کیا شاید کسی سیاسی پارٹی کی طرف سے قاتلانہ حملہ کیا گیا ہے۔ مگر میں جانتا تھا کہ قاتلانہ حملہ کرنے والا کون ہے۔ یہ کویتا تھی۔ اس کے دوڑنے سے میں نے اندازہ کر لیا تھا۔ اس کے سینڈل کی آواز صاف محسوس ہوئی تھی۔ وہ اپنے ہی ہاتھوں بیوہ ہونے کے لئے آئی تھی۔ میری مجبوری یہ تھی کہ میں حملہ آور کا نام نہیں لے سکتا تھا۔ پولیس نے نامعلوم حملہ آور کے خلاف رپورٹ درج کر لی۔

اس واقعہ سے اخبار کے دفتر میں سنسنی اور خوف و ہراس پھیل گیا تھا۔ نیوز ایڈیٹر نے میرے منع کرنے کے باوجود سعید الکبیر اور نجم السحر کو ٹیلیفون کر کے اس واقعے کی اطلاع دی تھی۔ وہ گھر پر موجود تھے۔ انہوں نے مجھ سے ٹیلیفون پر تھوڑی دیر تک گفتگو کی۔ مجھے تسلی دی پھر مجھے ہشیار اور خبردار رہنے کی تلقین کی۔

نجم السحر گھر پر نہیں تھی۔ وہ کسی تقریب میں گئی ہوئی تھی اس لئے اس سے کوئی بات نہ ہو سکی۔ دفتر کے باہر پولیس کے سپاہی پہرہ دینے لگے۔ میں دفتر سے گیارہ بجے اٹھا۔ کسی دوست کے ہاں جانے کی بجائے پورہان ہوٹل چلا گیا تاکہ رات سکون واطمینان

سے سو کر گزار سکوں۔ پولیس مجھے وہاں بہ حفاظت پہنچا کر چلی گئی۔

کویتا نے میرے قتل کا جو منصوبہ اور مشن ادھورا چھوڑا تھا اس نے اس کا آج سے پھر آغاز کر دیا تھا۔

کیونکہ میں نے اس کے اشاروں پر ناچنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ اب وہ یہ چاہتی تھی کہ جلدی سے جلد میرا قصہ ختم کر دے۔ اب اس نے مجھے بلیک میل کرنے کے بجائے اس سے بھی آسان راستہ چنا تھا۔ اس کے نزدیک قتل کرنا کچھ مشکل نہیں تھا وہ اب تک کتنے قتل کر چکی تھی۔ میرے علم میں دو قتل تھے ایک مناف اور دوسرا اس کی محبوبہ کا۔ آج اس کا نشانہ چُوک گیا تھا۔ میں آج دوسری مرتبہ اس کے ہاتھوں قتل ہونے سے بال بال بچا تھا۔ اب میرے لئے بہت ضروری ہو گیا تھا کہ میں بہت چوکنا رہوں۔ پھونک پھونک کر قدم رکھوں اب اس بنگلے میں رہنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا اس لئے میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں کسی کرائے کے فلیٹ میں منتقل ہو جاؤں۔ فلیٹ بنگلے کے مقابلے میں زیادہ محفوظ جگہ تھی۔

☆======☆======☆

دوسرے دن میں دفتر پہنچا تو نجم السحر نے رات والے واقعے پر تاسف کا اظہار کیا۔ میں نے اسے یہ نہیں بتایا کہ یہ کویتا کی حرکت تھی۔ تاہم اس نے پولیس کے خیال سے اتفاق کیا کہ یہ کسی سیاسی جماعت کی حرکت ہے یا پھر عارف جمال کی۔ شاید اسے کسی طرح سے یہ شک ہو گیا تھا کہ میں نے اکبری سے رابطہ قائم کر کے سازباز کر لی ہے۔

اکبری نے مجھے شام سات بجے ٹیلیفون کر کے تاکید کی تھی کہ میں آج رات دس بجے قسمت آزمائی کرنے کے لئے بنگلے پر ضرور پہنچوں۔ میدان صاف ملے گا۔ میں نو بج کر چالیس منٹ پر دفتر سے اٹھا۔ وہاں سے پندرہ بیس منٹ کا راستہ تھا۔ رات نو بجے کے بعد یوں بھی ٹریفک کی آمدورفت بہت کم ہو جاتی تھی۔ پرانا بلیٹن کے چوراہے پر ٹریفک گاڑیوں کے ایکسیڈنٹ کی وجہ سے جام ہو گیا تھا۔ مجھے کوئی ایک گھنٹہ خوار ہونا پڑا تھا۔

میں نے اکبری کی ہدایت کے مطابق گاڑی عقبی گلی میں اس بنگلے سے دس بارہ گز کے فاصلے پر روکی مجھے عقبی دروازہ کھلا ملا۔ پورے بنگلے پر اندھیرا اور گہرا سناٹا طاری تھا۔ صرف برآمدے میں روشنی ہو رہی تھی جو گیٹ تک پھیلی ہوئی تھی۔ میں برآمدے کی طرف نہیں گیا۔ کچن کی طرف پنسل ٹارچ کی روشنی میں بڑھا۔ اس کی کھڑکی سے اندر داخل ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ باہر کی طرف کھلنے والا دروازہ بھڑا ہوا تھا۔ آج میں

دستانے پہن کر اندر داخل ہونا نہیں بھولا تھا۔ میں کچن سے ہوتا ہوا اندر پہنچا۔ اکبری نے مجھ سے واقعی تعاون کیا تھا اس نے میرے لئے قدم قدم پر بڑی سہولت مہیا کر دی تھی۔ ہر کام منصوبے کے مطابق ہو رہا تھا۔

نشست گاہ میں پہنچ کر میں ٹارچ کی روشنی میں بیڈ روم کی طرف بڑھا۔ بیڈ روم کا دروازہ بند تھا۔ میں نے اس کا ہینڈل پکڑ کے گھمایا تو وہ کھل گیا۔ اندر گھپ اندھیرا تھا۔ اکبری نے مجھے بتا دیا تھا کہ سوئچ بورڈ چوکھٹ کے دائیں طرف ہے۔ میں نے اندر داخل ہو کر دھڑکتے دل سے سوئچ بورڈ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ دو تین سوئچ آن کر دیئے تو کمرا تیز روشنیوں میں نہا گیا۔ جگمگانے لگا۔ میں نے گھوم کر دیکھا تو میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ عارف جمال کی لاش خون میں لت پت پڑی تھی۔ میں اپنی جگہ پتھر بن گیا اس کے جسم میں ایک دو نہیں پورے پانچ چھ سوراخ تھے جن میں سے اب خون آنا بند ہو چکا تھا۔ اسے قتل ہوئے شاید ایک گھنٹہ ہو گیا تھا۔ قاتل نے اس کے جسم میں جیسے اپنے ریوالور کی تمام گولیاں بڑی نفرت، حقارت اور غصے سے اتار دی تھیں۔ اس کی پیشانی میں بھی ایک سوراخ تھا۔ اگر اس کے پاس اور گولیاں ہوتیں تو شاید وہ بھی اتار دیتا۔ میں نے چند لمحوں میں خود کو سنبھال لیا اس لئے کہ میں بہیمانہ قتل کی وارداتیں دیکھ چکا تھا۔ اگرچہ ایک ہیبت ناک اور انجانا خیال میرے اعصاب کو شکستہ کر رہا تھا مگر میں نے کسی نہ کسی طرح اپنی ہمت کو مجتمع کیا۔ مجھے سنبھلنے کے لئے مہلت درکار تھی وہ مل گئی تھی۔ کمرے میں ہر طرف بے رحم اور شقی القلب قاتل کی ہلاکت خیزی اور تباہ کاری کے آثار تھے۔ الماری کے سب خانوں اور میز کی درازوں سے ہر چیز باہر نکال کر پھینک دی گئی تھی۔ دلوار گیر گھڑی پینٹنگز اور کیلنڈر بھی توڑ اور پھاڑ دیئے گئے تھے۔ دیوار میں چھوٹی تجوری نصب تھی وہ کھلی پڑی تھی اور خالی دکھائی دے رہی تھی اس کی چابی اس کے دروازے میں لگی ہوئی تھی۔

کہیں اکبری نے تو فلم پر ہاتھ صاف نہیں کر دیا؟ یہ قتل بھی شاید اس نے کیا تھا۔ اس کے سوا چارہ بھی نہیں تھا۔ معاً میری نگاہ فرش پر پڑی، گولیوں کے دو خالی کارتوس پڑے ہوئے تھے۔ میں نے اٹھا کر اسے دیکھا یہ اس ریوالور کے کارتوس تھے جس سے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔ اس وقت میں نے خوف و گھبراہٹ پر قابو پا کر عقل سے کام لیا۔ پھر میں نے ایک ایک کر کے ساری لائٹیں بجھا دیں۔ جس طرح آیا تھا اسی طرح واپس ہو گیا۔ میرے ہاتھ کا نشان کسی چیز پر نہیں آیا تھا کیونکہ میں نے دستانے پہنے ہوئے تھے۔

میں نے دفتر جانے کی بجائے ہوٹل کا رخ کیا۔ اس لئے کہ عبدل واپس نہیں آیا تھا اور میرا بنگلے میں اکیلا ٹھہرنا خطرناک تھا۔

اب سعید الکبیر ایک بہت ہی سفاک قاتل اور ایک بلیک میلر کے ہاتھوں ساری زندگی کے لئے پھنس گئے تھے۔ وہ جانتی تھی کہ سعید الکبیر کتنی بڑی مچھلی ہے اور ان سے کتنا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اب وہ دونوں ہاتھوں سے انہیں لوٹے گی۔ اکبری نے ساتھ میرے جو بد دیانتی کی تھی اور فریب دیا تھا مجھے اس سے بڑا دکھ اور اذیت ہوئی تھی۔

میں صبح ہوٹل سے گھر پہنچا تاکہ کپڑے تبدیل کر سکوں۔ عبدل گاؤں سے واپس آ گیا تھا اور گھر کی صفائی میں مصروف تھا۔ کویتا بھی تھوڑی دیر پہلے ہی اپنے کپڑے لینے پہنچی تھی ہم دونوں نے ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں کی۔ وہ آج بہت خوش دکھائی دے رہی تھی۔

اپنی سرشاری ظاہر کرنے کیلئے ایک فلمی گیت بھی گنگنا رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔ اس کے پاس شاید سعید الکبیر کی فلم آ گئی تھی۔ وہ مجھے چڑا رہی تھی۔ جلا رہی تھی کہ اس نے مجھے کیسی زبردست شکست دی ہے۔

میں دفتر پہنچا تو گیارہ بج رہے تھے میں نے نجم السحر کو بہت مضمحل اور پریشان پایا۔ اس نے بتایا کہ کل رات اس کی طبیعت اچانک بگڑ گئی تھی۔ وہ قریبی کلینک میں علاج کے لئے گئی تھی۔ دو گھنٹے تک ڈاکٹر کے زیر علاج رہی تھی۔ اب اس کی طبیعت قدرے بہتر تھی۔

میں نے اسے کل رات کا واقعہ سنایا کہ کس طرح سے قدم قدم پر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑ رہا ہے۔ عارف جمال کو شاید اکبری نے قتل کر دیا اور فلم لے گئی میں نے دانستہ کویتا کا نام نہیں لیا۔ میں اس سے کویتا کا نام لیتا تو وہ شاید اسے میری اور کویتا کی ملی بھگت سمجھتی کہ ہم دونوں نے سعید الکبیر کو بلیک میل کرنے کا منصوبہ بنا لیا ہو۔ آخر ہم بھی انسان ہیں۔ دل میں لالچ پیدا ہونا فطری ہے۔ اسے اس بات کا بہت افسوس اور دکھ تھا کہ میرے ہاتھ فلم نہ لگ سکی۔ اسے رونا بھی آ گیا تھا۔ اب رونے کے سوا چارہ بھی نہیں تھا۔

کوئی ایک گھنٹے کے بعد اس نے انٹر کام پر مجھ سے کہا کہ اکبری کی کال ہے۔ کیا میں اس سے بات کرنا پسند کروں گا؟ میں حیران ہوا میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا کہ اس نے مجھے کس لئے ٹیلیفون کیا ہے۔ میں نے بادل نخواستہ اس سے کہا کہ وہ اکبری سے میری

بات کروا دے۔ اکبری رسمی باتوں کے بعد مجھے بتانے لگی کہ رات کیا واقعہ پیش آیا رات نو بجے عارف جمال کو ایک کام یاد آیا تو اس نے کہا بنگلے پر جا رہا ہے ایک گھنٹے کے بعد اس کی واپسی ہو گی وہ اسے روک نہیں سکتی تھی اس لئے کہ اسے شک ہو جاتا اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد وہ مشروب کی بوتلیں لینے کے بہانے فلیٹ سے نکلی اس کے فلیٹ پر جوئے کی محفل جمی ہوئی تھی اور شراب کا دور بھی چل رہا تھا وہ اس لئے نکلی تھی کہ مجھے خبر کر سکے اور اندر جانے سے روک سکے اور مجھے بتا سکے کہ عارف جمال اندر موجود ہے۔ اسے ٹیکسی سے پہنچنے میں اس لئے دیر ہو گئی تھی کہ ٹیکسی ایک سنسان راستے پر خراب ہو گئی تھی۔ دوسری ٹیکسی پندرہ بیس منٹ کے بعد ملی تھی۔ وہ عقبی دروازے سے داخل ہو کر کچن کے قریب والے درخت کے پیچھے کھڑی ہو گئی وہ میرا انتظار کر رہی تھی کہ اس نے ایک نقاب پوش عورت کو بڑی تیزی سے کچن سے باہر آتے دیکھا وہ اسے دیکھ کر ششدر رہ گئی پہلے اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ دوسرے لمحے اس نے برقی سرعت سے آگے بڑھ کر اس عورت کو اپنے پستول کی زد میں لے لیا اس عورت کے دائیں ہاتھ میں ریوالور تھا اور دوسرے ہاتھ میں سیاہ چرمی پرس تھا۔ اس عورت نے اس سے خوف زدہ اور سراسیمہ ہونے کے بجائے بجلی کی سی سرعت سے اس پر ریوالور تان کر فائر کر دیا۔ اس ریوالور میں سائیلنسر لگا ہوا تھا اس کی قسمت اچھی تھی کہ اس کے ریوالور میں ایک گولی بھی نہ تھی۔ اس لئے کے وہ اپنے ریوالور کی ساری گولیاں عارف جمال کے جسم میں اتار آئی تھی۔ اس نے شک کی بنا پر عورت سے فلم طلب کی تو پہلے اس نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ وہ عارف جمال سے ملنے آئی تھی اس لئے کہ اسے عارف جمال دو برس سے بلیک میل کر رہا ہے وہ اس کی مجبوری اور کمزوری سے فائدہ اٹھاتا رہتا ہے وہ اسے دس ہزار ٹاکا ادا کرنے آئی تھی۔

اسے عورت کی باتوں پر شک ہونے لگا۔ اس نے عورت کو جارحانہ انداز میں دھمکی دی کہ اگر اس نے فلم نہیں دی تو وہ اس کی کھوپڑی میں سوراخ کر دے گی۔ تب کہیں جا کر اس نے اپنے پرس سے فلم نکال کر دی پھر اس نے عورت کو جانے دیا پھر اسے اچانک خیال آیا کہ دیکھوں تو سہی کہ اس عورت نے عارف جمال سے کس طرح سے فلم حاصل کی ہے اس نے اندر جا کر دیکھا تو عارف جمال قتل ہوا پڑا تھا وہ فوراً ہی اس خیال سے وہاں سے نکل گئی تھی کہ عورت نے اسے پھنسانے کے لئے پولیس کو ٹیلیفون نہ کر دیا ہو۔ پھر وہ واپس فلیٹ پہنچ گئی۔

وہ سانس لینے رکی تو میں نے پوچھا۔ "اچھا اب یہ بتاؤ کہ وہ فلم کہاں ہے؟"

"میرے پاس ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "یہی بتانے کے لئے آفس ٹیلیفون کیا ہے۔"

میرے اندر خوشی کی لہر اٹھی۔ پھر ایک صدمے کا احساس ہوا کہ کاش میری چیزیں بھی مل جاتیں۔ ویسے مجھے اس سے اس بات کی امید تھی کہ وہ کویتا سے بھی فلم حاصل کر لے گی۔ میں نے تجسس سے پوچھا۔ "وہ عورت کون تھی؟"

"میں اس عورت کے بارے میں تمہیں ٹیلیفون پر نہیں بتا سکتی۔" وہ خوف زدہ لہجے میں بولی۔ "تم سے ملاقات ہو گی تو تمہیں اس کے بارے میں بتاؤں گی۔ تمہارے لئے ایک سرپرائز ہو گا۔ میں چاہتی ہوں کہ تم آج ہی کسی وقت یہ فلم مجھ سے لے لو۔ اس لئے کہ میری جان خطرے میں ہے۔ وہ عورت میری جان لینے پر تلی ہوئی ہے۔ وہ عورت بہت خطرناک ہے۔ بظاہر بہت معصوم سی دکھائی دیتی ہے لیکن وہ ایک قاتلہ ہے۔ وہ کئی قتل کر چکی ہے۔ اب تم بتاؤ کہ کہاں ملنا پسند کرو گے؟"

"تم ایک گھنٹے کے بعد میرے دفتر یا پھر میرے گھر پر آ جاؤ۔" میں نے کہا۔ "میں اتنی دیر میں بینک سے رقم نکال کر رکھتا ہوں۔"

"میں ان دونوں جگہوں پر کسی وجہ سے نہیں آنا چاہتی۔" وہ کہنے لگی۔ "تم یوں کرو کہ ناز سینما کی عمارت میں جو عقبی راستہ ہے اس کے نیچے والے زینے پر آ جاؤ۔ وہ راستہ شام چھ بجے آمدورفت کے لئے بند کر دیا جاتا ہے۔"

"مگر تمہیں اور مجھے یہاں کسی نے آتے جاتے دیکھا تو وہ کیا خیال کرے گا؟ شاید تعاقب بھی کرے۔"

"تم فلم انٹرول کے وقت آ جانا۔ اس وقت سناٹا نہیں ہوتا۔ انٹرول آٹھ بجے ہوتا ہے۔ اس عمارت میں ایک فلم کا دفتر ہے۔ میں انٹرول سے تھوڑی دیر پہلے اس دفتر میں جانے کے بہانے سے وہاں پہنچ کر انتظار کروں گی۔ رقم بھی ساتھ لیتے آنا........" جس وقت وہ یہ گفتگو کر رہی تھی میں نے اس کے عقب میں قدموں کی آواز سنی۔ پھر کویتا کی شوخ آواز لہرائی۔ "یہ تم کس سے ملاقات کا وقت طے کر رہی ہو؟" اکبری نے فوراً ہی سلسلہ منقطع کر دیا۔ میں اسے یہ بتانا چاہتا تھا کہ میں وہاں بہروپ بھر کے آؤں گا۔

میں نے تھوڑی دیر بعد نجم السحر سے ٹیلیفون پر کہا کہ وہ سعید الکبیر کو ٹیلیفون کر کے کہے کہ وہ فوری طور پر دو لاکھ ٹاکا بھیجیں۔ آج رات اس رقم کے عوض ان کی فلم مل

جائے گی۔ نجم السحر نے مجھے تھوڑی دیر بعد بتایا کہ وہ آج دفتر نہیں آئے ہیں۔ گھر پر بھی نہیں ہیں۔ ان کی سیکریٹری بتا رہی ہے کہ وہ شاید امریکی سفارت خانے گئے ہوئے ہیں۔

دوپہر کے ایک بجے عارف جمال کے قتل کی خبر اخبار کے دفتر پہنچ گئی۔ شام کے اخبارات آئے تو اس میں اس خبر کو نمایاں طور پر شائع کیا گیا تھا۔ اس خبر میں بتایا گیا تھا کہ عارف جمال کا قتل بھی اسی قاتل نے کیا ہے جس نے مناف اور اس کی محبوبہ کو قتل کیا تھا۔ مقتول کے جسم اور جائے واردات سے جو گولیاں اور کارتوس ملے ہیں یہ وہی ہیں جو مناف اور اس کی محبوبہ کے جسم سے نکلی تھیں۔

ناز سینما چھ منزل عمارت کی تیسری منزل پر واقع تھا۔ اس میں دو تین ریسٹورنٹ اور پرائیویٹ دفاتر بھی تھے۔ میں ٹھیک سات بجے ناز سینما فلم دیکھنے کے بہانے بہروپ بھر کے پہنچ گیا۔ بریف کیس میں دو لاکھ کی رقم بھی لے گیا۔ یہ رقم میں نے اپنے اکاؤنٹ سے نکالی تھی۔ سعید الکبیر سے میرا رابطہ قائم نہ ہو سکا تھا۔ ان سے رقم کسی وقت بھی مل جاتی۔ اس کی فکر نہ تھی۔

ناز سینما میں پہلا شو شام سات بجے شروع ہوتا تھا۔ انگریزی فلم تھی۔ میں فلم پوری توجہ اور دھیان سے دیکھ نہ سکا۔ میرے اندر وحشت و اضطراب سا پیدا ہو گیا تھا۔ وقت تھا کہ کٹ نہیں رہا تھا۔ خدا خدا کر کے انٹرول ہوا۔ میں سینما ہال سے باہر آیا تو ٹھٹک کے رک گیا۔ پولیس کی بھاری جمعیت کھڑی تھی۔ وہ کسی کو عقبی راستے کی طرف جانے نہیں دے رہے تھے۔ وہاں پریس فوٹوگرافر بھی تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر ایک سپاہی سے پوچھا کر کیا بات ہے؟ اس نے بتایا کہ عقبی راستے کے نیچے والے زینے پر انسپکٹر عارف جمال کی محبوبہ اکبری کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔

میں اسی وقت دفتر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اب اس میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا تھا۔ کہ کویتا ہی نے اسے قتل کیا تھا۔ آخر کسی نہ کسی طرح کویتا نے وہ فلم حاصل کر لی تھی۔ پولیس کے بیان کے مطابق اکبری کو اس ریوالور سے پانچ گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا تھا جس سے عارف جمال کو کیا گیا تھا۔

دوسرے دن سویرے سویرے کویتا چلی آئی۔ اس نے ایسا بناؤ سنگھار کیا اور لباس پہنا تھا کہ میں کھول گیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ تتلی بن کر گھر سے نکلے۔ وہ ایک صحافی اور ایڈیٹر کی بیوی تھی۔ کسی عیاش آدمی کی محبوبہ نہیں۔ میں نے اس سے کہا۔ "بہتر ہو گا کہ تم مجھ سے طلاق لے لو۔"

"وہ تو میں تم سے بہت جلد باعزت طور پر الگ ہونے کے لئے تیار ہوں۔" وہ ہنس کر بولی۔ "میں طلاق سے پہلے تم سے ایک اہم کام لینا چاہتی ہوں بلکہ یوں سمجھو کہ میری ایک شرط ہے۔ تم سعید الکبیر سے دو کروڑ ٹکا دلوا دو۔"

"کس خوشی میں؟" میں نے انجان بن کر پوچھا۔ "کیا تم نے دو کروڑ ٹاکا کو دو ہزار ٹاکا سمجھ لیا ہے؟"

"ان کی فلم کی خوشی میں۔" اس نے جواب دیا۔ "ان کی ایسی زبردست رومانی فلم میرے ہاتھ لگی ہے کہ تم دیکھو گے تو پھڑک اٹھو گے۔ اس فلم کو میں ایک مہینے سے حاصل کرنے کے لئے تڑپ رہی تھی۔ خواب دیکھ رہی تھی۔ مناف اور اس کی محبوبہ مجھے دھوکہ نہ دیتے تو میں کبھی کی اس بڑی مچھلی کی فلم حاصل کر چکی ہوتی۔ بڑے لوگوں کی عزت کی قیمت بڑی ہوتی ہے۔ وہ دو کیا تین کروڑ کی رقم بھی دے سکتے ہیں۔"

"تم کیوں نہیں ان سے رابطہ قائم کر لیتی ہو۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"میں کسی وجہ سے سامنے آنا نہیں چاہتی۔" وہ تنک کر بولی۔ "اس لئے تمہیں مہرہ بنا رہی ہوں۔"

"تم کان کھول کر سن لو کہ میں تمہاری کوئی بات نہیں مانوں گا۔" میں نے سخت لہجے میں کہا اور اسے حقارت سے گھورا۔ "میں نہ تو کسی کو بلیک میل کروں گا نہ خود بلیک میل ہونے سے ڈروں گا۔ آئندہ تم مجھ سے اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرنا۔"

"تو پھر تم بھی میری ایک بات کان کھول کر سن لو۔" وہ کسی سانپ کی طرح پھنکاری۔ "آج پیر کا دن ہے۔ جمعرات کے دن تک کا وقت میں تمہیں دے رہی ہوں' اگر تم نے سعید الکبیر سے بات کر کے فلم کے عوض رقم نہیں دلوائی تو پھر میں ایک پُرہجوم کانفرنس میں تمہیں اور سعید الکبیر کو بے نقاب کر دوں گی۔ پھر اس روز سب کچھ ختم ہو جائے گا۔"

"تمہیں کیا ملے گا؟"

"اس طرح میرے دل میں انتقام کی جو آگ بھڑک رہی ہے وہ سرد پڑ جائے گی۔"

"مگر کیا تم میرے انتقام سے بچ جاؤ گی؟" میں نے استہزائی انداز سے دیکھا۔

"تم مجھ سے کیا انتقام لو گے؟" وہ استہزائی انداز سے ہنس پڑی اور مجھے گھورنے لگی۔ "یہی نا کہ تم میری فلم اور تصویریں پولیس کے حوالے کر دو گے؟ مگر تم یہ بات بھول رہے ہو کہ بڑے گھروں کی بیگمات بھی اس فہرست میں شامل ہیں۔ وہ نہیں چاہیں گی کہ

ان کی شامت آجائے۔ وہ مجھے بچانے پر مجبور ہو جائیں گی۔ مجھ پر کوئی آنچ نہیں آئے
گی۔"

"شاید تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ سعید الکبیر کس قدر با اثر شخص ہیں۔ تمہارا کیا
کرایا دھرا رہ جائے گا۔ میں بھی ایک پریس کانفرنس میں ان چیزوں کو پیش کروں گا۔ ایک
عورت کا اصلی چہرہ دکھاؤں گا جو ایک چڑیل کی طرح ہے۔ تم اور بیگمات میں سے کوئی بھی
قانون کے شکنجے سے بچ نہ سکے گا۔ اس لئے کہ تمہارا اور ان عورتوں کا جرم دنیا والوں کے
سامنے آجائے گا۔"

"میں جمعرات تک تمہیں ٹھنڈے دل سے سوچنے کا وقت دے رہی ہوں۔" اس
کے چہرے پر سفاکی ابھر آئی۔ وہ تیز لہجے میں کہنے لگی۔ "اس وقت تم احمقانہ باتیں کر رہے
ہو۔ جذبات کے بجائے عقل سے کام لو۔ ان باتوں میں کچھ نہیں رکھا ہے۔ میں نہیں
چاہتی کہ تیر کمان سے نکل جانے کے بعد تم پچھتاؤ مجھے اب بھی تم سے اس لئے ہمدردی
ہے کہ تم میرے شوہر ہو۔"

"تم یہ بھی چاہتی ہو کہ تمہارا سہاگ جلد سے جلد اجڑ جائے تاکہ میرا بینک بیلنس
اور بیمہ کی رقم تمہیں مل جائے۔"

میری زبان سے طنزیہ لہجے میں غیرارادی طور پر نکل گیا تھا۔ میں نے اندھیرے میں
تیر چلایا۔ "تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ میری بیمہ پالیسی کی میعاد ختم ہو گئی ہے اور میں
نے اس کی ساری رقم اینٹی انٹرنیشنل کو بطور عطیہ دے دی ہے۔"

اس نے آنکھیں پھاڑ کے میری صورت دیکھی۔ ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے
کا رنگ اُڑ گیا تھا۔ پھر وہ برق سرعت سے گھر سے نکل گئی۔ میں نے دفتر پہنچ کر نجم السحر کو
ساری بات بتائی۔ اسے یہ بھی بتایا کہ کویتا مجھے بھی بلیک میل کر رہی ہے۔ اس کے ہاتھ
میں میری ایسی تصویریں ہیں جو مجھے پھانسی کے پھندے تک پہنچا سکتی ہیں۔ پھر میں نے
سعید الرحمان کے قتل والے روز کا واقعہ سنایا۔ وہ ان باتوں کو سن کر ششدر رہ گئی اور اسی
وقت سعید الکبیر سے بات کرنے ان کے دفتر چلی گئی۔ اس لئے کہ بات اب سنگین ہوتی
جارہی تھی۔ کویتا نے بہت بڑی دھمکی دے دی تھی۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا
کویتا نے اس عورت کا نام بتایا جو اس فلم میں باس کے ساتھ ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں
مجھے اس کا نام پوچھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔

میں نے نیلما کو ٹیلیفون کر کے اپنے دفتر بلایا تو وہ لنچ پر پہنچ گئی۔ میں نے لنچ اپنے

کمرے میں منگوالیا۔ میں نے اسے کویتا کی دھمکی کے بارے میں بتایا۔ اس نے مجھ سے کہا
کہ میں اسے ایک دن کا وقت دوں تاکہ وہ کوئی ایسی تدبیر سوچے کہ سانپ بھی مرجائے
اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ پھر اس نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ عارف جمال اور اکبری کو شاید
میرے ہی ریوالور سے قتل کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ جائے واردات پر ملنے والے کارتوس
اور گولیاں میرے ہی ریوالور کی ہیں۔ شاید کویتا نے چرا کر استعمال کیا ہے۔ میں نے اسے
بتایا کہ وہ ریوالور اور گولیوں کا ڈبا میری الماری میں محفوظ ہے۔ میں الماری کو مقفل رکھتا
ہوں اور گھر پر ملازم بھی رہتا ہے۔ نیلما کا خیال تھا کہ کویتا نے شاید کوئی ڈپلی کیٹ چابی بنائی
ہو۔ اس امکان کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے نیلما سے کہا کہ اپنی الماری چیک
کروں گا۔ نیلما نے مجھ سے کہا کہ میں جتنا جلد ہو سکے اس ریوالور اور گولیوں کو دفتر میں
جمع کرادوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی مصیبت گلے پڑ جائے۔

نجم السحر لوٹ کر نہیں آئی۔ اس کے باس کا دفتر سے ٹیلیفون آیا کہ وہ امریکی سفیر
کے ساتھ لنچ کرنے گئے ہیں، ابھی تک لوٹے نہیں ہیں۔ وہ کسی اور وقت مجھ سے رابطہ
قائم کرے گی۔ میں شام سات بجے پریس کلب چلا گیا پرانے دوستوں سے ملاقات کئے بہت
دن ہو گئے تھے۔ میں ذہنی طور پر بہت الجھا ہوا تھا۔ گھر پہنچا تو رات کے دس بج رہے
تھے۔

عبدل نے مجھے بتایا کہ نجم السحر رات نو بجے آئی تھی اور میرا کوئی آدھا گھنٹہ انتظار
کر کے چلی گئی۔ اس کے سر میں سخت درد ہو رہا تھا۔ اس نے مجھ سے سر کے درد کی دوا
بازار سے منگوا کر کھائی اور چائے پی کر چلی گئی۔ وہ رات گیارہ بجے ٹیلیفون کرلے گی یا صبح
دفتر میں بات کرے گی۔

میں نے اپنی الماری کھول کر خفیہ خانے میں دیکھا تو ریوالور موجود تھا۔ کسی خیال
سے ڈبا کھولا تو اس میں پندرہ گولیاں کم تھیں۔ میرے رگ وپے میں سردی کی لہر اتر گئی۔
میرا ذہن تیزی سے سوچنے لگا۔ اب ساری بات میرے دماغ میں آگئی کہ کویتا نے نفرت
اور تلخی کے باوجود آمدورفت جاری کیوں رکھی؟ وہ آج صبح ریوالور میری الماری میں رکھ کر
گئی ہے۔ اس نے سارے قتل اسی ریوالور سے کئے ہیں۔ نیلما کا قیاس درست تھا کہ اس
نے میری الماری کی ڈپلی کیٹ چابیاں بنا رکھی ہیں۔

رات گیارہ بجے انجم السحر کا ٹیلیفون آیا۔ اس نے بتایا کہ اس نے سعید الکبیر سے
بات کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ وہ فلم کے عوض بہت زیادہ رقم کا مطالبہ کر رہی ہے۔ وہ

اتنی زیادہ رقم دینے سے قاصر ہیں۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ وہ بیس لاکھ ٹاکا لے لے تو کل ہی ادا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ کل دفتر سے میرے سامنے کویتا کو ٹیلیفون کر کے بات کرے۔ دیکھیں وہ کیا کہتی ہے۔

نجم السحر نے دوسرے دن کویتا کو ٹیلیفون کیا تو اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ دو کروڑ سے ایک کوڑی بھی کم نہیں لے گی۔ نجم السحر نے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ اپنی بات پر اڑی رہی۔ کویتا نے نہ جانے اس سے کیا بات کہہ دی تھی جسے سن کر اس کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹتے چھوٹتے بچا اس نے ریسیور کریڈل پر پٹخا تو میں نے پوچھا۔

"کویتا نے کیا کہا؟"

نجم السحر نے میری بات کا فوری جواب نہیں دیا اس کا چہرہ سفید پڑتا چلا گیا۔ ہونٹ کانپنے اور آواز گلے میں بیٹھنے لگی۔ "وہ کہہ رہی تھی کہ .... اگر اسے دو کروڑ کی رقم نہیں دی گئی اور پولیس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی تو وہ مجھے آپ کو اور سعید الکبیر کو قتل کر دے گی اسی طرح جس طرح اس نے تین چار قتل کئے ہیں۔"

میں نے اسے دلاسا دیا۔ "گھبرانے کی ضرورت نہیں' وہ ایسا نہیں کر سکتی۔ اس کی نوبت نہیں آئے گی۔ اس نے جمعرات تک کی مہلت دی ہے۔ مہلت ختم ہونے میں دو دن باقی ہیں۔ میں اس وقت تک اس سے نجات پانے کی تدبیر سوچتا ہوں۔"

پورا دن بڑے کرب و اضطراب سے گزر گیا۔ رات بھی میں تین بجے تک سو نہ سکا۔ کمرے میں وحشت و اضطرات سے ٹہلتا ہوا کویتا سے نجات پانے کی تدبیر سوچتا رہا۔ اب ضروری ہو گیا تھا کہ میں اپنی اور سعید الکبیر کی فلم تصویریں اور نیگیٹوز حاصل کروں۔ وہ پریس کانفرنس میں چہرے بے نقاب کرنے کے بجائے کہیں ہم تینوں کو قتل نہ کر دے۔ اس کا کوئی بھروسہ نہیں تھا۔ وہ پاگل کتیا کی مانند ہو گئی تھی۔

صبح عبدل کے گاؤں سے ٹیلیفون آیا کہ اس کے چچا کی حالت نازک ہے اسے فوراً پہنچنے کے لئے کہا گیا تھا۔ وہ اسی وقت گاؤں چلا گیا۔ صبح دس بجے نیلما میرے ہاں آئی تو اسے دیکھ کر حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اس کا چہرہ دمک رہا تھا اور آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس کا سرشاری سے عجب عالم تھا۔ اس نے میری طرف ایک پھولا ہوا بڑا سا لفافہ بڑھایا تو میں نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ "یہ کیا ہے؟"

"اس میں وہ ساری غلاظت ہے جس سے وہ نہ جانے کن کن کو بلیک میل کر رہی تھی۔"

"یہ تمہیں کہاں سے ملا؟" مجھے یہ سب کچھ کسی خواب کی طرح محسوس ہو رہا تھا۔

"کل رات میں نے اور میری ایک سہیلی نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے۔" وہ کہنے لگی۔ "رات بالکل انگریزی فلموں والا منظر تھا۔ میری سہیلی سنبل جو نذر تھیٹر کی ڈائریکٹر ہے وہ اور میں دو بوڑھی عورتوں کے بہروپ میں مسلح ہو کر اس کے فلیٹ پر پہنچے۔ وہ اس وقت کہیں جانے کے لئے تیار ہو رہی تھی۔ ہم دونوں نے مل کر اسے قابو کیا۔ مختصر یہ کہ اس سے چابیاں لے کر اس کی تجوری میں سے یہ لفافہ نکالا۔ پھر اسے کلوروفارم سنگھا کر نکل آئے۔ میں نے رات لفافہ چیک کیا تو اس میں آپ کی بھی فلم' تصویریں اور نیگیٹوز نکل آئیں۔ سعید الکبیر کی بھی فلم ہے۔ اسے پروجیکٹر پر دیکھنے سے پتہ چلے گا کہ وہ کون عورت ہے جو سارے فساد کی جڑ ہے۔"

میں نے نیلما کا شکریہ ادا کرنے سے پہلے رب العزت کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے کارنامے کو سراہا۔ اپنی چیزیں ضائع کرنے کے بعد اس سے پوچھا۔ "تم نے اتنا خطرناک قدم کس لئے اٹھایا نیلما؟ تمہیں کچھ ہو جاتا تو؟" میں محبت پاش نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"آپ کی سلامتی کے لئے؟" اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ اپنی آنکھوں پر پلکوں کی چلمن گراتے ہوئی بولی۔ "مجھے اپنی نہیں آپ کی پروا تھی۔ میں تو آپ کے لئے جان بھی دے سکتی ہوں۔"

"اب مجھے میرا خواب مل جائے گا۔" میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نے پروجیکٹر پر وہ فلم چڑھائی جس کے بدلے کویتا دو کروڑ کی رقم کا مطالبہ کر رہی تھی۔ چند لمحوں کے بعد سفید پردے پر کاکس بازار کا ساحل سمندر ابھرا۔ پھر ایک عورت بہت دور نظر آئی۔ پھر ایک دم سے اسے کلوز اپ میں دکھایا گیا تو میں ششدر رہ گیا۔ یہ نجم السحر تھی جو نہانے کے لباس میں تھی۔ کسی سمت سے ایک مرد آیا وہ سعید الکبیر تھے۔ یہ دس پندرہ منٹ کی فلم تھی۔ وہ دونوں ساحل سمندر کی لہروں سے کھیل رہے تھے۔ نہ سامنے کوئی رکاوٹ تھی نہ پیچھے کوئی زنجیر۔ دونوں کو بہت دور سے کسی نے ایکسپوز کیا تھا۔ انہیں ذرہ برابر بھی احساس نہیں ہوا کہ کوئی ان کی آزادی اور سیر و تفریح کی عکس بندی کر رہا ہے۔

میں نے فلم رول جیب میں رکھ لیا۔ واقعی یہ فلم ایسی تھی کہ سعید الکبیر کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتے۔ نجم السحر کی عزت پر کوئی خاص اثر نہ پڑتا۔ اس لئے کہ اسے پورے ملک میں کوئی عزت اور شہرت حاصل نہ تھی۔ البتہ اسکینڈل کھڑا ہونے کی صورت

میں اسے ذلت و رسوائی کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ شہرت ملتی۔ اس لئے کہ وہ حسن و جمال کا نادر نمونہ تھی۔ بدنام ہوتے تو کیا نام نہ ہوتا۔

میں اپنے اعصاب پھول کی طرح ہلکے پھلکے محسوس کر رہا تھا اور خوشی سے میرا عجیب عالم تھا۔ مجھے جیسے ایک نئی زندگی ملی تھی۔ اب مجھے کویتا کیا کوئی بھی بلیک میل نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے پاس میرے خلاف کوئی ثبوت نہیں رہا تھا۔ نیلما نے مجھ پر احسان عظیم کر کے مجھے ساری زندگی کے لئے خرید لیا تھا۔ اسے جیسے اپنی کھوئی ہوئی منزل مل گئی تھی۔ میں نے تھوڑی دیر بعد نجم السحر کو دفتر ٹیلیفون کیا تو دفتر میں نہیں تھی۔ پھر اس کے گھر ٹیلیفون کیا وہ وہاں موجود تھی۔ میں نے اس سے کہا۔ ”تمہارے لئے ایک سرپرائز ہے۔“

”کیسا سرپرائز؟“ اس نے کھوئے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ وہ دل گرفتہ سی لگ رہی تھی۔

”تھوڑی دیر پہلے سعید الکبیر کی فلم معجزاتی طور پر میرے پاس پہنچی ہے۔“ میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ”فلم دیکھنے کے بعد پتہ چلا کہ تم اس فلم کے حصول کے لئے اس قدر فکر مند اور پریشان کیوں تھیں؟ ویسے تم نے اپنا کردار اتنا اچھا ادا کیا ہے کہ ....“ اس نے درمیان میں آہستگی سے ریسیور رکھ دیا۔

تھوڑی دیر بعد ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ میں نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف ڈی ایس پی نبی محمد چودھری تھے۔ وہ بڑی سنجیدگی سے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے بولے۔ ”آج علی الصباح کسی نے کویتا کو بڑی بیدردی سے قتل کر دیا ہے۔ آپ فوراً وہاں پہنچیں۔“

کویتا کے لرزہ خیز قتل کی خبر سن کر مجھے تعجب ہوا اور نہ صدمہ۔ وہ عورت نہیں ایک تتلی تھی۔ بلیک میلر اور قاتل تھی۔ اس کا انجام یہی ہو سکتا تھا۔ میں نے نیلما کو یہ خبر سنائی تو وہ سکتے میں آگئی۔ چند لمحوں تک وہ دم بخود سی رہی پھر اس نے افسردگی سے پوچھا۔ ”کویتا کو کس نے قتل کیا ہو گا؟“

”ان میں کسی نے جنہیں وہ بلیک میل کر رہی تھی۔“ میں نے کہا۔ ”آخر اسے اپنے خوابوں کی بہت بھاری قیمت ادا کرنا پڑی۔“

”وہ بڑی ذہین اور شاطر عورت تھی۔“ نیلما بولی۔ ”کاش وہ تتلی بننے کے بجائے ایک اچھی عورت بننے کی کوشش کرتی۔ کیا تتلیوں کا ایسا ہی عبرتناک انجام ہوتا ہے۔“

”کاش اس کی موت سے پہلے سعید الرحمان کے قتل اور قاتل کا معمہ حل ہو جاتا۔“

رات گیارہ بجے میرے دفتر سے نیوز ایڈیٹر کا ٹیلیفون آیا۔ ”سر ایک بہت ہی افسوسناک خبر ہے۔ مس نجم السحر نے آٹھ بجے رات اپنے فلیٹ کی بالکنی سے کود کر خودکشی کر لی ہے۔ انہوں نے صرف ایک مختصر سی تحریر چھوڑی ہے کہ وہ خودکشی کر رہی ہیں۔“

مجھے ایک سنسنا دینے والا جھٹکا لگا۔ میں نے سوچا آخر اس عورت کو خودکشی کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ فلم میں نے سعید الکبیر کو دے دی تھی۔ انہوں نے اسے ضائع کر دیا تھا۔ اس کی خودکشی میرے لئے ایک معمہ بن گئی تھی۔ دوسرے دن ڈاک سے اس کا خط موصول ہوا۔ اس نے لکھا تھا۔

ڈیئر مسٹر ارشاد

جس وقت آپ کو میرا خط ملے گا اس وقت میں اس دنیا میں نہیں ہوں گی۔ میں خودکشی کرنے سے پہلے آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ آپ کے دل میں اپنی بیوی کویتا کے بارے میں بڑی بدگمانیاں ہوں گی اور پھر آپ سعید الرحمان کے قتل اور قاتل کا معمہ حل نہ ہونے کی صورت میں پریشان بھی ہوں گے۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ سعید الرحمان کو میں نے قتل کیا ہے۔ اس لئے کہ انہیں سعید الکبیر اور میری محبت کا پتہ چل گیا تھا۔ وہ فلم ان کے پاس پہنچ گئی تھی جو سارے فساد کی جڑ تھی۔ اس فلم کو دفتر کے ایک فوٹو گرافر ابو سعید قریشی نے بنایا تھا جو مناف کا گہرا دوست تھا۔ مناف کی محبوبہ بینا سے وہ بھی محبت کرتا تھا۔ بینا اور کویتا آپس میں سہیلیاں تھیں۔ ان دونوں نے سعید الرحمان کی بڑی خدمت کی تھی۔ وہ ان دونوں کو بیٹیوں کی طرح چاہتے تھے اور ان کے اصل چہروں سے واقف نہ تھے۔ انہوں نے جس روز وہ فلم دیکھی اس روز مجھے اور سعید الکبیر کو ٹیلیفون کر کے خوب لعن طعن کی تھی جس پر مجھے بہت طیش آیا اور میں نے انہیں دھمکیاں دیں۔ انہوں نے بینا اور کویتا کو اس لئے بلایا تھا کہ وہ وہاں سے فوری طور پر شفٹ ہونا چاہتے تھے۔ آپ کو اس لئے بلایا تھا کہ وہ فلم آپ کے حوالے کر سکیں اور ملازمت سے استعفیٰ دینے کے لئے کہیں۔ بینا آپ اور کویتا سے پہلے پہنچ گئی۔ انہوں نے اسے یہ فلم دے کر کہا کہ وہ آپ تک پہنچا دے۔ اس لئے کہ وہ آپ کی آمد سے ناامید ہو گئے تھے۔ اس لئے انہوں نے فلم

ببیتا کو دے دی تھی کہ کہیں میں اس فلم کے حصول کے لئے انہیں قتل نہ کردوں۔ اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد میں پہنچی۔ جب انہوں نے یہ بتایا کہ فلم ببیتا لے گئی ہے تو مجھے ان کی بات کا یقین نہیں آیا۔ انہوں نے مجھے دھمکی دی کہ اگر میں نے سعید الکبیر کا پیچھا اور ملازمت نہیں چھوڑی تو وہ اس گھر کو بچانے کے لئے میرا کچا چٹھا باس کی بیوی کے فوجی بھائی کو بتادیں گے جو بہت سخت گیر ہے اور پھر انہوں نے مجھے طعنہ دیا کہ مجھ میں اور ایک بازاری عورت میں کیا فرق ہے جو گھر اجاڑتی ہے۔ پھر میں نے مشتعل ہو کر وہ چاقو ان کے سینے میں پوری قوت سے اتار دیا جو میں انہیں ڈرانے دھمکانے کی نیت سے لے گئی تھی۔ میں نے چاقو نکال کر پھر ان پر پے در پے وار کرنے کا ارادہ کیا۔ اس لئے کہ ایک تو وہ زندہ تھے۔ دوسرا انہوں نے جو طعنہ زنی کی تھی وہ کسی بھالے کی طرح میرے سینے میں اتر گئی میں نے چاقو کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا کہ کویتا کے قدموں کی آوازیں سنیں۔ پھر میں بے آواز دوڑ کر برابر والے کمرے میں چھپ گئی۔ ادھر کویتا ان کے کمرے میں داخل ہو کر ان کے تڑپنے کا منظر دیکھ رہی تھی کہ اس نے آپ کے قدموں کی آوازیں سنیں تو وہ اس کمرے کے غسل خانے میں چھپ گئی۔ اس کے پاس دو کیمرے تھے۔ جب آپ اندر داخل ہونے لگے تو اس نے کمال ہوشیاری سے فلم بھی بنالی اور تصویریں بھی اتارلیں جو آپ کو قاتل ثابت کرتی تھیں۔ پھر اس نے تصویروں سے آپ کو بلیک میل کر کے شادی کرلی۔ اس شادی کے پیچھے بلیک میل کا جذبہ کار فرما تھا۔

ادھر ببیتا کو مناف نے کسی جگہ چھپا دیا۔ اس لئے کہ میں اس کی تلاش میں پاگل ہو رہی تھی۔ پھر ایک روز مناف نے مجھے اس فلم کا ایک ٹکڑا بذریعہ ڈاک روانہ کیا۔ پھر دوسرے دن ٹیلیفون کر کے کہا میں فردوسی لانچ پر پہنچ جاؤں تاکہ میں پوری فلم دیکھ لوں اور اس کا سودا کرلوں۔ اس نے مجھ سے کہا زبیرہ نے مکان سے ببیتا کو اپنے ساتھ لیتی آؤں۔ مجھے اس فلم کے حصول کے لئے پستول کی ضرورت تھی۔ سعید الرحمان کو قتل کرنے کے بعد میں ایک قاتل بن گئی تھی۔ میرے دل میں خوف نہیں رہا بلکہ حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ اس روز آپ اپنا ریوالور گھر بھول آئے تھے میں نے عبدل کو ٹیلیفون کیا

تاکہ اسے کسی بہانے سے کہیں بلاؤں اور اس سے فائدہ اٹھا کر آپ کا ریوالور حاصل کرلوں۔ اتفاق سے وہ فلم دیکھنے جارہا تھا۔ کویتا چٹا گانگ گئی ہوئی تھی۔ میں نے بنگلے پر جاکر وہ ریوالور آپ کی الماری سے نکال لیا۔ بنگلے اور الماریوں کی ڈپلی کیٹ چابیاں دفتر میں موجود ہیں۔ میں نے اس سے ببیتا اور مناف کو قتل کرنے کے بعد اسے واپس لے جاکر رکھ دیا۔ لانچ کے عرشے پر میں نے ہی آپ کے سر پر ضرب لگائی تھی۔ آپ ایک ایک کر کے ساری کڑیاں ملاتے جائیں۔ مجھے وہ فلم ان دونوں کے پاس نہیں ملی۔ وہ کسی طرح عارف جمال کے پاس پہنچ گئی تھی۔ شمشاد قاضی' اکبری' عارف جمال اور کویتا کو بھی میں نے ہی قتل کیا ہے۔ اس لئے کہ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ میں سعید الکبیر کی محبوبہ ہوں۔ سوائے کویتا کے باقی تمام کو میں نے آپ کے ریوالور سے قتل کیا۔ میں پھر آپ کی الماری سے ریوالور نکال لائی تھی۔ کویتا کو اس لئے ریوالور سے قتل نہیں کیا کہ آپ کا ریوالور واپس رکھ آئی تھی۔ مجھے ساری باتوں کا آپ سے ہی پتہ چلتا تھا۔ آپ میرے سامنے منصوبہ بناتے اور مجھے ایک ایک بات بتا دیتے تھے۔ اس رات جب آپ دفتر سے ڈنر کے لئے ہوٹل جارہے تھے تو آپ پر قاتلانہ حملہ بھی میں نے کیا تھا۔ اس لئے کہ آپ اس فلم کے حصول کے لئے دیوانے ہو رہے تھے۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ آپ مجھے اصل روپ میں دیکھ لیں۔ آج میں کویتا کے پاس علی الصباح فلم لینے کے لیے پہنچی۔ اس نے مجھے بتایا کہ رات دو نقاب پوش مسلح عورتیں آئی تھیں وہ اسلحے کے زور پر ساری چیزیں لے گئیں جو اس کی شاہانہ آمدنی کا ذریعہ تھیں۔ مجھے اس کی بات کا یقین نہیں آیا تو میں نے اسے بھی قتل کر دیا۔ وہ اس وقت شراب یا ہیروئن کے نشے میں دُھت تھی۔

کویتا کو قتل کرنے کے بعد گھر پہنچی تو گیارہ بجے دن آپ کا ٹیلیفون آیا کہ فلم آپ کے پاس ہے۔ ایک لمحے کے لئے میں سوچا کہ آپ کو بھی قتل کر دوں۔ پھر سوچا کہ میں آخر کس کس کو قتل کرتی رہوں گی۔ یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا۔ اب میرا راز طشت ازبام ہو چکا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔ میں نے جتنے قتل کئے اپنے محبوب کو ذلت و

رسوائی سے بچانے کے لئے کئے۔ میں اس سے سچی محبت کرتی تھی۔ اس لئے کہ وہ چاہے جانے کے لائق تھا۔ عورت صرف ایک بار محبت کرتی ہے۔ عورت ہونے کے ناتے میں نے اپنی محبت کی لاج رکھنے کی کوشش کی۔ اس کی ناکامی پر موت کو گلے لگا رہی ہوں۔ ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا' کویتا کو بھی۔ وہ قاتل نہیں صرف بلیک میلر اور ایک رنگین تتلی تھی۔

☆====== ختم شد ======☆